سلسلہ تصوف نمبر ۲

اُردو ترجمہ کتاب

فوائد الفوائد

یعنی

ملفوظات خواجۂ راستین ملقب بافتۂ رحمت العالمین۔ ملک الفقراء والمساکین حضرت محمد نظام الدین بدایونی ملقب بہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

جمع کردہ

ملک الکلام مقبول بارگاہ خلاق حضرت امیر حسن علا سنجری المعروف بہ حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جسے

مالک اللہ والے کی قومی دکان

ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین کیکے زئی تاجر کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں — بازار کشمیری

لاہور

نے بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں چھپوائی

قیمت عه

تصوف کی سراپا رحمت اور بے نظیر کتابوں کا لاجواب سلسلہ

اردو ترجمہ مقصد السالکین

یہ کتاب لاجواب ہر طالب سچے کے لئے رہنما کا کام دیتی ہے۔ حضرت ضیاء اللہ نقشبندی کی قابل قدر تصنیف ہے
مسائل شرعیہ کے ساتھ ساتھ تصوف کے باریک باریک نکات بیان فرمائے ہیں۔ اور مصنف علیہ الرحمۃ نے
اس کتاب میں پانچ مقصد لکھے ہیں۔ نہایت قابل قدر کتاب ہے قیمت ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ عــہ

اردو ترجمہ اسرار الطریقت

یعنی جناب قدوۃ العارفین حضرت شاہ محمد غوث لاہوری ثم الپشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی لکھی ہوئی کتاب
جس میں حضرت نے اپنے تمام حالات از اول تا آخر۔ نیز جن بزرگوں سے جناب کو فیض باطنی پہنچا ہے نہایت
تفصیل سے لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ طالب کے لئے طریق اذکار بھی نہایت شرح وبسط کے ساتھ بتلائے ہیں
اخیر حصہ میں جناب نے شجرۂ طریقت بھی بزرگوں کے لکھے ہیں۔ آپ قادری طریقہ کے نہایت زبردست اور
کامل و مکمل بزرگ گذرے ہیں۔ جناب کے ان ملفوظات پڑھنے اور ان ہدایات پر عمل کرنے سے خدا کا رستہ
نہایت آسانی سے ملتا ہے۔ طالبان مولا کو اسے ضرور پڑھنا چاہئے قیمت ۔۔ ۔۔ ۴ر

مرآۃ العارفین مترجم

یہ کتاب عربی تصنیف لطیف جگر گوشہ رسول مقبول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و نور دیدہ علی المرتضیٰ
جناب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی راہ سلوک میں ہے۔ جناب امام علیہ السلام نے طریق سلوک کو
عمدگی سے بتایا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ عربی کے نیچے ساتھ ساتھ ہے۔ خوبی اور برکت پڑھنے سے معلوم
ہوتی ہے۔ نہایت عمدہ لکھائی اعلےٰ چھپائی۔ کاغذ نفیس پر چھپوائی ہے قیمت ۔۔ ۴ر

اردو ترجمہ کتاب نور الہدیٰ ۔ اردو ترجمہ کتاب کشف الاسرار

یہ ہر دو رسالے سلطان باھو کی قابل دید تصنیف ہیں قیمت ۔ نمبر ۱ ۔ ۴ر ۔ قیمت نمبر ۲ ۔ ۴ر

اُردو ترجمہ کتاب

فوائد الفوائد

جلدِ اوّل

یعنی ملفوظاتِ حضرت محبوب الٰہی

مرتّبہ

حضرت امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خواجہ راستین الملقب برحمۃ للعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع والہدیٰ والدین
(اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک زندہ رکھے۔ اللہ مسلمانوں کو آپ سے مستفیض کرے) کے یقین کے نہاں خانے
الیقین کے خزانے سے یہ غیبی جواہرات اور لاریب پھول جمع کئے گئے ہیں۔ جو کچھ آپ کی زبانِ مبارک
سے سُنا۔ خواہ بعینہٖ انہیں لفظوں میں یا اس کا مطلب کسی اور عبارت میں اپنی مختصر فہم کے مطابق
لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس مجموعے سے دردمند دلوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے اس کا نام "فوائد
الفوائد" رکھا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ✦

اتوار کے روز تیسری ماہِ شعبان سنہ ۷۰۷ ہجری کو بندۂ گنہگار امید وار "حسن علاء سنجری" کو جوان معانی کا جمع
ہوا ہے۔ اس شاہِ فلک جاہ ملک دستگاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت اس قطبِ آفتاب
ضمیر کی بے نظیر نظروں میں معزز ہوا۔ اور چار ترکی کلاہ عنایت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک ✦

اسی روز مقررہ نمازوں چاشت کی نماز، شام کی نماز کے بعد کی چھ رکعتوں اور ایامِ بیض کے
روزوں کو لازم جانا ✦

زبانِ مبارک سے فرمایا۔ توبہ کرنے والا متقی یعنی پرہیزگار کے برابر ہوتا ہے متقی تو وہ جس سے عمر بھر
میں کوئی گناہ ظاہر نہ ہوا ہو۔ یا اس نے ساری عمر شراب نہ پی ہو۔ لیکن توبہ کرنے والا وہ ہے جس نے
گناہ کیا ہو۔ اور پھر اس سے توبہ کرلی ہو ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس حدیث کے مطابق دونوں برابر ہیں۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو ٭

پھر فرمایا جس نے گناہ اور نافرمانیاں کی ہوں۔ اور ان نافرمانیوں سے حظ اٹھایا ہو جب وہ توبہ کر کے طاعت کریگا۔ تو اُسے طاعت میں بھی حظ آئیگا۔ ممکن ہے۔ کہ طاعت کی راحت کا ایک ذرہ اُس کی نافرمانیوں کے سارے کھلیان کو جلادے ٭

پھر تھوڑی دیر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ مردانِ خدا اپنے تئیں چھپائے رکھتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ انہیں ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا۔ خواجہ ابوالحسن نوری نَوَّرَ اللہُ مَضجعہٗ مناجات میں عرض کیا کرتے تھے۔ کہ الٰہی استرنی فی بلادک بین عبادک اے پروردگار مجھے اپنے شہر میں اپنے بندوں کے مابین پوشیدہ رکھ۔ غیب سے آواز آئی یا ابا الحسن الحق لا یستره شیئ یعنے اے ابوالحسن! حق کو کوئی چیز نہیں چھپا سکتی۔ اور حق کبھی پوشیدہ نہیں رہتا۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ناگور کے علاقے میں حمید الدین نام ایک بزرگ تھے۔ ان سے سوال کیا گیا۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے؛ کہ بعض مشائخ جب تک زندہ رہتے ہیں تب تک تو مشہور رہتے ہیں۔ لیکن مرنے کے بعد ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا اور بعض وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں۔ فرمایا۔ جو زندگی میں اپنی شہرت کی کوشش کرتے ہیں۔ وفات کے بعد اُنکا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ اور جو زندگی کی حالت میں اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں ٭

پھر تھوڑی دیر مشائخ کبار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ ان کا مرتبہ ابدال سے بڑھکر ہوتا ہے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک شخص شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں آیا۔ تو دروازے پر ایک شخص کو پڑا ہوا پایا۔ جو خستہ حال اور ٹوٹے پاؤں والا تھا۔ اس شخص نے شیخ صاحب کی خدمت میں اس شخص کی بابت عرض کی۔ اور دُعا کی درخواست کی۔ فرمایا۔ اُس نے بے ادبی کی ہے پوچھا۔ کون بے ادبی۔ فرمایا۔ کہ وہ ابدال میں سے ہے۔ کل ایک یہ اور دو اور اس کے ہمراہی ہوا میں اڑتے جارہے تھے۔ جب ہماری خانقاہ کے برابر آئے۔ تو اس کا ایک یار خانقاہ سے منحرف ہو گیا۔ اور ادب کی وجہ سے بائیں طرف ہو کر گذر گیا۔ اور دوسرا دائیں طرف۔ یہ بے ادبی کر کے اوپر سے گذرا جس کی وجہ سے یہ گر پڑا ٭

پھر اسی موقعہ پر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ عید کی رات اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے۔ اور مردانِ غیب میں سے چار آدمی حاضرِ خدمت تھے۔ اِن میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کہ تم صبح عید کی نماز کہاں ادا کرو گے؟ اُس نے کہا۔ مکہ مبارک میں۔ بعد ازاں دوسرے سے پوچھا۔ اُس نے کہا مدینہ معظم میں۔ تیسرے سے پوچھا۔ اُس نے کہا بیت المقدس میں۔ چوتھے

سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ بغداد ہی میں خواجہ صاحب کی خدمت میں چوتھے کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ "انت ازھدھم و اعلمھم و افضلھم" تو ان میں سے سب سے بڑھکر زاہد۔ عالم اور افضل ہے ٭

پھر تھوڑی دیر کے لئے تزکیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ مرد کا کمال چار چیزوں سے ہوتا ہے۔ کم کھانا۔ کم بولنا۔ لوگوں سے کم میل جول کرنا اور کم سونا ٭

پھر وجد اور اجتہاد کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو اس بارے میں یہ دو شعر پڑھے ؎

گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں ‏ ‏ بندہ را اجتہاد باید کرد

نامہ کاں را بشر خواہی خواند ‏ ‏ ہم از اینجا سواد باید کرد

جمعہ کے روز آٹھویں ماہ شعبان [illegible] ہجری کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میرا ایک غلام بلیغ نام تھا۔ اسے میں نے خواجہ صاحب کے روبرو ارادت کے شکرانے میں آزاد کیا۔ اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اسی وقت اس غلام نے جناب کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور بیعت سے مشرف ہوا۔ اس اثنا میں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اس راہ میں خواجگی اور غلامی کی کوئی تمیز نہیں جو عالم محبت میں راست آتا ہے۔ اسی کا کام بنجاتا ہے ٭

پھر فرمایا۔ کہ غزنی میں ایک پیر کا ایک غلام زیرک نام تھا۔ وہ غلام نہائیت صادق اور صالح تھا۔ جب اس پیر کا آخری وقت نزدیک آپہنچا۔ تو مریدوں سے پوچھا۔ کہ میرا قائم مقام کون ہو؟ سب نے کہا۔ زیرک۔ اس پیر کے چار لڑکے تھے۔ اختیار۔ اجلد۔ اتبا۔ اور اجلا۔ زیرک نے عرض کی۔ کہ اے خواجہ مجھے آپ کے فرزند آپ کا قائم مقام نہیں ہونے دینگے۔ انہیں ضرور مجھ سے دشمنی ہوجائیگی۔ پیر نے کہا۔ تو اطمینان سے بیٹھ۔ اگر وہ تجھ سے جھگڑا کرینگے تو میں انکی شرارت تجھ سے رفع کردوں گا۔ الغرض جب پیر کا وصال ہوگیا۔ تو زیرک اسکا قائم مقام ہوا۔ پیر کے لڑکوں نے جھگڑا شروع کیا۔ کہ تو ہمارا غلام ہوکر ہمارے باپ کا قائم مقام بنتا ہے۔ جب معاملہ حد سے گذر گیا۔ تو زیرک پیر کے روضہ پر آیا۔ اور کہا۔ اے خواجہ! آپ نے کہا تھا۔ کہ اگر میرے لڑکے تجھ سے جھگڑینگے تو میں انکا شر تجھ سے رفع کروں گا۔ اب وہ میرے ایذا کے درپے ہیں۔ سو آپکو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہئے۔ یہ کہکر اپنے مقام پر واپس آگیا۔ انہیں دنوں کافر غزنی پر حملہ آور ہوئے۔ لوگ لڑائی کے لئے باہر نکلے۔ وہ چاروں لڑکے بھی لڑائی میں شامل تھے۔ سو چاروں مارے گئے۔ اور وہ مقام بلا روک ٹوک زیرک کو ہی ملا۔ بلیغ مذکور کو مرید کرنے کے بعد دوگانہ نماز کے لئے فرمایا۔ آنجناب سے پوچھا۔ کہ اس دوگانے کی نیت کیسے کرنی چاہئے عرض کی نفی ماسوی اللہ کے لئے ٭

پندرھویں ماہ شعبان سن مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوالق آکر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اسی وجہ سے ایسے لوگوں کو شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا

کی خدمت میں حاضر ہونیکا کم موقع ملتا تھا۔ لیکن شیخ الاسلام فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر قسم کے درویش وغیرہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ عام لوگوں ہی میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا بہت سیر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جوالقیوں کے ایک گروہ کے پاس جا نکلے۔ اُن کے درمیان بیٹھ گئے۔ وہاں پر نور جمع ہو گیا۔ جب اچھی طرح غور کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ انہیں میں سے ایک سے نور نکل رہا ہے۔ اُس کے پاس جا کر آہستہ سے پوچھا۔ کہ ان لوگوں میں تو کیا کرتا ہے۔ جوابدیا۔ اسواسطے کہ تجھے معلوم ہو جاوے۔ کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں پھر اسی بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگوں نے ایک گروہ میں اسی بابت پوچھا۔ ایک کو دیکھا۔ جو دو رکعت میں قرآن شریف ختم کرتا تھا۔ وہ بزرگ حیران رہ گیا۔ اور دل میں کہا۔ کہ اس مسکن میں کہ یہ مرد رہتا ہے۔ اس قسم کی عبادت واقعی تعجب کے قابل ہے۔ اس کام میں کس طرح مستقیم رہ سکتے ہیں۔ الغرض جب ان سے آگے چلا گیا۔ تو پھر دس سال بعد انہیں لوگوں کے پاس آیا۔ تو پھر اس شخصکو ویسا ہی پایا۔ تو پھر کہا۔ کہ اب مجھے حقیقتاً معلوم ہو گیا ہے کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں ۔

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ شعبان سن مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آپنے پوچھا کہ عشائین کے مابین جو چھ رکعت کے لئے میں نے کہا ہوا ہے۔ ادا کرتا ہے۔ عرض کی جناب کرتا ہوں بعد ازاں ایام بیض کے روزوں کی بابت پوچھا۔ کہ روزے رکھتا ہے۔ عرض کی جناب رکھتا ہوں۔ پھر چاشت کی نماز کی بابت پوچھا۔ عرض کی۔ ادا کرتا ہوں۔ بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت کی بابت فرمایا۔ اس روز سعادت پر آور سعادت ختم ہوئی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ۔

جمعہ کے روز پانچویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو نماز سے پہلے قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا فرمایا۔ نماز سے پہلے برخلاف قاعدہ آنے کی کیا وجہ تھی؟ عرض کی۔ کہ تراویح کی نماز مولانا ظہیر الدین حافظ سلمہ اللہ تعالٰے پڑھایا کرتے ہیں۔ وہ ہر رات تین سیپارے ختم کرتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ متواتر دس راتیں ان کے پیچھے نماز ادا کروں۔ تاکہ قرآن مجید کے ختم کا ثواب ملے۔ اگر اجازت ہو۔ تو جمعہ کی نماز کے بعد واپس آؤں۔ تاکہ تراویح ادا کی جاوے۔ فرمایا۔ بہتر ۔

بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک رات شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی ہے۔ جو آج رات دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین میں سے کوئی متکفل نہ ہوا۔ تو خود امام بنکر پہلی رکعت میں ایک ختم اور چار سیپارے اور پڑھے۔ اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھکر نماز ختم کی ۔

پھر ایک اور حکائیت بیان فرمائی۔ کہ شیخ بہاؤالدین زکریاؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ورد اور نماز وغیرہ جو کچھ مَیں نے سُنا کیا۔ لیکن ایک چیز مجھ سے نہ ہو سکی۔ وہ یہ کہ مَیں نے سُنا۔ کہ ایک بزرگ صبح سے لیکر سورج نکلنے تک قرآن مجید ختم کرتا ہے۔ بہتیرا زور مارا۔ لیکن مجھ سے نہ ہو سکا۔

اسی موقعہ پر ایک اور حکائیت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کعبہ مبارک کا طواف کر رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا۔ اور اُس کے پیچھے پیچھے طواف کرنا شروع کیا۔ جہاں پر وہ قدم رکھتا وُہیں آپ رکھتے۔ اس مرد کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہا ظاہری متابعت کیا کرتا ہے۔ اگر کرنی ہے۔ تو باطنی کر۔ قاضی صاحب نے پوچھا۔ آپ کیا کرتے ہیں؟ کہا میں ہر روز سات سو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ قاضی صاحب نہایت متعجب ہوئے۔ اور خیال کیا۔ کہ شاید قرآن کے معنے اس کے دل پر گذرتے ہونگے۔ اور خیال میں پڑھتا ہو گا۔ اُس مرد نے مُڑ کر دیکھا۔ اور کہا لفظاً نہ کہ خیالاً۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم فرمائی تو اعزالدین علی شاہ سلمہ اللہ تعالےٰ نے جو آپکا ایک خاص مرید تھا۔ سوال کیا۔ کہ شاید یہ کرامت ہے۔ فرمایا ہاں جو بات عقل میں نہیں آ سکتی۔ وہ کرامت ہی ہوتی ہے۔

پھر اطاعت مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز کی بابت جو کچھ مجھے پہنچا۔ وہ سب میں نے کیا۔ یہاں تک مجھے معلوم ہوا۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معکوس نماز ادا کی۔ میں نے بھی جاکر اپنے پاؤں رسی سے باندھے۔ اور سرنگوں ایک کنوئیں میں لٹک گیا۔ اور اسی طرح نماز ادا کی۔ جب یہ حکائیت ختم۔ تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص کسی رتبے پر پہنچا۔ وہ حسن عمل سے پہنچا ہے۔ فضل الٰہی تو ہوتا ہے۔ لیکن اپنی طرف سے بھی کوشش کرنا ضروری ہے۔

جمعہ کے روز پانچویں ماہ شوال سن مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت ترک اور تجرید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک درویش نہایت مفلس اور مسکین مارے بھوک کے پیٹ پکڑ کر راہ چل رہا تھا۔ خواجہ محمد بٹوہ نے جو میرا یار ہے۔ اس نے ایک دانگ اُس کے سامنے رکھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ مَیں نے آج بھوسی پیٹ بھر کر کھائی ہے۔ کھانے کی طرف سے بے پرواہ ہوں۔ آج مجھے اس دانگ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے اُس کے صدق کی غیبت کی بابت تعجب کیا۔ اور فرمایا۔ کہ واہ کیا ہی قناعت۔ قوت۔ اور صبر ہے۔

پھر اسی موقعہ پر قناعت اور غیر حق سے طمع نہ کرنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ شیخ علی نام اپنا خرقہ سی رہا تھا۔ پاؤں دراز کئے ہوئے تھے۔ اور اُن پر خرقہ ڈال کر بخیہ کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں اسے کہا گیا۔ کہ خلیفہ وقت آ رہا ہے۔ اُس نے ذرا پرواہ نہ کی۔ اور اسی طرح بیٹھا رہا۔ اور کہا آنے دو۔ خلیفہ نے آکر سلام کیا۔ اور بیٹھ گیا۔ شیخ نے سلام کا جواب کہا۔ مگر دربان نے جو خلیفہ کے ہمراہ تھا درویش کو

کہا۔ کہ پاؤں سمیٹ لو۔ شیخ نے اسکی بات کی ذرا پرواہ نہ کی۔ چنانچہ دو تین مرتبہ دربان نے کہا۔ غرض جب خلیفہ واپس جانے لگا۔ تو شیخ نے ایک ہاتھ دربان کا اور ایک خلیفہ کا پکڑ کر کہا۔ کہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں۔ اسلئے جائز ہے۔ اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں یعنی مجھے تم سے کسی قسم کی طمع نہیں۔ اور نہ میں کچھ لیتا ہوں۔ چونکہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں۔ اسلئے اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں۔ تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

پھر سلوک کے اصول کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک شخص خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ اور مرید ہو کر خواجہ صاحب کے حکم کا منتظر تھا۔ کہ اب مجھے نماز یا ورد بتلاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے صرف یہ کہا۔ کہ جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ وہ اوروں کے لئے بھی پسند نہ کر۔ اور اپنے لئے اسی بات کی خواہش کر۔ جس کی اوروں کے لئے خواہش کرتا ہے۔ مدت بعد جب وہ شخص پھر حاضر خدمت ہوا۔ تو عرض کی۔ کہ میں فلاں روز آپ کا مرید ہوا تھا۔ اور منتظر تھا۔ کہ آپ مجھے نماز یا ورد کی بابت فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ اب بھی میں اسی بات کا منتظر ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اس روز تجھے کیا سبق دیا گیا تھا۔ مرید حیران رہ گیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ اس روز میں نے کہا تھا۔ کہ جو بات اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کے لئے بھی نہ کر۔ اور اپنے لئے اسی بات کی خواہش کر جس کی اوروں کے لئے کرتا ہے۔ چونکہ تو نے پہلا سبق یاد نہیں کیا۔ اب میں دوسرا سبق کس طرح سکھلاؤں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک پارسا بزرگ بارہا کہا کرتا تھا۔ کہ نماز۔ روزہ۔ ورد اور وظیفہ تو بمنزلہ مصالح ہے۔ دیگ میں اصلی چیز تو گوشت ہے۔ جب گوشت ہی نہ ہوگا۔ تو مصالح کس کام۔ پوچھا گیا۔ کہ آپ یہ بات بارہا فرماتے ہیں۔ لیکن اس کی تشریح نہیں فرماتے۔ فرمایا۔ گوشت دنیا کا ترک کرنا ہے۔ اور نماز روزہ ورد اور تسبیح سب کچھ مصالح ہے۔ مرد کو چاہیئے۔ کہ پہلے تارک الدنیا ہو۔ اور کسی سے تعلق نہ رکھے۔ خواہ اسمیں نماز۔ روزہ وغیرہ پایا جاتا ہو۔ یا نہ۔ کچھ ڈر نہیں۔ لیکن جب دل میں دنیا کی دوستی ہوگی۔ تو ورد وظیفے وغیرہ کچھ فائدہ نہ دینگے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اگر گھی مرچ۔ مصالح وغیرہ دیگ میں ڈالا جائے۔ اور صرف پانی ڈالکر شوربا پکایا جائے۔ تو اُسے شوربا نہ کہیں گے بلکہ (؟) ... شوربائے زور یعنے جھوٹا شوربا کہتے ہیں۔ اصلی شوربا وہی ہوتا ہے جو گوشت سے تیار کیا جائے۔ خواہ اسمیں مصالح ہو یا نہ ہو۔

بعد ازاں ترک دنیا کی دوستی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ دنیا کی ترک سے یہ مراد نہیں۔ کہ انسان اپنے تئیں ننگا رکھے۔ اور لنگوٹا باندھ بیٹھ جائے۔ بلکہ دنیا کی ترک اس بات کا نام ہے۔ کہ لباس بھی پہنے۔ اور کھائے بھی۔ لیکن جو کچھ اُسے ملے اُس کی طرف راغب نہ ہو۔ اور نہ اُس سے دل لگائے۔

جمعہ کے روز انیسویں ماہِ شوال سن مذکور کو نماز کے بعد پابوسی کا سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت تصوف کے آداب مشائخ کے اشارات اور ان کے حالات واصطلاحات کے اخذ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین بسطامی شیخ الاسلام حضرت وہیں رہ اہل صفہ کی رسموں اور اُن کے آداب اچھی طرح جانتے تھے۔ یہاں تک کہ جس لوٹے کو آپ استعمال کرتے اُس کے چار کونے تھے۔ یعنی چار مقام سے اُسے پکڑ سکتے تھے۔ وہاں پر ایک بزرگ تھا۔ اس نے کہا۔ اس لوٹے کو لقمانی لوٹا کہتے ہیں۔ شیخ جمال الدین بسطامی علیہ الرحمۃ نے پوچھا کیسے کہا کہ اسے ایک بزرگ شیخ لقمان خرقسی نام تھا۔ اس کے مناقب بیشمار ہیں۔ ایک مرتبہ اس سے جمعہ کی نماز یا اور کوئی شرعی کام فوت ہو گیا۔ تو اس شہر کے تمام امام اس سے محاسبہ لینے کیلئے باہر آئے۔ اسے کہا گیا۔ کہ شہر کے امام تجھ سے بحث کرنے آئے ہیں۔ شیخ نے پوچھا۔ سوار آرہے ہیں یا پیدل۔ کہا۔ سوار۔ اسوقت شیخصاحب دیوار پر بیٹھے تھے۔ دیوار کو کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے چلدے۔ دیوار فوراً روانہ ہوئی۔ مقصود یہ کہ شیخ لقمان نے ایک مرتبہ مرید سے پانی کا لوٹا مانگا۔ اُس نے لا دیا لیکن پکڑنے کے لئے اس میں کوئی مقام نہ تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ کوزہ ایسا ہونا چاہیئے جس میں پکڑنے کی جگہ ہو۔ مرید نے یک گوشہ کوزہ تیار کیا۔ اور پکڑ کر شیخصاحب کو دیا۔ اور فرمایا۔ یہ تو نے پکڑا ہے۔ میں کہاں سے پکڑوں۔ مرید دوگوشہ کوزہ تیار کر کے لایا۔ ایک گوشہ اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اور دوسرا شیخصاحب کی طرف کیا۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ یہ دونوں تو تیرے پکڑنے کے لئے ہیں۔ میں کہاں سے پکڑوں۔ جاؤ سہ گوشہ بنا کر لاؤ۔ مرید نے سہ گوشہ بنایا۔ دو گوشے اپنے ہاتھ سے پکڑے۔ اور تیسرا اپنے سینے کی طرف رکھا۔ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ چار گوشہ بنا کر لاؤ۔ چار گوشہ بنا کر لایا۔ اسواسطے اس قسم کے کوزے کو لقمانی کوزہ کہتے ہیں ✦

مجلس ۱۱

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ شوال سن مذکور کو نماز کے بعد پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُس وقت نماز اور امام اور مقتدیوں کے حضور کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا۔ کہ حضور کا شروع یہ ہے۔ کہ نمازی جو کچھ پڑھے۔ دل میں اُس کے معنوں کا خیال کرلے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کا ایک مرید حسن افغان تھا۔ جو صاحب ولایت اور نہایت بزرگ تھا۔ چنانچہ شیخ بہاؤالدین فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر قیامت کو مجھ سے پوچھا جائیگا۔ کہ ہماری بارگاہ میں کیا لایا ہے۔ تو میں کہوں گا حسن افغان کو لایا ہوں۔ ایک دفعہ یہی حسن افغان گلی میں سے گذر کر مسجد گیا۔ مؤذن نے اذان کہکر تکبیر کہی۔ اور امام بنا۔ اور لوگ مقتدی بنے۔ خواجہ حسن نے بھی اقتدا کیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس چلے گئے۔ تو آہستہ سے

امام سے پوچھا۔ کہ جب تو نے نماز شروع کی۔ تو میں تیرے ساتھ تھا۔ تو یہاں سے دہلی پہنچا۔ اور غلام خریدے۔ اور واپس آیا۔ اور پھر ان غلاموں کو خراسان لے گیا۔ اور وہاں سے پھر ملتان آیا۔ میں تیرے پیچھے مارا مارا پھرا ہوں۔ آخر تو ہی کہو کہ نماز اسی کو کہتے ہیں ٭

بعد ازاں اس کی بزرگی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں مسجد بنائی۔ خواجہ حسن وہاں پہنچے۔ تو اہل عمارت کو کہا۔ کہ محراب اس سمت رکھو۔ کیونکہ قبلہ اس طرف ہے۔ وہاں پہ ایک دانشمند تھا۔ اس سے اس بارے میں جھگڑا ہو پڑا۔ اس نے کہا۔ نہیں قبلہ اور طرف ہے۔ آخر دیر کے جھگڑنے کے بعد خواجہ حسن نے فرمایا۔ اچھا جس طرف میں کہتا ہوں۔ ادھر ذرا نگاہ تو کرو۔ اس دانشمند نے غور سے نظر کی۔ تو کعبہ دکھائی دیا۔ بعد ازاں اس کے احوال کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا۔ لوگ آکر تختی یا کاغذ اس کے سامنے رکھتے۔ جن پر کچھ نثر۔ کچھ نظم۔ کچھ عربی اور کچھ فارسی میں لکھی ہوتی۔ اور ان سطروں میں ایک سطر قرآن شریف کی لکھتے۔ اور اس سے پوچھتے۔ کہ ان سطروں میں قرآن مجید کی کونسی سطر ہے۔ تو وہ بتا دیا کرتا۔ پوچھتے کہ تو نے قرآن تو پڑھا نہیں۔ پھر کس طرح تمیز کر لیتے ہو۔ کہتا۔ کہ اس سطر میں مجھے دینی نور دکھائی دیتا ہے جو اور سطروں میں نہیں پایا جاتا ٭

پھر نماز میں استغراق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک مرد خواجہ کریم نام پہلے دہلی میں حال نویس تھا۔ اور آخر تارک الدنیا ہو کر واصل بنا۔ وہ بارہا کہا کرتا تھا۔ کہ جب تک میری قبر دہلی میں ہے۔ کوئی کافر اس پہ غالب نہیں آئے گا۔ اس کی نماز کے حضور کی بابت فرمایا۔ کہ ایک روز دروازہ کمال کے پاس شام کی نماز میں مشغول تھا۔ اِن دنوں ہیواتیوں کی دھوم تھی کوئی شخص بے وقت اس دروازے کے اِرد گرد نہ پھٹکتا۔ خواجہ صاحب نماز میں مشغول تھے۔

حضورِ نماز

اور آپ کے یار دروازے پر کھڑے آوازیں دے رہے تھے۔ کہ جلدی شہر میں چلے آؤ۔ دربانوں نے بھی غلبہ کیا۔ الغرض جب خواجہ صاحب نے نماز ادا کی۔ اور وہاں سے واپس آ گئے۔ تو آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کوئی آواز بھی سُنی تھی۔ فرمایا۔ نہیں۔ کہا۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ ہم نے اتنا شور مچایا۔ اور آپ نے سُنا تک نہیں۔ فرمایا تعجب تو اس پر ہے۔ جو نماز میں مشغول ہو۔ اور کسی کا شور سنے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب سے خواجہ کریم اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر عمر بھر درم و دینار کو ہاتھ نہ لگایا ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے ترک دُنیا اور اُس کی لذتوں کے بارے میں فرمایا۔ کہ ہمت بلند رکھنی چاہئے۔ اور دُنیا کی آلائشوں میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ حرص و شہوت چھوڑ دینی چاہئے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

یک لحظہ ز شہوتے کہ داری برخیز — تا بنشیند ہزار شاہد در پیش ٭

پانچویں ماہ ذیقعد سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پوچھا۔ مقرر تو جمعہ کا دن تھا۔ آج کیسے آنا ہوا۔ میں نے عرض کی۔ کہ سعادت نے آج ہی رخ دکھلایا۔ جسوقت سعادت ہوتی ہے۔ یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ فرمایا۔ بہتر۔ جو غیب سے ہوتا ہے۔ اچھا ہوتا ہے ٭

بعد ازاں صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ صحبت کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے بعد ازاں ترک دنیا کے بارے میں غلو کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب کسی ادنٰے چیز کو چھوڑا جاتا ہے۔ تو ایک شریف چیز ضرور ملتی ہے ٭

منگل کے روز دسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی مولانا حسام الدین حاجی اس کے یار مولانا تاج الدین۔ مولانا جمال الدین اور اور اصحاب حاضر خدمت تھے کھانا لایا گیا۔ فرمایا۔ جو روزہ دار نہیں۔ وہ کھائے۔ ان میں سے بہت سے ایام بیض کی وجہ سے روزے سے تھے۔ صرف دو تین آدمی روزے سے نہ تھے۔ انہیں کھانا دیا گیا ٭

پھر فرمایا۔ کہ جب عزیز آئیں۔ تو انہیں کھانا لا دینا چاہیے۔ اور کسی سے یہ نہیں پوچھنا چاہیئے کہ تو روزے سے ہے۔ یا نہیں۔ کیونکہ اگر روزے سے نہیں ہوگا۔ تو خود کھا لیگا۔ نہ پوچھنے میں یہ حکمت ہے۔ کہ اگر وہ کہے۔ تو ریا پایا جاتا ہے۔ اگر روزے سے ہے اور صادق اور راسخ ہے۔ تو کہے گا۔ کہ ہاں روزے سے ہوں۔ اسوقت اس کی طاعت علانیہ دفتر میں لکھی جائیگی۔ اگر کہے۔ کہ میں روزے سے نہیں۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر چپ رہے۔ تو سائل کی تحقیر پائی جاتی ہے ٭

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نیک مردوں کے قدموں کی برکت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جو مقام مروج ہے۔ وہ بزرگوں کے یمن قدم سے ہے۔ جیساکہ جامع مسجد دہلی۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کسی مقام میں بزرگوں کا قدم مبارک پڑتا ہے۔ وہ آرام دِہ ہو جاتا ہے۔ اسی اثنا میں فرمایا۔ کہ میں نے محمود کبیر سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا۔ کہ میں نے ایک صبح ایک بزرگ کو دیکھا۔ کہ جامع مسجد کے ملمعی کنگروں پر جو محراب کے طاق پر ہیں۔ چڑھتا اترتا تھا۔ اسقدر جلدی جیسے پرندے میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ جب صبح ہوئی۔ تو کنگرے سے اترا۔ میں نے آگے جاکر سلام کیا۔ کہا۔ دیکھا تھا۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ کہا۔ کسی سے نہ کہنا۔ اسی اثنا میں میں نے عرض کی۔ کہ بہت سے بزرگ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ اگر بھید ظاہر کریں۔ تو محروم رہ جائیں۔ اور اور بھید کے لائق نہ رہیں۔ جب کسی سے راز کہا جائے۔ اور وہ دوسرے کے پاس ظاہر کردے۔ تو اس سے اور کوئی بھید نہیں کہنا چاہیئے۔ میں نے عرض کی۔ کہ یہ کیا بات ہے کہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بارہا ایسی باتیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا۔ اس وقت اولیاء

شوق کے غلبات میں ہوتے ہیں۔ اور سکر کی وجہ سے کچھ کہہ دیتے ہیں۔ لیکن جو کامل ہیں۔ ان سے کسی قسم کا بھید ظاہر نہیں ہونے پایا۔ بعد ازاں یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ حوصلہ وسیع ہونا چاہیئے۔ جو اسرار کے قابل ہو سکے۔ اس بات والے سب اہل صحو ہوتے ہیں۔ بندے نے پوچھا۔ کہ آیا اصحاب سکر کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ یا اصحاب صحو کا۔ فرمایا اصحاب صحو کا ٭

بدھ کے روز چودھویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ دعا کے قبول ہونے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو طاعت یا ورد کسی صاحب نعمت کی زبانی قبول کیا جائے۔ اس کے ادا کرنے میں راحت ہوتی ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ چند ورد ہیں۔ جو میں نے اپنے اوپر لازم کر دیئے ہیں۔ اور چند اوراد مجھے اپنے پیر سے ملے ہیں۔ دونوں قسم کے وردوں کے ادا کرتے وقت جو راحت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں زمین آسمان کا فرق ہے ٭

بعد ازاں ترک اختیار کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ یعنی اپنے اختیار سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ دوسرے کا محکوم ہونا اپنا خود حاکم بننے کی نسبت بہتر ہے ٭

پھر فرمایا۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رح جمعہ کے روز نماز کے لئے خانقاہ سے نکلے۔ تو مریدوں کو پوچھا کہ جامع مسجد کی راہ کونسی ہے۔ اور وہاں کس طرح جانا چاہیئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ یہ راستہ ہے۔ آپ سے پوچھا۔ کہ اتنی مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے گئے ہیں۔ اور راستہ معلوم نہیں۔ فرمایا۔ جانتا تو ہوں۔ لیکن اسواسطے پوچھا ہے۔ تاکہ میں کسی کا محکوم ہو جاؤں۔ بعد ازاں ترک وطن اور محبت محل وغیرہ کی بابت وعظ و نصیحت فرمائی۔ اور یہ شعر پڑھے ؎

دشت و کہسار گیر ہمچو وحوش ۔۔۔ خانماں را بجاں بگر بہ وہوش

قوت عیسیٰ چو از آسماں سازند ۔۔۔ ہم چو بداں جانش خانہ بردارند

خانہ راگر برائے قوت کنند ۔۔۔ مور و زنبور و عنکبوت کنند

اتوار کے روز تیسری ماہ محرم سنہ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ طاعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ طاعت لازمی اور متعدی ہے۔ لازمی وہ ہے جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے۔ اور یہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ ورد اور تسبیح ہے۔ متعدی وہ ہے جس سے اوروں کو فائدہ پہنچے انفاق شفقت۔ غیر کے حق میں مہربانی کرنا وغیرہ اسے متعدی طاعت کہتے ہیں۔ اس کا ثواب بیشمار ہے۔ لازمی طاعت میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ قبول ہو۔ لیکن متعدی طاعت خواہ

کسی طرح کیجائے۔ ثواب ملجاتا ہے۔ واللہ الموفق ٭

جمعرات کے روز ساتویں ماہ مذکور سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اسوقت وِلایت اور وَلایت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا۔ کہ شیخ میں وِلائیت اور وَلائیت دونوں ہوتی ہیں۔ وَلایت تو یہ ہے۔ کہ مریدوں کو خدا رسیدہ کرے۔ اور طریقت کے اداب سکھلائے اور جو کچھ اس کے اور خلقت کے مابین ہے۔ اسے وِلایت کہتے ہیں۔ لیکن جو اس کے اور مولا کے مابین ہے۔ وہ ولائیت ہے۔ اور وہ خاص محبت ہے۔ اور جب شیخ دُنیا سے انتقال کر جاتے۔ تو وَلایت اپنے ساتھ لیجاتے۔ لیکن ولائیت کسی کو سکھا جائے۔ اور جسے چاہے دے۔ اگر وہ خود نہ دے تو اللہ تعالے کسی کو دے دیتا ہے۔ لیکن ولائیت ضرور اپنے ہمراہ لے جاتے۔ اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو کسی اور بزرگ کے پاس بھیجا۔ اور پوچھا کہ اس رات جہاں میں کیا گذرا۔ کہلا بھیجا۔ کہ گذشتہ رات شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز مہینہ میں انتقال فرما گئے۔ پھر اُس بزرگ نے پچھوا بھیجا۔ کہ اُس کی ولائیت کسے دی گئی ہے۔ کہا اس کی مجھے خبر نہیں۔ جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ اس کی اطلاع دیدی ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا ہے کہ وہ ولائیت شمس العارفین علیہ الرحمتہ کو دی گئی ہے۔ وہ شمس العارفین کے دروازے پر آئے۔ تو انہوں نے گفتگو کرنے سے پہلے ہی کہدیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے کئی شمس العارفین ہیں معلوم نہیں کس شمس العارفین کو ولایت دیگئی ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کی حکائیت بیان فرمائی۔ کہ جب وہ تحصیلِ علم کے لئے مدرس کے پاس گئے۔ تو مدرس نے پوچھا کہ کیا نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں۔ جواب دیا۔ میں تو نجیب الدین متاکل ہوں۔ متوکل کون ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں مدرس نے فرمایا۔ کہ کیا تم شیخ الاسلام فریدالدین کے بھائی ہو۔ کہا۔ ہاں۔ ظاہری تو ہوں لیکن معلوم نہیں باطنی بھی ہوں۔ یا نہیں ٭

پھر تھوڑی دیر اصحاب نعمت کی بخشش کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو اصحاب خدمت کے حق کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ ایک خواجہ صاحب نعمت و جوانمرد بھی تھا۔ کبھی کبھی قاضی عین القضاۃ کے پاس خرچ بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ قاضی صاحب نے کسی دوسرے سے کوئی چیز اپنی غرض کے لئے مانگی۔ جب اس خواجہ نے سُنا۔ تو ناراض ہوا اور قاضی صاحب پر بھی ناراضگی ظاہر کی۔ کہ آپ کسی اور سے کیوں مانگتے ہیں۔ اور یہ دولت کیوں اوروں کے نصیب کرتے ہیں قاضی صاحب نے لکھا۔ کہ مصلحت مترنج کے لئے چھوڑ۔ تاکہ دوسرے بھی یہ دولت حاصل کر سکیں تو اس شخص کی طرح نہ بن جو کہا کرتا تھا۔ کہ اے پروردگار! تو مجھ پر رحم کر۔ اور اسوقت کسی اور پر رحم نہ کر۔ اور نہ ہی ان میں کا ہو جن میں سے ایک نے کہا ہے ؎

ولایت اور ولایت میں فرق

آسے باغبان بیا و درباغ باز کن — چوں من درآئیم وبت من درفراز کن

اسی روز میرا (مؤلف کتاب) بھتیجا مرید ہوا۔ اور اسکا بھائی شمس الدین محلوق (سر منڈا ہوا) بنا۔ اسی

بیانِ شیخ عثمان سیوستانی کا حال

اسی روز شیخ جمال الدین کا دوہتا بھی مرید ہوا۔ مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالےٰ دوبارہ از سرِ نو محلوق ہوئے۔ اور شیخ عثمان سیوستانی علیہ الرحمۃ نے کلاہ کی درخواست کی۔ اور بھائی شمس الدین کو خرقہ ملا۔ وہ دن بہت ہی آرام کا دن تھا۔ اسی موقعہ پر شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب وہ شیخ کی خدمت میں آتے۔ تو سر جھکا لیتے۔ اسوقت شیخ صاحب فرماتے ؎

بحقیقت چراغ کشتہ شود — چوں بروں رفت از سرش روغن

۷۰۸ھ کے روز چھٹی ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو خضر آباد کے لشکر سے آکر قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا مردانِ غیب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ جس کو عالی ہمت۔ قابل اور صاحب طاعت و مجاہدہ دیکھتے ہیں لے جاتے ہیں۔ اسی اثناء میں زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ ایک جوان نصیر نام بداؤں میں رہتا تھا۔ اس سے میں نے سُنا۔ کہ وہ کہتا تھا۔ کہ میرا باپ ایک واصل مرد تھا۔ ایک رات اسے آواز دی گئی۔ تو باہر گیا۔ اندر سے میں نے صرف سلام علیکم کی آواز سُنی۔ اور یہ بھی سُنا۔ جو میرا باپ کہتا تھا۔ کہ میں فرزندوں اور اہلِ بیت کو وداع کر لوں۔ انہوں نے کہا۔ فرصت نہیں۔ بعد ازاں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ کہ وہ اشخاص اور میرا باپ کہاں گئے +

اسی موقعہ پر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ اسمیں لکھا ہے۔ کہ ہمارے زمانے میں ایک جوان قزوینی نام تھا جس کے گھر میں مردانِ غیب اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ نماز کے وقت خلقت صف باندھ کھڑی ہوتی۔ اور ایک شخص امامت کراتا۔ اور قرأت بڑی اونچی آواز سے سُنائی دیتی۔ اور بھی سب کچھ۔ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا۔ صرف قزوینی انہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیخ شہاب الدین فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ انہیں مردانِ غیب میں سے ایک نے قزوینی کے ہاتھ ایک مہرہ بھیجا۔ اور وہ میرے پاس ہے۔ اسی موقعہ پر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص علی نام تھا۔ اس دروازے پر ہر دفعہ مردانِ غیب آیا کرتے۔ اور کہا کرتے۔ السلام علیک خواجہ علی۔ چند مرتبہ اس نے یہی آواز سُنی۔ ایک دن وہ سب ملکر آئے۔ اور سلام علیک کہا۔ خواجہ نے کہا۔ مردو! تم سلام علیک ہی کہو گے۔ یا کبھی دکھائی بھی دو گے۔ اس کے بعد پھر اس نے آواز بھی نہ سُنی۔ میں نے (مؤلف کتاب) عرض کی۔ کہ شاید خواجہ علی نے گستاخی کی۔ فرمایا۔ بیشک خوش طبعی کی۔ تو اس دولت سے بھی محروم رہ گیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ مردانِ غیب آواز دیا کرتے ہیں۔ اور باتیں سُناتے ہیں۔ اور بعد ازاں ملاقات کرتے ہیں۔ اور پھر لے جاتے ہیں۔ اس حکایت کے آخیر پر زبان مبارک

سے فرمایا سو وہ کونسا مقام اور راحت ہے۔ جہاں پر اس بندے کو نہیں لیجاتے ٭

سوموار کے روز انیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ چلنے والا کمال کا امیدوار اور متلاشی ہوتا ہے۔ یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے کمالیت کا امیدوار ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک سالک ہوتا ہے۔ ایک واقف۔ اور ایک راجع۔ سالک وہ ہے۔ جو صرف رستہ چلے۔ واقف وہ ہے۔ جسے وقفہ پڑے۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ سالک کو بھی وقفہ پڑتا ہے۔ فرمایا۔ بیشک۔ جس وقت سالک سے طاعت میں کچھ فتور آجاتا ہے۔ اور وہ طاعت کے ذوق سے رُک جاتا ہے۔ تو اُسے وقفہ پڑ جاتا ہے۔ اگر جلدی اس سے واقف ہو کر توبہ کرے۔ تو پھر سالک بنتا ہے۔ ورنہ اسی حالت میں رہتا ہے۔ اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں اسے رجعت لاحق نہ ہو۔ اس راہ کی لغزش سات قسم کی ہوتی ہے۔ اعراض۔ حجاب۔ تفاصل۔ سلب مزید۔ سلب قدیم۔ تسلی اور عداوت۔ پھر ان قسموں کی تفصیل یوں فرمائی۔ کہ فرض کرو۔ دو دوست ہیں۔ جو آپس میں عاشق و معشوق ہیں۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہیں۔ اگر عاشق سے کوئی حرکت یا روک ظاہر ہو۔ جو اُس کے دوست کو ناپسند ہو۔ اور وہ اُس سے مُنہ پھیر لے۔ تو عاشق پر واجب ہے۔ کہ فوراً معافی مانگ لے۔ اگر ایسا کریگا۔ تو اس کا دوست راضی ہو جائے گا۔ اور کدورت اور اعراض (روگردانی) جاتی رہے گی۔ لیکن اگر وہ محب اسی خطا پر اصرار کرے۔ اور معافی نہ مانگے۔ تو اعراض حجاب میں بدل جائیگا۔ اور معشوق رُخ نہ دکھائے گا۔ اس موقعہ پر خواجہ صاحب نے تمثیل کے لئے آستین مبارک اٹھا کر چہرہ مبارک پر کرلی۔ اور فرمایا۔ کہ اس طرح حجاب کرلے گا۔ اس وقت محب کو واجب ہے۔ کہ عذر اور توبہ کرے۔ اگر نہ کرے گا۔ تو حجاب تفاصل (جدائی) میں بدل جائیگا۔ پس پہلے اعراض تھا جو معافی نہ مانگنے کے سبب حجاب ہؤا۔ اور پھر آہستہ آہستہ جدائی میں بدل گیا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے۔ تو سلب مزید ہو جاتا ہے۔ یعنی طاعت اور اوراد وغیرہ کی لذت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے۔ تو سلب مزید سلب قدیم میں بدل جائیگا۔ یعنی سلب مزید سے پہلے جو طاعت اور راحت اس میں تھی۔ وہ بھی لے لی جاتی ہے۔ پس اگر پھر بھی توبہ نہ کرے۔ اور معافی نہ مانگے۔ تو پھر سلب قدیم تسلی میں بدل جاتا ہے۔ یعنے پھر اس کے دل کو اس کی طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس کا کچھ خیال ہی نہیں کرتا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے۔ تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی محبت دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا ٭

سالک۔ واقف۔ راجع

سوموار کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ لوگوں کو کھانا کھلانا بڑی اچھی

بات ہے ۔ اسی اثنا میں فرمایا ۔ کہ خواجہ بزرگ شیخ رکن الدین کے فرزند خواجہ علی تاتاری کافروں کے جنگ میں گرفتار ہوئے ۔ اور چنگیز خاں کے پاس لائے گئے ۔ اس خاندان کا ایک مرید وہاں پر تھا جو وہاں صاحب مرتبہ تھا ۔ جب خواجہ علی کو اسیر دیکھا ۔ تو حیران رہ گیا ۔ دل میں اس کی رہائی کی تدبیر سوچنے لگا ۔ کہ کس طرح چنگیز خاں کے روبرو اس کا ذکر کروں ۔ اگر یہ کہوں ۔ کہ وہ بزرگ خاندانی ہے ۔ تو وہ نہیں مانیگا ۔ اسے کیا معلوم ۔ اگر ان کی طاعت اور عبادت کا ذکر کروں ۔ تو اس کا بھی اثر نہ ہوگا ۔ آخر بہت سوچ بچار کے بعد چنگیز خاں کے پاس گیا ۔ اور کہا ۔ اس شخص کا باپ بہت بزرگ مرد تھا ۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا ۔ اس کو چھوڑ دینا چاہیئے ۔ چنگیز خاں نے کہا ۔ کہ گھر کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا ۔ یا باہر کے لوگوں کو ۔ کہا گھر والوں کو تو ہر ایک کھلاتا ہے ۔ انسان اسے سمجھو جو دوسروں کو کھانا کھلائے ۔ فوراً حکم دیا ۔ کہ اسے چھوڑ دو ۔ اور خلعت دیکر معافی مانگو ۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ کھانا کھلانا تو تمام مذاہب میں پسندیدہ ہے ؀

خطرہ عزیمت اور فعل

بعد ازاں خطرہ ۔ عزیمت اور فعل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ تو فرمایا ۔ کہ اوّل خطرہ ہے ۔ یعنی وہ چیز جو دل میں گذرے ۔ اور بعد ازاں عزیمت ہے ۔ یعنی اسی اندیشے پر دل لگے ۔ اور پھر فعل ہے ۔ یعنی وہ ارادہ فعل میں بدلتا ہے ۔ بعد ازاں فرمایا ۔ کہ عوام کو جب تک فعل نہ کریں ۔ مواخذہ نہیں کیا جاتا ۔ لیکن خواص کو خطرہ کی صورت ہی میں مواخذہ کر لیتے ہیں ۔ اسواسطے ضروری ہے ۔ کہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کیطرف رجوع کرے ۔ اسواسطے کہ خطرہ ۔ عزیمت اور فعل سب اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے ہیں ۔ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی پناہ ڈھونڈے ؀

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ۔ کہ جو خیال میرے دل میں گذرا ۔ اس کے فعل کی مجھے تہمت لگی ۔ خواہ وہ فعل میں نے نہ ہی کیا ۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک صادق درویش آپ کی خانقاہ میں آیا ۔ تو آپ نے درویش کی حرمت کی ۔ افطار کے وقت اپنی لڑکی کو فرمایا ۔ اس کے واسطے پانی کا کوزہ لائے ۔ لڑکی نے نہایت ادب و عزت سے درویش کے سامنے پانی کا کوزہ رکھا ۔ شیخ ابوسعید کو لڑکی کا ادب نہایت پسند آیا ۔ دل میں خیال کیا ۔ کہ وہ کیسا ہی نیک بخت ہوگا جس کی یہ منکوحہ لڑکی بنیگی ۔ جب یہ خیال دل میں آیا ۔ تو حسن مؤذن کو جو خانقاہ کا خادم تھا ۔ بازار بھیجا ۔ کہ دریافت کرو ۔ کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے ۔ اس نے واپس آکر کہا ۔ کہ آج بازار میں ایسی بات سنی ہے جس کے سننے کی تاب کان نہیں لا سکتے شیخ صاحب نے فرمایا ۔ کہو ۔ عرض کی ۔ زبان زیب نہیں دیتی ۔ فرمایا ۔ جو سنا ہے کہدے ۔ حسن نے کہا ۔ کہ بازار میں ایک آدمی دوسرے کو کہہ رہا تھا ۔ کہ شیخ ابوسعید اپنی لڑکی کا نکاح کیا چاہتا ہے ۔ شیخ صاحب ہنس پڑے ۔ اور فرمایا ۔ کہ صرف دل میں یہ بات گذری تھی ۔ تو مجھے مواخذہ کیا گیا ہے ۔ جب خواجہ

صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے نیک آدمی تھے۔ فرمایا۔ بیشک اور میری تعریف کی ⁂

پھر استقامت توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص شراب سے توبہ کرلے۔ تو اُس کے پہلے ساتھی ضرور اس کی مزاحمت کرینگے۔ اور ہر مرتبہ اُسے اس مقام میں جہاں شراب نوشی کے مزے اُڑائے ہونگے۔ اُسے بلائینگے۔ اور اسے پھر شراب پلانے کی کوشش کرینگے لیکن یہ بات اسی وقت ہوسکتی ہے جبکہ اُس کے دل میں پہلے کچھ رغبت باقی ہو۔ لیکن اگر توبہ سے اس کا دل بالکل صاف ہوگیا ہے۔ تو کوئی ساتھی اُسکی مزاحمت نہیں کرسکتا ⁂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جس شخص کو لوگ بدکار کہیں۔ ضرور اس کا دل اُسی بدی کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن جب توبہ کرکے دل کو اس سے ہٹالے۔ اور پھر اسے بھولے سے بھی یاد نہ کرے۔ تو یہ استقامت توبہ کی علامت ہے۔ یعنی توبہ کرنے والا توبہ پر پکا ہے۔ نہ اُسے گنہگار کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ فاسق۔ لیکن اگر گناہ کی طرف مائل ہو۔ تو بیشک طلب میں اُس کی مزاحمت کرینگے۔ اور زبانی بھی اُس کے فسق کا ذکر کرینگے ⁂

پھر حیدریہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ وہ ترک بچہ اور صاحب حال درویش تھا۔ جب چنگیز خاں نکلا۔ تو کافروں نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ اِن دنوں اس نے یاروں کی طرف رُخ کیا۔ اور کہا کہ بھاگ چلو۔ وہ ضرور غالب آئینگے۔ پوچھا۔ تجھے کس طرح معلوم ہے فرمایا وہ ایک درویش کو اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ اور خود اس درویش کی پناہ میں ہیں۔ میں اس درویش سے کشتی لڑا۔ لیکن اس نے مجھے پچھاڑ لیا۔ اب حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ غالب آئیں گے۔ تم بھاگ جاؤ گے۔ بعد ازاں خود غار میں چھپ گئے۔ اور نظر سے غائب ہوگئے۔ انجام ویسا ہی ہوا۔ جیسا کہ کہا تھا۔ بعد ازاں اس حکایت کی تقریب میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ حیدریہ فقرا جو لوہے کے کڑے اور طوق ہاتھوں اور گلے میں پہنتے ہیں۔ کیا اس کی متابعت کرتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس پر تو ایک حالت طاری ہوتی تھی جس میں وہ گرم لوہا پکڑ کر اپنے ہاتھ سے کبھی طوق بناتا تھا۔ اور کبھی کڑے اور لوہا اُس کے ہاتھ میں موم کی طرح تھا۔ یہ گروہ اب کڑے تو پہنتے ہیں۔ لیکن وہ حالت نہیں ⁂

نقرۂ حیدریہ طوق و دستکش
آہنین در دست و گردن کے کشند +

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ زندگی اس بات کا نام ہے۔ کہ درویش ذکر حق میں مشغول رہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک درویش مبرک گرامی نام تھا۔ ایک اور درویش کو اس کی

زیارت کا اشتیاق ہؤا۔ اس درویش میں یہ کرامت تھی۔ کہ جو خواب دیکھتا۔ سچ ہوتا۔ اسکی تعبیر عین وہی ہوتی تھی۔ جو وہ دیکھتا تھا۔ جب اسے اشتیاق غالب ہؤا۔ تو زیارت کے لئے روانہ ہؤا۔ اثنائے راہ میں ایک منزل پر خواب میں سُنا۔ کہ میرک گرامی فوت ہوگیا ہے۔ صبح اُٹھکر کہا۔ افسوس میں نے اتنی راہ اسکی زیارت کے لئے قطع کی۔ اور وہ بھی مرگیا۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ چلو وہیں چلکر اُس کی قبر کی ہی زیارت کریں گے۔ وہاں پہنچکر پوچھنا شروع کیا۔ کہ میرک گرامی کی قبر کہاں ہے؟ سب نے کہا۔ کہ وہ تو زندہ اور صحیح سلامت ہے اور تم قبر کی بابت پوچھتے ہو۔ وہ درویش حیران رہ گیا۔ کہ میرا خواب جھوٹ کس طرح ہوگیا۔ الغرض میرک گرامی کے پاس جاکر سلام کہا۔ اُس نے وعلیکم السلام کہا۔ فرمایا۔ خواجہ تیرا خواب فی الواقع ٹھیک تھا اس واسطے کہ میں ہمیشہ یادِ خدا میں رہا کرتا تھا۔ آج اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول تھا۔ سو جہان میں ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ کہ میرک گرامی مرگیا ہے *

جمعرات کے روز تیرہ ماہ جمادی الثانی سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم تین مہینے روزے رکھتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ تین مہینے کونسے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ درویشی کے آداب تو یہ ہیں۔ کہ سال کا تیسرا حصہ روزوں میں گذارا جائے۔ یعنی سال میں چار مہینے روزے رکھنے چاہئیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو لوگ تین مہینے کے روزے رکھتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ دس محرم کے۔ دس ذی الحجہ کے اور دس اور متفرق روزے رکھتے ہیں۔ جو مل ملاکر سال کا تیسرا حصہ بنتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس قسم کو اور طرح کی مقرر کیا ہے۔ یعنے ہفتے میں دو روزے۔ سوموار اور جمعرات کے رکھے جائیں۔ تو بھی سال کا تیسرا حصہ ہو جاتا ہے۔ پھر صائم الدّہر کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من صام الدھر کلہ لا صام ولا افطر جس نے ساری عمر روزہ رکھا۔ اس نے نہ رکھا۔ نہ افطار کیا۔ ایک اور حدیث ہے من صام الدھر تضیق علیہ جھنّم وعقدا تسعین جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ اس پر دوزخ اور نوّے گرہ تنگ ہو جاتی ہیں۔ یعنی وہ شخص نہ دوزخ میں جاتا ہے۔ اور نہ نوّے گرہ اس پر اثر کرتی ہیں *

[illegible]

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ وہ روزے کا عادی ہوجاتا ہے۔ اسلئے اُسے روزے کی تکلیف چنداں محسوس نہیں ہوتی۔ پس ایسے روزے میں اور بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ جس میں نفس کو تکلیف ہو۔ یہ داؤدی روزہ ہے۔ کہ ایک روز روزہ رکھے۔ اور دوسرے روز افطار کرے *

بدھ کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ جب میں آداب بجالایا۔ تو فرمایا کہ ظہر

کی نماز کے بعد دس رکعت نماز اور پانچ سلام سے ادا کیا کرو۔ ان دس رکعتوں میں قرآن شریف کی آخری صورتیں پڑھا کرو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس نماز کو صلوٰۃ الخضر کہتے ہیں۔ دراصل یہ نماز مہتر خضر علیہ السلام کی ہے۔ جو شخص اس نماز کو ہمیشہ ادا کرتا ہے۔ اسے خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل ہوتی ہے۔

صلوٰۃ الخضر

بعد ازاں نماز سنّت میں سورتوں کو مقرر فرمایا۔ کہ صبح کی سنتوں میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور الم ترکیف ظہر کی سنتوں میں سورۃ قل یا ایہا الکافرون سے لیکر قل ہو اللہ احد تک اور دوسری رکعتوں میں آیۃ الکرسی اور آمن الرسول۔ عصر کی سنتوں میں اذا زلزلت الارض سے لیکر سورہ التکاثر تک۔ شام کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص۔ عشاء کی سنتوں میں آیۃ الکرسی۔ آمن الرسول شہد اللہ۔ قل اللّٰہم مالک الملک اور وتر کی نماز میں انا انزلناہ۔ سورۃ الکافرون اور سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیئے۔

جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ صبر جمیل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ یعنی جو شخص اپنے عزیزوں کے انتقال پر صبر کرے۔ تو واقعی وہ عجیب کام کرتا ہے۔ اور برخلاف اس کے جو روتے پیٹتے ہیں۔ اور اس کا نام لے لے کر پکارتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہتے ہیں۔ کہ بقراط حکیم کے بیس لڑکے تھے۔ ایک ہی دن بیسوں مر گئے۔ شاید ان پر چھت گر پڑی تھی۔ جب یہ خبر حکیم نے سنی۔ تو ذرہ بھر بھی اس کے مزاج میں تغیر نہ آیا۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مجنوں کو کہا گیا۔ کہ لیلے مر گئی ہے۔ کہا شرمندگی میرے لئے ہے۔ کہ میں نے ایسی چیز سے دوستی کی۔ جو قابل فنا ہے۔

بعد ازاں جب رات ہوئی۔ تو جمعرات تھی۔ ایک عورت نے بیعت کی۔ فرمایا۔ کہ اندرپت میں ایک عورت تھی۔ جو نہایت پاک دامن تھی۔ جس کی بابت شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے۔ کہ یہ عورت مرد ہے۔ جو عورت کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ درویش دعا کیا کرتے ہیں۔ اسواسطے کہ عورتیں غریب ہوا کرتی ہیں۔ پہلے نیک عورتوں کی حرمت کرنی چاہیئے۔ اور بعد میں نیک مردوں کی۔ پہلے نیک عورتوں کو یاد کیا کرتے ہیں اور پھر نیک مردوں کو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شیر جنگل سے نکلتا ہے۔ تو اس کی بابت یہ کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ نر ہے یا مادہ۔ یعنی یہ بات ضروری ہے۔ کہ خواہ مرد ہو۔ خواہ عورت طاعت اور تقوے میں مشہور ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں پارساؤں کی فضیلت اور ان کی حکایت میں یہ دو مصرعے فرمائے۔

گر نیک ایم مرا از ایشاں گیرند   در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

منگل کے روز تیرھویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجھ سے پوچھا کہ کس سے زیادہ میل جول رکھتے ہو۔ میں نے آپ کے بعض بڑے بڑے یاروں کے نام لئے فرمایا۔ انہی کی خدمت میں رہا کرو۔ اور میری تعریف کی۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

با عاشقاں نشین و غم عاشقی گزیں ۔۔۔ با ہر کہ نیست عاشق کم کن از و قریں

بعد ازاں فرمایا کہ یہ شیخ ابو سعید ابوالخیر کا فرمایا ہوا ہے۔ کہ مشائخ کا طریق یہ ہے کہ جب انہیں کسی کے حال کی اطلاع ہوا کرتی ہے۔ تو پوچھا کرتے ہیں۔ کہ وہ کن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اسی سے معلوم کر جاتے ہیں۔ کہ وہ کس قسم کا ہے ✣

پھر لیلۃ الرغائب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ رغائب رغیب کی جمع ہے۔ یعنی اس رات میں بہت سی چیزیں ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو نماز لیلۃ الرغائب میں آتی ہے جو اسے ادا کرتا ہے۔ وہ اس سال نہیں مرتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص ہمیشہ وہ نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جس سال اس نے مرنا تھا۔ اس سال اس سے وہ نماز ادا نہ ہو سکی۔ اسی روز فوت ہو گیا۔ پھر حضرت خواجہ اویس قرنی کی نماز کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہ نماز تیسرے۔ چوتھے۔ اور پانچویں ماہ رجب کو ادا کی جاتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ تیرھویں چودھویں اور پندرھویں میں بھی آتی ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق تیئسویں۔ چوبیسویں اور پچیسویں تاریخیں ہیں۔ بعد ازاں اس نماز کی فضیلت کے بارے میں بڑا غلو فرمایا۔ اسی اثنا میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ مغربی مدرسہ میں ایک عالم مولانا زین الدین نام نہایت عجیب مرد تھے۔ جو مسئلہ آپ سے پوچھا جاتا۔ اس کا شافی جواب دیتے اور مباحثہ میں نہایت عالمانہ گفتگو کرتے۔ آپ کی تعلیم کی بابت آپ سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا۔ اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے۔ جب میں بڑا ہوا۔ تو ایک مرتبہ خواجہ اویس قرنی علیہ الرحمۃ کی نماز ادا کی۔ اور دعا کی۔ کہ پروردگارا! میں بڑا ہو گیا ہوں۔ اور کچھ نہیں سیکھا۔ مجھے علم عنایت کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کی برکت سے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ اب میں مشکل سے مشکل مسئلہ کی شرح بخوبی کر سکتا ہوں ✣

بعد ازاں فرمایا۔ کہ رجب کے آخر میں بھی ایک نماز آئی ہے۔ جو درازی عمر کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمۃ والغفران یہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ ضیاء الدین پانی پتی کے فرزند رشید نظام الدین سے میں نے سنا ہے کہ جس سال شیخ بدر الدین غزنوی علیہ الرحمۃ والغفران فوت ہونے کو تھے۔ اس سال یہ نماز ادا نہ کی۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اس سال یہ نماز کیوں ادا نہ کی۔ فرمایا۔ اب میری عمر باقی نہیں۔ چنانچہ اسی سال وفات پائی ✣

منگل کے روز تیئسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کعبہ کی آبادی اور بربادی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ کعبہ کو دو مرتبہ برباد کیا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دو مرتبہ کعبہ خراب کیا جائیگا تیسری مرتبہ آسمان پر لیجایا جائیگا۔ اور یہ آخری زمانے میں ہوگا۔ بعدازاں قیامت قائم ہوگی جب قیامت نزدیک ہوگی۔ تو بتوں کو لاکر کعبہ میں رکھینگے اور اسی نام قبیلے کی عورتیں ان بتونکے سامنے ناچینگی۔ اسوقت کعبے کو آسمان پر لیجایا جائیگا ٭

۷۰۷ھ کے روز پندرھویں ماہ شعبان سن مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجھے پاس بلاکر فرمایا۔ کہ ہمیشہ طاعت اور عبادت اور اوراد میں مشغول رہنا مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا بیکار ہرگز نہ رہنا۔ پھر کلاہ چوقہ عنایت فرمایا۔ الحمد للہ علےٰ ذالک ٭

۷۰۷ھ کے روز پچیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قرآن پڑھنے اور قیام شب اور جو لوگ مسجد میں قیام فرماتے ہیں۔ اُن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی۔ اگر اپنے گھر میں قیام کریں۔ فرمایا اپنے گھر میں ایک سیپارہ پڑھنا مسجد میں ختم قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ بعد ازاں ایک شخص کی بابت فرمایا۔ کہ وہ دمشق کی مسجد میں ہمیشہ راتکو جاگا کرتا تھا۔ اور شیخ الاسلامی کے شغل کی امید پر راتکو قیام کرتا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ پہلے شیخ الاسلامی کو جلاؤ۔ اور پھر خانقاہ کو اور بعد ازاں اپنے تئیں۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بنی پچیس سال تک روزہ رکھتا رہا۔ لیکن کسی کو اس کے حال کی خبر نہ تھی۔ یہانتک کہ اُس کے گھر والونکو بھی معلوم نہ تھا۔ کہ وہ روزہ رکھتا ہے۔ اگر گھر جاتا۔ تو ظاہر کرتا۔ کہ دُکان سے کچھ کھا آیا ہے۔ اگر دُکان میں ہوتا۔ تو ظاہر کرتا۔ کہ گھر سے کچھ کھا آیا ہے پھر فرمایا۔ کہ نیت درست اور نیک رکھنی چاہئیے۔ اسواسطے کہ خلقت کی نگاہ عمل پر ہوتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی نظر نیت پر ہوتی ہے۔ جب نیت للہ ہوگی۔ تو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ دمشق کی جامع مسجد کے متعلق وقف بہت ہے۔ سو وہاں کا متولی قوی حال ہوتا ہے۔ گویا دوسرا بادشاہ ہے۔ یہانتک کہ اگر بادشاہ کو مال کی ضرورت پڑے۔ تو متولی مسجد سے قرض لیتا ہے۔ الغرض ایک درویش نے ان اوقاف کی طمع پر جامع مسجد میں طاعت اور عبادت کرنی شروع کی۔ جو شخص شہرت پاتا تھا اسکو متولی بنایا جاتا تھا۔ وہ مدت تک طاعت میں لگا رہا لیکن کوئی شخص اسکا نام تک زبان پر نہ لایا۔ ایک رات اس دکھاوے کی عبادت سے پشیمان ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا۔ کہ تیری پرستش خالص تیری ہی خاطر کیا کرونگا۔ نہ کہ اس عہدہ کے شغل کی طمع سے۔ چنانچہ نیک نیتی اور خلوص سے عبادت کرنی شروع کی۔ انہیں دنوں اسے متولی ہونے کے لئے بلایا گیا۔ اُس نے کہا نہیں میں نے اسے ترک کر دیا ہے میں نے پہلے اسکی بہت طلب کی لیکن نہ ملی۔ اور اب میں اسکا تارک ہوا ہوں۔ تو مجھے یہ عہدہ ملتا ہے۔ الغرض وہ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی یاد میں مشغول رہا۔ اور اس شغل سے آلودہ نہ ہوا ٭

جمعہ کے روز نویں ماہ رمضان سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے

یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک مرد نہایت صالح درویشوں کی خدمت کا بڑا مشتاق تھا۔ اسے میں نے کہا۔ کہ خواجہ صاحب کی خدمت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے۔ کہا میں ایک مرتبہ بیعت کی نیت سے وہاں گیا تو دسترخوان بچھے ہوئے اور مشعلیں جلتی ہوئی دیکھیں۔ میرا اعتقاد بدل گیا۔ اور واپس چلا گیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی۔ تو حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ یہاں دسترخوان اور مشعلیں کب دیکھی ہیں بعد ازاں مسکرا کر فرمایا۔ کہ چونکہ اس کے نصیب بیعت کی دولت نہ تھی۔ اسلئے اسے اسطرح دکھائی دیا۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ اگر کپڑے اور مشعلیں ہوں بھی۔ تو بھی اعتقاد نہیں بگاڑنا چاہیئے۔ فرمایا۔ بعض کا اعتقاد تھوڑی سی بات سے بگڑ جاتا ہے۔ اور بعض کا اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھا کر فرمایا۔ کہ کوئی شخص ہے۔ جو اسے یاد رکھے۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ آپ کا مقصد یہ ہے۔ کہ میں یاد رکھوں۔ میں نے عرض کی۔ کہ آپ کی خدمت میں ایک بار پڑھوں۔ تو مجھے یاد ہو جائے گی۔ فرمایا پڑھ۔ جب میں نے پڑھی۔ تو اعراب صحیح فرمائے۔ کہ اس طرح پڑھ۔ میں نے اسی طرح پڑھی۔ اگرچہ جس طرح میں نے پڑھی تھی۔ وہ بھی بامعنی تھی۔ الغرض وہ دعا اسی وقت مجھے یاد ہوگئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ دُعا مجھے یاد ہوگئی ہے۔ فرمایا۔ پڑھ۔ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق با اعراب پڑھی۔ جب وہاں سے چلا آیا۔ تو مولانا بدرالدین اسحاق علیہ الرحمتہ والغفران نے مجھے کہا۔ کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ جو شیخصاحب کے فرمائے ہوئے اعراب کے مطابق پڑھی۔ میں نے کہا۔ اگر سیبویہ جو اس کا علم واضع ہے۔ اور ان قواعد کے اور بانی بھی آکر مجھے کہیں۔ کہ یہ اعراب اس طرح ٹھیک نہیں۔ جس طرح تو نے پڑھے ہیں۔ تو بھی میں اسی طرح پڑھوں جس طرح کہ شیخصاحب نے فرمایا ہے۔ مولانا بدرالدین نے فرمایا۔ کہ جیسے تو آداب کو ملحوظ رکھتا ہے۔ ہم میں سے کوئی نہیں رکھ سکتا ❖

پھر خدمت پیر کے آداب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ میں شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنا ہے۔ کہ میں نے عمر بھر میں ایک جرأت کی تھی۔ یعنی اپنے پیر حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز سے یہ اجازت طلب کی۔ کہ میں ایک چلہ بھر گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کروں۔ قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے شہرت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے جواب دیا۔ کہ وقت مجھ پر حاضر ہے۔ میری نیت شہرت کی ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی میں شہرت کے لئے ایسا کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز خاموش ہوگئے۔ بعد ازاں ساری عمر میں اس بات کا افسوس ہی کرتا رہا۔ اور

استغفار کرتا رہا کہ کیوں میں نے جواب دیا جو آپ کے حکم کے موافق نہ تھا ۔جب یہ حکایت ختم ہوئی ۔تو خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ میں نے بھی ایک مرتبہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے قصد جرأت کی ۔ وہ یہ کہ ایک روز عوارف کا نسخہ آپ کی خدمت میں تھا ۔ اس سے فوائد بیان فرما رہے تھے ۔ چونکہ باریک قلم سے لکھا گیا تھا ۔ یا اس میں کچھ کچھ سقم تھے ۔ اس لئے تھوڑی دیر کے لئے رُک جاتے تھے ۔ مَیں نے اور نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لکھا ہؤا دیکھا مجھے یاد آگیا ۔ مَیں نے عرض کی ۔ کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے ۔ شاید یہ بات آپ کو ناگوار گذری ۔ ایک گھڑی بعد فرمایا ۔ کہ مجھ میں غلط نسخے کی تصحیح کی قوت نہیں ۔ یہ الفاظ دو مرتبہ فرمائے ۔ پہلے تو مجھے کچھ خیال نہ آیا ۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ الفاظ میرے حق میں ہیں ۔ اس وقت مولانا بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ والغفران نے بھی مجھے کہا ۔ کہ یہ الفاظ تیرے حق میں فرمائے ہیں ۔ مَیں اٹھکر ننگے سر آپ کے قدموں پر پڑا ۔ اور عرض کی ۔ کہ نعوذ باللہ اگر میرا یہ مطلب ہو ۔ میں نے واقعی صحیح نسخہ دیکھا تھا ۔ سو میں نے عرض کی ۔ لیکن میرے دل میں ہرگز کوئی اور خیال نہ تھا ۔ میں نے بہتیری معذرت کی ۔ لیکن نارضامندی کے آثار باقی تھے ۔ جب میں وہاں سے اُٹھا ۔ تو مجھے کچھ نہ سوجھا ۔ کہ میں کیا کروں ۔ مجھے اس روز غم ہؤا میں روتا ہؤا گھبرایا ۔ اور حیران باہر نکلا ۔ ایک کنوئیں پر جا کر اپنے تئیں اس میں گرانا چاہا ۔ پھر دل میں سوچا ۔ کہ فرض کر ۔ کہ اگر تو مر بھی گیا ۔ تو شاید یہ بدنامی کسی اور کو ہو ۔ اسی خیال میں روتا ہؤا جنگل سے آیا ۔ اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے ۔ کہ اسوقت میری کیا حالت تھی ۔ الغرض شیخ صاحب کے ایک فرزند شہاب الدین نام سے میری دوستی تھی ۔ اسے مَیں نے اس حال کی خبر کی ۔ وہ شیخ صاحب کی خدمت میں گیا ۔ اور میری حالت اچھی طرح بیان کی ۔ شیخ مجھ کو میرے بلانے کے لئے بھیجا ۔ جب میں گیا ۔ تو سر قدموں پر رکھدیا ۔ پھر خوش ہوئے ۔ دوسرے روز مجھے بُلا کر نہایت شفقت و عنایت سے پیش آئے ۔ فرمایا ۔ کہ یہ سب کچھ مَیں نے تیرے حال کے کمال کے لئے کیا تھا ۔ اس روز میں نے یہ لفظ آپ کی زبان مبارک سے سُنا تھا ۔ کہ پیر مرید کا سنوارنے والا ہوتا ہے ۔ پھر مجھے خاص لباس عنایت فرمایا ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔

بدھ کے روز تیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہؤا ۔ طاعت کی کوشش کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ کہ لوگ جب پہلے پہل کوئی طاعت شروع کرتے ہیں ۔ تو بیشک نفس کو ناگوار گذرتی ہے ۔ لیکن جب صدق سے اسے کرتا رہتا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ توفیق عنایت کرتا ہے ۔ اور وہ کام آسان ہو جاتا ہے ۔ ہر ایک کام پہلے دشوار معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن جب انسان شروع کرلیتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے ۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ نے بارہا یہ چاہا ۔ کہ جامع الحکایات کو دیکھیں ۔ وجہ معاش تنگ تھی ۔ اور کتاب بہت اور نسخہ قیمتی [illegible]

بہت مشکل سے ادا ہوتی تھی - اگر کاتب ہوتا - تو کتابت کی اُجرت نہ ملتی - اگر اجرت ملتی - تو کاغذ اور دوسرے اسباب حاصل نہ ہوتے - الغرض ایک روز ایک نساخ حمید نام آپ کی خدمت میں آیا شیخ صاحب نے فرمایا - کہ دیر سے میری یہ خواہش ہے کہ جامع الحکایات لکھواؤں لیکن کسی طرح نہیں ہو سکتی - حمید نے پوچھا - اب اسوقت کچھ موجود ہے - فرمایا - ایک درم - حمید نے اس درم کا کاغذ خریدا - اور کتابت شروع کی - ابھی وہ کاغذ لکھنے نہ پایا تھا - کہ کچھ اور فتوح مل گئی - کاغذ کی دوسری جُز کی قیمت اور کتابت کی اُجرت ادا کی - بعد ازاں متواتر فتوح پہونچتی رہی - اور وہ کتاب جلدی ہی بخوبی ختم ہوئی - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے - کہ جب کوئی کام شروع کیا جاتا ہے - تو اللہ تعالےٰ اُسے انجام کو پہنچا ہی دیتا ہے ✤

پھر شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ کے مناقب کے حقائق کے بارے میں فرمایا کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا - اُس روز عید کی چوتھی تھی - میں نے آپ کو کہا - کہ میرے لئے دُعا کرو کہ میں قاضی ہو جاؤں - آپ خاموش رہے - پھر میں نے دوبارہ کہا - شاید کہ آپ نے سنا نہ ہو لیکن پھر بھی خاموش رہے - پھر تیسری مرتبہ کہا - تو مسکرا کر فرمایا - تُو قاضی نہ بن - کچھ اور بن - الغرض خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ آپ اس کام سے شاید کسی قدر متنفر تھے - جو اُس کیلئے دُعا بھی نہ کی ✤

درہم بخشش

پھر بخشش اور معافی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو فرمایا - کہ حدیث میں آیا ہے - کہ اگر کسی مرد کے کیسے میں ایک درم ہو - اور وہ بوقت ضرورت اُسے نکالنا چاہے - لیکن وہ کیسے کے کونے میں گھُسا رہے - اور اُسے یہ خیال ہو جائے - کہ کہیں گر پڑا ہے - تو وہ ضرور مغموم ہوگا - اور حق تعالےٰ اُسے بخشدیگا - بعد ازاں فرمایا - کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس صرف ایک ہی درم ہو لیکن اگر کسی کے پاس بہت سے درم ہوں - اور ایک گُم ہو جائے - تو وہ غم نہیں کریگا - لیکن جس کے پاس ایک ہی درم ہو - اور وُہی گُم ہو جائے - تو وہ ضرور غم کریگا - اور اللہ تعالےٰ اُسے بخشدیگا - ان معنوں کی کشف اسی روز ہوئی - اور اسی روز خلعت اور خاص پاپوش مرحمت ہوئی - الحمد للہ رب العالمین ✤

بُدھ کے روز دسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا - آپ چھت پر بیٹھے تھے پاس ہی ایک سیڑھی رکھی تھی - جب میں آداب بجا لایا - تو فرمایا - کہ اسی جگہ سیڑھی کے پاس بیٹھ جا میں بیٹھ گیا - ہوا سے دروازہ بار بار بند ہوتا تھا - میں نے طاق کو ایک ہاتھ سے پکڑ رکھا - تاکہ بند نہ ہو - ایک گھڑی بعد مجھے دروازہ پکڑے ہوئے دیکھکر فرمایا - چھوڑتا کیوں نہیں - میں نے آداب بجا لا کر عرض کی - کہ میں نے پکڑا ہوا ہے - مسکرا کر فرمایا - یہ دروازہ تو نے پکڑا ہے - اور مضبوطی سے پکڑا ہے ✤

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بہاؤ الدین زکریا رح بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر دروازے اور ہر شخص کے پاس نہیں جانا چاہیئے۔ صرف ایک دروازہ پکڑنا چاہیئے۔ اور مضبوط پکڑنا چاہیئے +

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دیوانہ صبح کے وقت ایک دروازے پر کھڑا تھا۔ جب دروازہ کھلا۔ تو لوگ باہر نکلے۔ کوئی دائیں طرف گیا۔ اور کوئی بائیں۔ اور کوئی سیدھا۔ یہ دیکھکر دیوانے نے کہا۔ کہ یہ پریشان اور مخالف چلتے ہیں۔ اسی واسطے کہیں نہیں پہونچ سکتے۔ اگر سارے ایک ہی راہ چلیں۔ تو ضرور مقصود تک پہونچ جائیں +

کھانا کم کھانے کی ترغیب

پھر تھوڑی دیر کے لئے کھانا کم کھانے اور اس کے فوائد اور کھانے پر کھانے اور اس کے نقصان پر گفتگو ہوئی۔ فرمایا جب ایک دفعہ پیٹ بھر جائے۔ تو پھر اور نہیں کھانا چاہیئے۔ البتہ دو شخصوں کو کھانا جائز ہے۔ ایک وہ جس کے ہاں مہمان آئے ہوئے ہوں۔ اور وہ اُن کی خاطر اُن کے ساتھ ملکر اور کچھ کھالے۔ اور دوسرے وہ جو روزہ رکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہو۔ کہ سحری کیوقت شاید کچھ نہ مل سکے۔ اگر وہ کھائے ہوئے پر کھالے۔ تو جائز ہے +

دعائے ماثورہ برائے رنج

پھر دعائے ماثورہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے رنج و بلا میں گرفتار ہو۔ جو کسی طرح علاج پذیر نہ ہو۔ تو جمعہ کے روز عصر کی نماز سے لیکر شام تک اور کوئی کام نہ کرے۔ فقط ان تین اسماء کو پڑھتا رہے۔ وہ اسماء یہ ہیں۔ یَا اَللّٰہُ۔ یَا رَحْمٰنُ۔ یَا رَحِیْمُ ضرور بالضرور اس رنج و بلا سے خلاصی پائیگا +

ھفتہ کے روز اٹھائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو میں (مؤلف کتاب) نے ان معانی کے جمع کرنے کا حال عرض کیا۔ وقت نیک اور خلوت باراحت تھی۔ میں نے آداب بجا لاکر التماس کی۔ کہ اگر حکم ہو۔ تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا۔ کہو۔ میں نے عرض کی کہ سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ کہ میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جب کبھی حاضر ہوتا ہوں۔ جناب سے فوائد کے بارے میں کچھ نہ کچھ سُنتا ہوں۔ خواہ وعظ و نصیحت خواہ حکایات مشائخ اور ترغیب طاعت یہ تمام میں نے لکھ لئے ہیں جس سے میری غرض یہ ہے۔ کہ وہ میرا دستور الحال اور دستور العمل ہو۔ میں نے اپنے فہم کے مطابق اسے لکھا ہے۔ کیونکہ جناب کی زبان مبارک سے میں نے بارہا سُنا ہے۔ کہ مشائخ کی کتابوں اور اشارات کا جو انہوں نے سلوک کے بارے میں لکھی ہوں۔ مطالعہ کرتے رہنا چاہیئے۔ پس کوئی مجموعہ میرے لئے جناب کے جانبخش اقوال سے بڑھکر نفیس نہیں۔ اسواسطے میں نے جو کچھ جناب کی زبانی سُنا سب قلمبند کرلیا ہے۔ اور اب تک اسواسطے ظاہر نہیں کیا۔ کہ میں فرمان کا منتظر تھا۔ جب خواجہ صاحب نے التماس سُن لی۔ تو فرمایا۔ کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مُرید ہوا۔ تو میں نے

دل میں ٹھان لی۔ کہ جو کچھ آپ کی زبانِ مبارک سے سونگا۔ اسے قلمبند کرتا جاؤنگا۔ پہلے روز ہی جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو جناب کی زبانِ مبارک سے سُنا ؎

آے آتشِ فرقت دلہا کباب کردہ ‌‌‌ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بعد ازاں میں نے پابوسی کا اشتیاق آپ کی خدمت میں ظاہر کرنا چاہا۔ لیکن جناب کی دہشت کے سبب صرف اسی قدر عرض کرسکا۔ کہ پابوسی کا اشتیاق نہایت غالب آگیا ہے شیخصاحب نے جب مجھ میں دہشت کے آثار دیکھے۔ تو فرمایا۔ کہ ہر ایک داخل ہونے والے پر رُعب چھایا ہی کرتا ہے۔ الغرض اس روز خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جو کچھ میں نے اپنے شیخ سے سُنا۔ اُسے قلمبند کیا۔ جب اپنے ڈیرے آیا۔ تو کتاب بند رکھی۔ بعد ازاں جو کچھ سُنتا اُسے لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ شیخصاحب کی خدمت میں اس بات کی اطلاع بھی کردی۔ پھر جب کبھی کوئی حکایت یا اشارت بیان فرماتے۔ تو پوچھ لیتے۔ کہ تُو حاضر ہے۔ یہانتک کہ اگر میں غیر حاضر ہوتا۔ تو میری غیر حاضری میں جو فوائد بیان فرماتے۔ جب میں واپس آتا۔ تو پھر انہیں فوائد کا اعادہ فرماتے +

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک کرامت دیکھی۔ کہ انہی دنوں ایک شخص نے مجھے سفید کاغذ دیا۔ میں نے اُس کی ایک جلد بنالی۔ اور شیخصاحب کے بیان کردہ فوائد کو اُنہیں لکھتا رہا۔ اس کے اوپر یہ لکھا "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"۔ اور پھر نیچے فوائد لکھنے شروع کئے۔ اب تک وہ مجموعہ میرے پاس ہے۔ بعد ازاں ہمارے (مؤلف کتاب) کو فرمایا۔ کہ کاغذ لائے ہو۔ عرض کی۔ جناب لایا ہوں۔ فرمایا۔ دکھاؤ۔ میں نے چھ کاغذ پیش کئے۔ آپ نے مطالعہ فرمائے۔ اور تعریف کی۔ کہ اچھے لکھے ہیں۔ ایک دو مقام پر خالی جگہ چھوڑ گیا تھا۔ فرمایا۔ یہ کیوں چھوڑ گئے ہو؟ عرض کی کہ باقی حروف مجھے اچھیطرح یاد نہ تھے۔ سو آپ نے کمال شفقت سے انہیں مکمل فرمایا۔ یہ بھی آنجناب کی شفقت رحمت اور شکستہ پروری۔ الحمد للہ رب العالمین +

[illegible]

پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے بارے میں فرمایا۔ کہ وہ خلقت کے اندیشے کے برعکس کارسازی کرتا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ کسی خلیفہ بغداد نے ایک جوان کو قید کرلیا۔ اُس کی ماں نے آکر خلیفہ کے پاس آہ وزاری کی۔ کہ میرے بیٹے کو رہا کردے۔ خلیفہ نے کہا۔ میں نے حکم دیا ہے۔ کہ اسے ہمیشہ کے لئے قید میں رکھا جائے۔ جب تک کہ خلیفوں کی اولاد سے کوئی باقی رہیگا۔ تیرا فرزند قید ہی میں رہیگا۔ بڑھیا نے یہ سُن کر آنکھوں میں آنسو بھر آسمان کیطرف منہ کر کے کہا۔ کہ خلیفہ نے تو اپنا حکم یہ کیا ہے۔ اب تو کیا

حکم کرتا ہے۔ خلیفہ نے جب یہ بات سنی۔ تو اُس کا دل پسیجا۔ حکم دیا۔ کہ اس کے لڑکے کو چھوڑ دو اور اسے ایک قیمتی گھوڑا بھی مرحمت فرمایا۔ کہ اس جوان کو گھوڑے پر سوار کر کے بغداد میں پھرائیں اور ساتھ ہی یہ منادی کرتے پھریں کہ یہ خلیفہ کے خیال پر اللہ تعالےٰ کی بخشش ہے ؞

بخشش پیر و قابلیت مرید

پھر پیر کی بخشش اور مُرید کی قابلیت کی بابت گفتگو ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدینؒ کا ایک مرید یوسف نام اپنے شیخ کی خدمت میں کہہ رہا تھا۔ کہ میں آپ کی خدمت اتنے سال سے کر رہا ہوں۔ ہر شخص کو آپ نے مستفیض کیا۔ مجھے ان سے زیادہ مستفیض کرنا چاہئے تھا۔ وغیرہ وغیرہ باتیں کر رہا تھا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں تجھ میں قابلیت اور استعداد چاہئیے۔ اگر تجھ میں قابلیت اور استعداد ہوتی۔ تو میں بھی کچھ کرتا۔ اگر خدا تعالےٰ ہی نہ دے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ مرید اسی طرح کہے گیا۔ اسی اثنا میں شیخ صاحب کی نگاہ ایک چھوٹے لڑکے پر پڑی۔ اُسے فرمایا۔ کہ میرے لئے اینٹوں کے ڈھیر سے ایک اینٹ لا۔ وہ عمدہ سی اینٹ اُٹھا لایا۔ پھر یوسف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ اس کے واسطے بھی ایک اینٹ لا۔ وہ آدھی ٹوٹی پھوٹی اُٹھا لایا۔ شیخ صاحب نے فرمایا میں اسمیں کیا کروں۔ کیا میں نے خود یہ کام کیا ہے۔ چونکہ تیرا نصیبہ ہی ایسا ہے۔ اسلئے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی میرا قصور ہے ؞

جمعرات کے روز آٹھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ عثمان خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ وہ بہت بزرگ آدمی تھا۔ اُس نے ایک تفسیر بھی بنائی ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ وہ غزنی میں رہا کرتا تھا۔ اور شلجم اور چقندر وغیرہ کی سبزی پکایا کرتا تھا۔ اور فروخت کیا کرتا تھا۔ پھر عنایت غیبی کے بارے میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

حق لشباں تاج نبوت دہد ورنہ نبوت چہ شناسد شباں

بعد ازاں اس کے احوال کی بابت فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اسے کھوٹا پیسہ دے جاتا۔ جو کچھ اس نے پکایا ہوتا خریدتا۔ تو وہ دیدہ و دانستہ اس کھوٹے پیسے کو رکھ لیتا۔ گویا اُسے کھوٹے کھرے کی تمیز ہی نہیں۔ بہت آدمی کھوٹے پیسے لاکر کھرے بدل لے جاتے۔ اور کھانا خرید لے جاتے۔ جب وہ فوت ہونے لگا۔ تو آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! تو اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ لوگ مجھے کھوٹے پیسے دے جایا کرتے تھے۔ اور میں انہیں قبول کرتا تھا۔ اور کبھی نہیں لوٹاتا تھا۔ اگر مجھ سے بھی کوئی کھوٹی طاعت ہوئی ہو۔ تو اپنے فضل و کرم سے رد نہ کرنا ؞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک صاحب حال درویش نے آکر اسکی دیگ سے کھانا طلب کیا۔ شیخ عثمان نے چمچہ دیگ میں ڈالا جب باہر نکالا۔ تو سب مروارید اور موتی تھے۔ اس درویش نے کہا میں اسے کیا کروں۔ پھر شیخ عثمان نے دوبارہ چمچہ ڈالا۔ تو تمام سونا ہی سونا نکلا۔ اس درویش نے

کہا۔ یہ پتھر اور کنکر ہیں۔ کوئی ایسی چیز نکالو۔ جو میں کھا سکوں تیسری مرتبہ جب چمچہ ڈالا۔ تو سبزی پکی ہوئی نکالی۔ درویش نے جب یہ حال دیکھا۔ تو کہا کہ اب تجھے یہاں نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں چند دنوں میں وہ فوت ہوگیا ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب درویش کو ان باتوں کی کشف ہوتی ہے۔ تو وہ رہ نہیں سکتا۔ حکیم سنائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

آں جمال تو چیست مستی تو ۔۔۔ واں شنیبہ تو چیست ہستی تو

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اولیاء اللہ جو کچھ ظاہر کر دیتے ہیں۔ وہ اُن کی مستی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اصحاب سکر ہوتے ہیں۔ برخلاف ان کے انبیاء صاحب صحو ہوتے ہیں۔ حکیم سنائی اسے مستی کہتے ہیں۔ یعنی کوئی ستر ظاہر کر دیا۔ تو دیر نہیں کرنی چاہئے۔ اسے اس عبارت میں ادا کیا ہے :

آں جمال تو چیست مستی تو ۔۔۔ واں شنیبہ تو چیست ہستی تو

بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ مرد کے لئے کشف و کرامات بمنزلہ حجاب ہیں۔ استقامت کا کام محبت ہے ٭

سوموار کے روز تئیسویں ماہ ذوالقعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوان آیا۔ تو خواجہ صاحب نے اُس سے پوچھا۔ کہ تیرے جد بزرگوار کس پیر کے مرید تھے۔ جواب دیا۔ کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ شیخ جلال الدین کسی کو بہت کم مرید کیا کرتے تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری۔ مولانا برہان الدین غریب حاضر تھے۔ پوچھا۔ کہ ایسے بزرگ اور شیخ ہو کر کیوں لوگوں کو مرید نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ خواہ مرید کریں یا نہ کریں۔ اُن کی بزرگی اور شیخی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے دو آدمی ہوں۔ اور دونوں میں قوت رجولیت ہو۔ ایک کے ہاں تو اولاد پیدا ہو۔ اور دوسرے کے ہاں نہ ہو۔ تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا۔ کہ اس کے نر ہونے میں کچھ فرق ہے۔ لیکن ایسا بہت دیکھا گیا ہے۔ انبیاء بھی اسی طرح گذرے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر ایک پیغمبر اپنی اُمت کو ہمراہ لائیگا کسی کے ساتھ کم ہوگی کسی کے ساتھ زیادہ۔ ایک پیغمبر ایسا آئیگا۔ کہ اس کے ہمراہ صرف ایک آدمی ہوگا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اُنکی نبوت کا قصور ہے۔ اسی طرح شیخ اور مرید سمجھ لو ٭

اتوار کے روز انتیسویں ذوالقعدہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سماع کے وقت وجد ہوتا ہے۔ اس کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ سنا تو ہے کہ نام میں الواجد الماجد بھی شامل ہیں [illegible] بعد ازاں فرمایا۔ کہ [illegible]

کرنیوالا۔ جیسا کہ شکور کے معنی شکر کرنیوالے کے ہیں۔ لیکن اسمائے الٰہی ہیں اس کے معنے شکر قبول کرنیوالے کے ہیں۔ اسی طرح یہاں پر واجد کے معنی وجد عطا کرنیوالے کے ہیں ٭

بعد ازاں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا۔ کہ وہ سماع نہیں سُنا کرتے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فرمایا کرتے تھے۔ کہ زیادہ سے زیادہ جو نعمت ہوسکتی ہے۔ وہ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تھی۔ مگر سماع کا ذوق عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ بعد ازاں شیخ شہاب الدین کے استغراق شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین کے پاس آئے۔ تو شیخ صاحب نے اپنا مصلےٰ لپیٹ گھٹنے تلے دبا لیا۔ یہ بات مشائخ کے نزدیک نہایت اعلےٰ درجے کی تعظیم ہے۔ الغرض جب رات ہوئی۔ تو شیخ اوحد نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو بُلایا۔ اور سماع ترتیب دیا۔ اور خود کونے میں چلے گئے۔ اور طاعت اور ذکر میں مشغول ہوگئے۔ شیخ اوحد اور اہل سماع سماع میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی۔ تو خادم خانقاہ نے شیخ شہاب الدین کی خدمت میں عرض کی۔ کہ رات سماع تھا۔ ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہیئے۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ کیا رات کو سماع تھا۔ خادم نے عرض کی۔ کہ بیشک تھا۔ فرمایا۔ مجھے اسکی مطلق خبر نہیں ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس سے شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا استغراق وقت معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ آپ ذکر میں اس طرح مشغول ہوتے۔ کہ سماع کے غلبہ کی آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ جب سماع بند کر دیتے۔ تو شیخ صاحب قرآن مجید سُنتے۔ شیخ صاحب نے اُن کا سماع باوجود اسقدر غلبہ کے بالکل نہ سُنا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ آپ کس حد تک یاد الٰہی میں مشغول تھے ٭

پھر سہاور کے مزاروں کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ وہاں پر بہت سے بزرگ مدفون ہیں۔ بعد ازاں مجھ سے پوچھا۔ کہ تو نے سہاور کو دیکھا ہے۔ عرض کی۔ جناب دیکھا ہے۔ اور بعض بزرگوں کی زیارت کی ہے۔ مثلاً شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک ہی پیر کے مُرید تھے۔ اور وہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ حسین زنجانی مُدت سے سہاور میں رہتے تھے۔ کچھ مُدت بعد اُن کے پیر نے خواجہ علی ہجویری کو فرمایا۔ کہ سہاور میں سکونت اختیار کرو۔ علی ہجویری رح نے عرض کی۔ کہ شیخ حسین زنجانی جو وہاں ہیں۔ فرمایا۔ تو جا۔ شیخ علی ہجویری رح فرمان کے مطابق سہاور پہنچے۔ تو رات تھی۔ دوسری صبح شیخ حسین کا جنازہ اُٹھا ٭

پھر نظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ مشائخ نے بہت اور عمدہ نظمیں کہی ہیں مثلاً شیخ اوحد کرمانی۔ شیخ ابو سعید ابوالخیر اور دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ خاصکر شیخ سیف الدین باخرزی [illegible] تقریباً [illegible] تھے۔ ایک مرتبہ [illegible] نے آپ کی خدمت میں

عرض کی۔ کہ ہر ایک شخص نے کوئی نہ کوئی کتاب تالیف کی ہے۔ آپ کیوں نہیں لکھتے۔ جواب دیا۔ کہ ہمارا ہر ایک شعر کتاب ہی سمجھو۔ اسی روز مجھے (مولف کتاب) نماز اشراق کی بابت فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز اس طرح ادا کیا کرو۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی خالدون تک۔ اور دوسری رکعت میں آمن الرسول سے سورۃ کے اخیر تک۔ اور اللہُ نور السموات والارض سے علیم تک پڑھو۔ اس کے بعد دو رکعت اور نماز استعاذہ اس طرح ادا کیا کرو۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ فلق۔ اور دوسری رکعت میں والناس پڑھا کرو +

بعد ازاں دو رکعت نماز استخارہ کی بابت فرمایا۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا۔ اس کے بعد دوگانہ اوعیہ۔ پھر فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز اور میں تجھے بتاؤں گا۔ یہ فرماکر آبدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ جس روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے اشراق کی نماز کی بابت چھ رکعت کا حکم دیا تھا۔ اور نیز فرمایا تھا۔ کہ کچھ اور بھی کہونگا +

آداب مجلس پیر کی خدمت میں بیٹھنے کا طریق

جمعرات کے روز گیارھویں ماہ ذالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آداب مجلس پیر کی خدمت میں حاضر ہونے اور آداب نشستن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ادب اس بات کا نام ہے۔ کہ جب مجلس میں آئیں۔ تو جگہ خالی دیکھیں۔ وہیں بیٹھ جائیں یعنی جب پیر کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو اوپر یا نیچے بیٹھنے کا خیال نہ کریں۔ بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ کیونکہ آنے والے کی جگہ وہی ہوتی ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر بیٹھے تھے۔ اور یار گرداگرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ تین شخص آئے۔ ایک اس حلقے میں خالی جگہ دیکھکر بیٹھ گیا۔ دوسرے کو حلقہ میں جگہ نہ ملی۔ وہ پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرا واپس چلا گیا۔ ایک گھڑی بعد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے آکر مجھے خبر دی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جو شخص حلقہ میں بیٹھ گیا ہے۔ اسے ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اور جو حلقہ کے پیچھے بیٹھ گیا ہے۔ ہم اس سے شرمندہ ہیں۔ قیامت کے دن ہم اسے رسوا نہیں کرینگے۔ اور جو شخص واپس چلا گیا ہے۔ وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا ہے +

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ادب اس بات کا نام ہے۔ کہ جو شخص مجلس میں آئے جہاں پر خالی جگہ دیکھے۔ وہیں بیٹھ جائے۔ اگر مجلس میں خالی جگہ نہ پائے۔ تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائے۔ لیکن درمیان میں نہ بیٹھنا چاہئے۔ کیونکہ جو درمیان بیٹھتا ہے۔ وہ ملعون ہوتا ہے +

تلاوت قرآن

اتوار کے روز اکیسویں ماہ ذالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوت قرآن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے ذوق اور راحت حاصل ہو۔ تو اسے بار بار پڑھنا چاہئے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ تلاوت اور سماع کی حالت

ہیں جو سعادت حاصل ہوتی ہے۔اسکی تین قسمیں ہیں۔انوار۔احوال اور آثار اور وہ تین عالم یعنی ملک۔ ملکوت اور جبروت سے نازل ہوتی ہیں۔اور وہ تین مقامات ارواح۔قلوب اور جوارح پر نازل ہوتی ہیں انوار ملکوت سے ارواح پر۔احوال جبروت سے قلوب پر۔اور آثار ملک سے جوارح پر یعنی پہلی حالت سماع میں عالم ملکوت سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں۔بعد ازاں جو کچھ دل میں پیدا ہوتا ہے۔اسے احوال کہتے ہیں۔اور وہ عالم جبروت سے قلوب پر نازل ہوتا ہے۔بعد ازاں جو حرکت جنبش اور آہ و بکا ظاہر ہوتا ہے۔اُسے آثار کہتے ہیں۔اور یہ عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتا ہے۔الحمد للہ رب العالمین ؞

ذکر حالات وقت سماع و بیان تین عالم

پھر تھوڑی دیر کے لئے صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔فرمایا۔کہ جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں۔تو بیشک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ان میں سے دو عطا سے پہلے دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔عطا سے پہلے کی دو شرطیں یہ ہیں۔کہ جو کچھ دے۔وہ حلال کی کمائی ہو۔دوسرے کسی نیک مرد کو دے۔جو اُسے بُرے کام میں خرچ نہ کرے۔عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں۔کہ اول تواضع اور ہنسی خوشی سے دے۔دوسرے پوشیدہ دے۔بعد کی شرط یہ ہے۔جو کچھ دے۔اُسکا نام تک نہ لے۔بلکہ بھول جائے ؞

در بیان صدقہ و صُدقہ

بعد ازاں فرمایا۔کہ ایک صَدقہ اور دوسرا صُدقہ ہے۔صَدقے کے معنے تو معلوم ہو گئے۔اب رہا صُدقہ سو وہ کاوین ہے۔اور دونوں کے معنی صدق محبت کے مقتضی ہیں۔یعنی جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔اُس سے سچی محبت پیدا کرنی چاہئیے پس وہ درمیان میں کاوین لاتا ہے۔اور جو چیز راہِ حق میں دیجاتی ہے اس سے بھی حق تعالےٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔اسکا نام صدق محبت کی وجہ سے صدقہ ہوا ہے ؞

بعد ازاں امیر المؤمنین ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حکایت فرمائی۔کہ آپ چالیس ہزار دینار حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہد تا شیخ وگلیم را بخود بار دہد ؞

یہ اس طرح ہوا۔کہ اس روز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔وہ سب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کہ بال بچے کیلئے بھی کچھ باقی رکھا ہے۔عرض کی۔خدا اور رسولؐ کافی ہیں۔بعد ازاں عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نصف مال لائے۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔کہ گھر والوں کیلئے بھی کچھ رکھا ہے۔عرض کی۔کہ نصف لایا ہوں۔اور نصف رکھ آیا ہوں۔بعد ازاں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکی لائی ہوئی چیز کے مطابق حکم کیا ؞

بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بابت حکایت فرمائی۔ کہ جس روز چالیس ہزار دینار لائے اور گودڑی پہنکر اس پر مینخ ٹھونک کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گودڑی پہنکر اور مینخ ٹھونک کر آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ کیسا لباس ہے؟ جبرائیلؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! آج تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موافقت سے گودڑی پہنو۔ اور اس پر مینخ ٹھونکو۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا ؎

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند تا مینخ و گلیم عشق را بار دہند

صدقہ

یہاں سے صدق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک مرد کے پاس پچیس دینار تھے۔ اس نے دل میں سوچا۔ کہ میں کعبہ کی زیارت کر آؤں۔ اور یہ روپیہ کعبہ کے مجاوروں اور وہاں کے رہنے والوں کو دوں۔ یہ نیت کر کے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک عیار اسے ملا۔ اور اس نے تلوار سونت لی۔ تو مرد نے ہمیانی نکال اس کے آگے پھینکدی۔ اور کہا مجھے کیوں مارتا ہے؟ یہ لے پچیس دینار ہمیانی میں ہیں۔ عیار نے ہمیانی اٹھالی۔ اور پچیس دینار نکال اس شخص کے سامنے رکھ دیئے۔ کہ لے تیری سچائی نے میرے قہر کو ٹھنڈا کر دیا ہے ٭

ذکر تصدق و باز خریدن

بعد ازاں تصدق کے بارے میں حکائیت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گھوڑا بخشدیا تھا۔ وہ گھوڑا اس کے پاس لاغر ہوگیا۔ امیر المومنین نے قیمتاً اس سے پھر خریدنا چاہا۔ جب یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ تو جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ دی ہوئی چیز کو پھر نہیں خریدنا چاہئے خواہ ایک دانگ کو ملے ٭

ذکر فضیلت طعام خورانیدن

بعد ازاں کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ بیس درم صدقہ کرنے کی نسبت ایک درم کا کھانا یاروں کو کھلانا بہتر ہے۔ پھر اسی بارے میں ایک اور حکائیت بیان فرمائی۔ کہ ایک درویش صاحب حال بخارا میں امیر کے پاس آیا۔ اور کہا۔ مجھے بادشاہ شہر سے کچھ کام ہے۔ ذرا میری سفارش کر دینا۔ پوچھا تیرا کیا حق ہے جو میں سفارش کردوں۔ کہا۔ مجھے تجھ پر حق ہے۔ امیر نے پوچھا کیا حق ہے۔ کہا۔ ایک مرتبہ تو نے کھانا پکایا تھا۔ اور میں نے تیرے دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھایا تھا۔ یہ ہے تجھ پر میرا حق۔ جب یہ سُنا۔ تو فوراً اٹھکر بادشاہ کے ہاں جا کر اس کا کام بنوایا۔ بعد ازاں فقرا کے معاملات اور لین دین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شیخ بدر الدین اسحاق علیہ الرحمتہ والغفران نے ایک شخص کو شطرنجی دیکر فرمایا۔ کہ بازار جا کر فروخت کر آؤ۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ درویشانہ طور پر بیچنا۔

پوچھا - اس کا کیا مطلب - فرمایا - جو لے - سو لے لینا ؂

سوموار کے روز انتیسویں ماہ ذالحج سن ۷۰۸ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب اور مراتب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو فرمایا - کہ آپ نو سال ایک غار میں رہے - اس غار میں ایک چشمہ تھا جس پر آپ رہتے تھے - اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کیا کرتے تھے ایک رات نہایت سردی تھی - چنانچہ ہلاکت کا اندیشہ تھا - اس تاریکی میں آپ کے ہاتھ ایک پوستین لگی اسے پہنکر گرم ہوئے - جب دن چڑھا - تو پوستین دُور پھینکی - جب غور سے دیکھا - تو پوستین دراصل اژدہا تھا - جس نے آنکھیں کھولی ہوئی تھیں - اور پیچ پھیلا کے حرکت کر رہا تھا - آپ حیران رہ گئے - اتنے میں آواز سُنی - نجّیناک من التلف بالتلف - کہ تجھے ہلاکت سے ہلاک کرنے والے کے ذریعے بچایا - یعنی سردی اور سانپ دونوں ہلاک کرنے والے تھے - سو سردی سے سانپ کے ذریعے تجھے بچالیا ؂

بعد ازاں فرمایا - کہ ایک درویش کنوئیں میں گر پڑا - رسّی نہ تھی - جو باہر نکلتا - اب مرنے پہ ٹھان لی - کہ اتنے میں ایک رسّی اوپر سے لٹکتی ہوئی دکھائی دی - سمجھا کہ نجات کا سبب یہی ہے اسے پکڑ کر باہر نکلا - تو کیا دیکھتا ہے - کہ شیر ہے - جو نیچے لٹک گیا تھا - اس نے بھی یہی آواز سُنی - "نجّیناک من التلف بالتلف" ؂

یہاں سے اولیاء کی کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو فرمایا - کہ ایک مجحوب ولی تھا - ایک مدعی آ کر اس کے پاس بیٹھ گیا - اور آزمائش کرنی چاہی - دل میں خیال کیا - کہ جو آنکھ ظاہر میں نابینا ہو - واجب ہے - کہ عالم باطن میں بھی اس کی بینائی میں کچھ فرق ہو - پس اس نے مجحوب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا - کہ ولایت کی کیا علامت ہے؟ اسی اثناء میں ایک مکھی آ کر اُس کی ناک پر بیٹھی - اس نے تین مرتبہ اُڑائی - پھر آ بیٹھی - اسی اثناء میں پھر اُس نے پوچھا - کہ ولایت کی کیا علامت ہے - کہا - ایک علامت تو یہ ہے - کہ اولیاء پر مکھی نہیں بیٹھتی ؂

پھر لقمہ کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو فرمایا کہ ایک جوان شیخ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہوا - جو کثیر الطاعۃ تھا - چنانچہ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کو اس کی طاعت اور عبادت سے تعجب ہوا - اپنے نفس کو جھڑکا - کہ یہ جوان جو مرید بنا ہے اسقدر طاعت کرتا ہے - اور تو اسقدر نہیں کر سکتا - بعد ازاں نورِ ضمیر سے معلوم کیا - کہ یہ سب کچھ شیطانی ہے - کیونکہ وہ جوان مشتبہ لقمہ کھایا کرتا تھا - اسلئے شیطان ہی اس سے وہ طاعت کرایا کرتا تھا - جب ابراہیم ادہم کو یہ حال معلوم ہوا - تو جوان کو کہا - کہ جہاں سے میں کھانا کھاتا ہوں وہیں سے کھایا کرو - جوان نے لکڑیاں بیچ کر کھانا کھانا شروع کیا - تو وہ جو پہلے اصل طاعت کا غلبہ جاتا رہا - اور پھر تھوڑی عبادت

کرنے لگا۔ یہانتک کہ نماز فریضہ بھی بڑی مشکل سے ادا کرتا۔ اس جوان کا کام بن گیا۔ اور اپنے اصل پر آگیا ✦

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ ستر جو تمام اسرار کی سعادت ہے ظاہر کر دیا۔ فرمایا۔ شیخ کو بھی کام کرنا چاہیئے۔ بعد ازاں اسی بارے میں فرمایا۔ کہ طاعت خواہ تھوڑی ہو۔ صدق زیادہ ہونا چاہیئے ✦

پھر مجاہدے کے ثمرے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال نہ سوئے۔ چالیس سال بعد ایک رات خواب میں اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ اس دن بعد جہاں کہیں جاتے۔ سونے کے کپڑے اپنے ہمراہ لیجاتے اور سو جاتے۔ تاکہ پھر خواب میں وہ دولت نصیب ہو۔ ایک روز آواز آئی۔ کہ وہ دولت اس بیداری کا ثمرہ تھا ✦

پھر دنیا کے جمع خرچ کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہ بات دو طرح پر بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ حلال کا حساب ہوگا۔ اور حرام کا عذاب یعنی جو حلال کی روزی سے جمع کیا جائے۔ اسکا حساب ہوگا۔ اور جو حرام کی کمائی ہوگی۔ اس کیواسطے عذاب کیا جائیگا۔ دوسرے یہ کہ حلال حرام دونوں کیلئے عذاب ہوگا۔ حرام کیلئے عذاب کا ہونا تو ظاہر ہے۔ اب سنو کہ حلال مال کے لئے عذاب کس طرح ہوگا۔ وہ اس طرح کہ آفتابِ قیامت تلے کھڑا کر کے پوچھا جائیگا۔ کہ کہاں سے حاصل کیا۔ اور کہاں خرچ کیا ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ کہ حلالھا حساب و حرامھا عذاب و شبہا تھا عقاب دنیا کے حلال مال کا حساب ہوگا۔ حرام کا عذاب اور شبہات کی تنبیہ اور عذاب ✦

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض مشائخ سونا چاندی قبول نہیں کرتے۔ فرمایا۔ کہ اس کے لینے اور خرچ کرنے کی شرائط ہیں۔ لینے والے کو چاہیئے۔ کہ جو کچھ لے حق سے لے۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو علوی سمجھ کر کچھ دے۔ کہ وہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرزند ہے۔ اور دراصل وہ علوی نہ ہو۔ تو اس کے لئے لینا حرام ہے ✦

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ مرد کو کسی سے کوئی چیز لینی نہیں چاہیئے۔ اور نہ ہی یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ فلاں شخص فلاں چیز دے۔ تو بہتر ہوگا۔ اگر بغیر طلب اور بغیر سوچ ملجائے تو جائز ہے ✦

اسی اثنا میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ اور نہ ہی کسی چیز کی طمع کرتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی مجھے کچھ دیتا ہے۔ تو لے لیتا ہوں۔ خواہ وہ دینے والا شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اس بزرگ نے

جو یہ کہا ہے۔ تو اس سے اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص مجھے کوئی چیز دیتا ہے مجھے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیسی ہے۔ اور کہاں سے لایا ہے۔ اس لئے میں خود نہیں مانگتا ❊

پھر انبیاء کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ہر ایک پیغمبر کو رحلت کیوقت اختیار دیا گیا تھا۔ کہ اگر کچھ اور دُنیا میں ٹھیرنا ہو۔ تو ٹھیرو۔ اگر نہیں تو چلے آؤ۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو جنت خاتون عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خیال آیا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ صحابہ میں کچھ مدت اور رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ خیال دل میں لاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف دیکھنا شروع کیا۔ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ "مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین" ❊

یہ فوائد تھے جو شروع شعبان ۷۰۷ھ ہجری سے لیکر آخر ذالحجہ ۷۰۸ھ ہجری تک لکھے گئے۔ جو ایک سال اور پانچ ماہ ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہے تو اور بھی لکھے جائینگے ❊

فوائد الفوائد

جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ صفحات عالیہ اور نفحات غالیہ خواجہ راسخین قطب الاقطاب فی الارضین ختم المشائخ فی العالمین شیخ نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کے مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان مبارک سے سنکر جمع کئے ہیں۔ اس طرح کی چند چیزیں پہلے بھی لکھی ہیں۔ اسکا نام فوائد الفوائد رکھا گیا ہے۔ امید ہے۔ کہ انشاء اللہ اس کے پڑھنے سننے والے کو دونوں جہان کی جمعیت حاصل ہوگی ؎

صفحے کہ جمع کردم تحفہ ست پیش یاراں حسن علا سنجری یکے از امیدواراں۔

اتوار کے روز دوسری ماہ شوال ۷۰۹ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خلقت سے میل جول کی ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ جوانی کے دنوں میں میں لوگوں سے میل جول بیٹھتا تھا۔ لیکن ہمیشہ دل میں یہی خواہش رہتی۔ کہ ان سے کب خلاصی ہوگی۔ اگر وہ لوگ پڑھے لکھے اور خدا کی یاد والے ہوتے۔ پھر بھی بحث کے وقت میرے دل میں ضرور نفرت آجاتی۔ چنانچہ بار ہا میں نے یاروں کو کہا۔ کہ میں تم میں نہیں رہوں گا میں تمہارے

پاس چند روز بطور مہمان ہوں ہیں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ آیا آپ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہونے سے پیشتر پیر فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں ؛؛

شوال کے روز دسویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ پیر کی زیارت کرنی چاہیئے۔ خواہ بحالت زندگی۔ خواہ بحالت وفات۔ فرمایا۔ کہ میں نے اپنے پیر کی زندگی میں تین مرتبہ زیارت کی۔ اور وصال کے بعد چھ سات مرتبہ لیکن اغلب ہے کہ سات مرتبہ۔ اس حساب سے ساری عمر میں اب تک دس مرتبہ زیارت کی ہے ؛؛

(حاشیہ: زیارت پیر)

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین سات مرتبہ ہانسی سے زیارت کے لیئے گئے تھے۔ پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ گئے۔ تو وداع ہوتے وقت شیخ صاحب سے دعا کے لیئے التماس کی۔ کہ جس طرح اب کی مرتبہ حاضر خدمت ہوا ہوں۔ پھر بھی ہوں۔ اور قدمبوسی حاصل کروں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کوئی ضرورت نہیں۔ تم کئی مرتبہ آؤ گے۔ چنانچہ اس کے بعد اٹھارہ مرتبہ آئے جب اٹھارھویں مرتبہ واپس ہوئے۔ تو پھر اسی نیت سے دعا کی التماس کی۔ فرمایا۔ کئی مرتبہ آؤ گے۔ اس دن سے اب تک انیس مرتبہ پہنچ آئے۔ پھر التماس کی۔ تو شیخ صاحب خاموش ہو گئے۔ شیخ نجیب الدین نے خیال کیا۔ کہ شاید سنا نہیں۔ پھر التماس کی۔ پھر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ بعد میں ملاقات نصیب نہ ہوئی ؛؛

(حاشیہ: شیخ بہاؤالدین زکریا [illegible])

بعد ازاں شیخ بہاؤالدین زکریا رح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جب آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔ تو سترہ دن سے زیادہ نہ رہے۔ سترھویں روز شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے نعمتیں عنایت فرمائیں۔ جب شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان آئے۔ تو پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ جب روانہ ہوئے تو شیخ جلال الدین تبریزی رح سے ملے۔ جنہوں نے آپ کو واپس لوٹایا۔ اور کہا۔ کہ شیخ الشیوخ رح کا فرمان یہی ہے۔ کہ آپ واپس چلے جائیں ؛؛

بعد ازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ نے سترہ روز میں وہ نعمتیں حاصل کیں جو باقی یاروں کو سالوں میں بھی نصیب نہ ہوئیں۔ یہاں تک کہ اس بات سے قدیمی یار گرفتہ مزاج بھی ہو گئے۔ کہ ہم نے کئی سال محنت کی۔ اور ہمیں کچھ نصیب نہ ہوا۔ اور ایک ہندوستانی آ کر چند روز میں نعمت لے گیا۔ جب شیخ الشیوخ نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ کہ تم گیلی لکڑیاں لاتے ہو گیلی لکڑیوں میں کس طرح آگ لگ سکتی ہے۔ وہ خشک لکڑی لایا تھا جسے ایک ہی پھونک سے آگ لگ گئی +

جمعرات کے روز تیرھویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سات طاعت و مشغولی حق کے بارے میں شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ جو موجود۔ وہ دو عدموں کے مابین ہے۔ اور جو وجود دو عدموں

کے مابین ہو۔ اسے بھی معدوم ہی جاننا چاہئے۔ جیسا کہ حیض کے دنوں میں کوئی عورت پہلے روز خون کا نشان دیکھے۔ دوسرے روز کوئی نشان نہ ہو۔ اور تیسرے روز پھر نشان ظاہر ہو۔ تو بیچ کے دن کو بھی پاک نہ خیال کرنا چاہئے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ "الوجود بین العدمین کالطہر المتخلل بین الدمین" خلاصہ یہ کہ جو عمر بمنزلہ عدم ہے اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور ایسے کو عزیز کیوں غفلت اور بیکاری میں برباد کرنا چاہئے۔ بعد ازاں ایک بزرگ کی بابت فرمایا۔ کہ وہ ہمیشہ یاد الہی میں مشغول رہتا۔ اور خلقت سے بالکل میل جول نہ کرتا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی جواب دیا۔ کہ اس سے پیشتر کئی ہزار سال میں معدوم رہا۔ اور اس کے بعد بھی معدوم ہو جاؤنگا۔ سو یہ عمر مجھے ملی ہے۔ وہ کیوں ضائع کروں اسے یاد حق ہی میں کیوں نہ بسر کروں۔ اسوقت مولانا محمود اودھی نے جو حاضر الوقت تھے اسے پوچھا کہ رہتے کہاں ہو؟ کہا۔ مولانا برہان الدین غریب کے ہاں۔ فرمایا مصرع

سرو سرہ باش ہر کجا خواہی باش

بعد ازاں فرمایا۔ کہ زمین کے بعض قطعے زبان حال سے بعض قطعوں کو پوچھتے ہیں۔ کہ کیا آج تم پر کوئی ذاکر گذرا۔ یا کوئی دردمند یا غمناک گذرا۔ اگر وہ کہے نہیں۔ تو جس قطعے پر گذرا ہو۔ وہ اس پر اپنے تئیں فائق اور اشرف خیال کرتا ہے۔

منگل کے روز بیسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز آپ کسی عزیز کی نماز جنازہ ادا کر کے آئے تھے۔ اس کے احوال کی بابت فرمایا۔ کہ نیک مرد اور خوش خلق تھا۔ نیک و بد کسی سے اسے سروکار نہ تھا۔ یہاں تک کہ کسی کا ہاتھ نہ پکڑا تھا۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ مرد جب علم سیکھتا ہے۔ تو اسے شرف حاصل ہوتا ہے۔ اور جب طاعت کرتا ہے تو اسکے کام کی بہتری ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر پیر چاہئے۔ جو دونوں کو توڑ دے۔ یعنی علم اور عمل دونوں کو اسکی نظر سے گرا دے۔ تا کہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور مشہور نہ ہو جائے۔ پھر اس متوفی کے بارے میں فرمایا۔ کہ سنا گیا ہے۔ کہ وہ رحلت کے وقت تنہا تھا۔ کوئی اپنا بیگانہ اس کے پاس نہ تھا۔ صرف ذات حق تھی۔ بادہ۔ اور یہ بڑی بھاری سعادت ہے۔

یہاں پر شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ وہ مناجات کیا کرتے تھے۔ کہ میں نے تیرے بہشت سے اقرار پورے کئے ہیں۔ اب میں امیدوار ہوں کہ تو بھی میرا اقرار کرے گا۔ وہ یہ کہ مرتے وقت میرے پاس کوئی نہ ہو۔ نہ ملک الموت اور نہ کوئی اور فرشتہ۔ صرف میں ہوں یا تیری ذات۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ شہاب الدین بہت ہی خدا کا پیارا تھا۔ ہر رات سورہ بقر پڑھکر سوتا تھا۔ وہ

بیان کرتا ہے۔ کہ ایک رات جب میں نے سورہ بقر پڑھی۔ تو گھر کے کونے سے یہ آواز سنی ؎

داری سر ما و گرنہ دور از بر ما ما دوست گشتنیم و تو نداری سر ما۔

گھر والے سوئے ہوئے تھے۔ میں حیران تھا۔ کہ یہ کون کہہ رہا ہے۔ نیز گھر میں بھی کوئی ایسا آدمی نہ تھا جس سے یہ بات صادر ہوتی۔ پھر دوسری مرتبہ یہی آواز سنی ؎

داری سر ما و گرنہ دور از بر ما ما دوست گشتیم و تو نداری سر ما

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہونچے۔ تو گریہ اسقدر غالب ہوا۔ کہ ساری حکایت بیان نہ کر سکے۔ روتے تھے۔ اور یہی فرماتے تھے۔ کہ یہ مولانا شہاب الدین کو خطاب ہوا۔ اس پر مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئیں۔ اور ٹھیک اسی حالت میں گذرا۔ جس حالت میں وہ چاہتا تھا۔

پھر تھوڑی دیر کے لئے سماع اور اہل سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ سماع قوی مریدوں کے لئے جائز ہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ ایمان کے قسم کا ہے۔ فرمایا۔ کافر موت کیوقت عذاب کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن وہ ایمان محسوب نہیں ہوتا۔ اسواسطے کہ وہ ایمان بالغیب نہیں۔ اگر مومن مرتے وقت توبہ کرے۔ تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن کافر کا ایمان بھی مرتے وقت قبول نہیں ہوتا۔

بدھ کے روز گیارھویں ماہ محرم سنہ [illegible] ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسوقت کتب مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ مجھے ایک شخص نے کتاب دکھلائی۔ اور کہا یہ آنجناب کی لکھی ہوئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس نے غلط کہا ہے۔ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جب کشف المحجوب لکھی۔ تو شروع کتاب میں اپنا نام لکھا۔ اور دو تین جگہ اور بھی۔ اسکا سبب یہ ہے۔ کہ پہلے آپ عربی اشعار کہا کرتے تھے لیکن ان میں اپنا نام نہیں لایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے وہ اشعار اپنے نام کر لئے۔ تو مرتے وقت بے ایمان مرا۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ موت کا وقت سخت وقت ہوتا ہے۔ اور یہ کہ مرتے وقت یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بے ایمان گیا ہے۔ یا با ایمان۔ فرمایا۔ کہ ایمان کی سلامتی کی یہ علامت ہے۔ کہ مرتے وقت چہرہ زرد پڑ جائے۔ اور پیشانی پر پسینہ ہو۔ پھر فرمایا جب میری والدہ صاحبہ نے انتقال فرمایا۔ تو یہی علامات ظاہر تھیں۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دو رکعت نماز ہے۔ جو ایمان کی نگہداشت کے

لئے مغرب کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے جس میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۂ فلق اور دوسری رکعت میں سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ والناس۔ بعد ازاں سجدے میں سر رکھکر تین مرتبہ "یاحیّ یاقیوم ثبتنی علے الایمان" کہے۔ پھر اس نماز کی برکتیں بیان فرمائیں جو خواجہ احمد الدین شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سنی۔ اور میں نے خواجہ احمد عظیم سے جنہوں نے بیان کیا۔ کہ میرا ایک دوست تھا جو ہمیشہ یہ نماز ادا کیا کرتا تھا جب ایک دفعہ اجمیر کی حدود میں تھے۔ تو شام کا وقت ہوا۔ وہاں پر چوروں کا ڈر تھا۔ ہم تو تین فرض اور دو سنت ادا کر کے چلے آئے لیکن اس یار نے باوجود اس خوف کے یہ دو رکعت نماز بھی ادا کی۔ الغرض جب اسکی موت کا نزدیک آیا۔ تو مجھے خبر ملی۔ میں حالت پوچھنے کے لئے اس کے پاس گیا۔ تو اسکا انتقال اسطرح ہوا۔ جیسے ہونا چاہئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ خواجہ احمد نے اس جوان کی حکایت ایسے الفاظ میں بیان کی ہے۔ کہ اگر مجھے قضا کی کرسی کے پاس بھی لے چلیں۔ تو میں گواہی دوں گا۔ کہ وہ با ایمان گیا ہے۔ والحمد للہ۔

بعد ازاں اور دو رکعت نماز کا ذکر کیا۔ جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ میرا ایک یار تھا۔ جس کا ہم سبق مولانا تقی الدین تھے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ شخص صالح اور دانشمند تھا۔ اور ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کیا کرتا۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ والسماء والطارق پڑھا کرتا۔ جب وہ مر گیا۔ تو خواجہ صاحب نے اسے خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ سے کیسا معاملہ کیا۔ کہا جب میرا انتقال ہوا۔ تو فرمان آیا۔ کہ میں نے اسے ان دو رکعت نماز کے بدلے بخشا۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ اسے صلوٰۃ البروج کہتے ہیں۔ وہ دو رکعتیں جن میں سورۂ انعام کا شروع پڑھتے ہیں۔ پہلی رکعت میں یستہزءون اور دوسری میں یستہزءون پر ختم کرتے ہیں۔ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں۔

ذکر صلوٰۃ النور

بعد ازاں اسوقت طلوع و غروب کی ترغیب کے بارے میں فرمایا۔ کہ جب دن نکلتا ہے تو کعبہ کی چھت پر فرشتہ آواز دیتا ہے۔ کہ اے بندگانِ خدا! اور اے امتان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ نے تمہیں روزی بخشی۔ اور ایک روز تم پر آنے والا ہے۔ یعنی قیامت کا دن اس کے لئے دنیا ہی میں کچھ ذخیرہ کر لو۔ وہ یہ کہ دو رکعت نماز ادا کرو۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔

[illegible]

بعد ازاں جب رات ہوتی ہے۔ تو وہی فرشتہ کعبہ کی چھت پر یہ آواز دیتا ہے۔ کہ اے بندگانِ خدا! اور اے امتانِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اللہ تعالےٰ نے رات عنایت فرمائی ہے۔ اور ایک رات تمہارے درپیش ہے۔ یعنی قبر کی رات۔ سو اس رات کے لئے کچھ ذخیرہ

جمع کرلو اور کچھ کام کرو۔ وہ یہ کہ جب رات ہو۔ تو شام کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پانچ سورۃ والکافرون پڑھو ؛

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن حدیث کے الفاظ یاد نہیں رہے۔ البتہ مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا ہے ؛

ذکر موت و حالت اولیاء

پھر موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ نیز اس حال کے بارے میں جو موت کے بعد واقع ہوتا ہے۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اولیاء اللہ رحلت کے وقت تک ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی خواب میں ہو۔ اور اسکا معشوق اس کے بستر پر موجود ہو۔ موت کے وقت وہ ایسے شخص کی مانند ہوتے ہیں۔ جو اچانک جاگ پڑے۔ اور اپنے عمر کے بچھڑے معشوق کو بستر پر دیکھے۔ تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ ایسے شخص کو اسوقت کیسی خوشی ہوتی ہوگی۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ بعض اولیاء کو یہیں مشاہدہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا بیشک لیکن یہ نعمت اس گھڑی دیکھتا ہے جب وہ نعمت بدرجہ کمال پاتا ہے۔ تو ٹھیک ایسے سوئے ہوئے کے مشابہ ہوتا ہے۔ جو بیدار ہو تو اپنے معشوق کو اپنے بستر پر پائے۔ حدیث "النّاس نیام فاذا ماتوا انتبہوا" سب لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مرتے ہیں۔ تو جاگتے ہیں۔ یعنی جو شخص دنیا میں جس چیز میں مشغول ہے جب مریگا۔ تو اُسے وہی چیز دی جائیگی ؛

حکایت احمد

بعد ازاں اولیاء کی موت کے بارے میں فرمایا۔ کہ بداؤں میں احمد نام میرا ایک دوست نہایت دسالح معتقد اور ابدال صفت تھا۔ اگرچہ لکھا پڑھا تو نہ تھا۔ لیکن سارا دن شرعی احکام اور مسائل کی تحقیق میں لگا رہتا۔ اور ہر شخص سے اس بارے میں سوال کرتا۔ جب میں دہلی آیا۔ تو وہ بھی آ رہا تھا جب مجھ سے ملاقات ہوئی۔ تو بڑے تپاک سے ملا۔ اور میری والدہ صاحبہ کا حال پوچھا۔ اسے اُنکی رحلت کا حال معلوم نہ تھا جب میں نے بتایا۔ تو تھوڑی دیر مضطرب اور متغیر ہو کر رونا شروع کر دیا۔ جب خواجہ صاحب اتنی حکایت بیان فرما چکے۔ تو گریہ اسقدر غالب ہوا۔ کہ جو کچھ فرماتے۔ وہ پورے طور پر سنائی نہ دیتا۔ اثنائے گریہ میں یہ شعر زبان سے فرمایا یہ معلوم نہیں اپنا تھا یا احمد کا سه

افسوس دلم کہ ہیچ تدبیر نکرد | شبہائے وصال رانہ تخمیر نکرد
کہ گر وصل تو یاری کند یا نکند | یارے کہ فراق ہیچ تقصیر نکرد

بعد ازاں فرمایا۔ کہ تھوڑے عرصے بعد احمد دنیا سے انتقال کر گیا۔ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ مجھ سے حسب عادت مسائل اور احکام شرعی پوچھ رہا ہے میں نے اسے کہا۔ کہ جو کچھ تو پوچھ رہا ہے۔ وہ تو بحالت زندگی کام آتا ہے۔ نہ کہ موت کے بعد۔ کہا کیا آپ اولیاء اللہ کو مردہ خیال کرتے ہیں۔ یہ حکایت بیان کرتے وقت ایک جوالق آیا۔ اور سخت سست کہنا شروع کیا۔ شیخ نے اُنکی

عادت ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب نے اُسے کچھ نہ کہا جس طمع کیلئے وہ آیا تھا۔ اسے پُورا کیا ٭

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ایسا بھی ہونا چاہیئے۔ بہت لوگ آکران کے قدموں پر سر رکھتے ہیں۔ اور کچھ بطور نذر لاتے ہیں پس ایسے لوگوں کو بھی آنے دینا چاہیئے اور جو چاہیں۔ کہدیں۔ خواہ وہ کفر کی باتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک دفعہ اسی گروہ کا ایک آدمی آیا۔ اور مجھے بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ کہا۔ جب تک جہان میں ہے جرم ہمارا ہے۔ اور گمان تمہارا ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ اسی گروہ ناشائستہ کا ایک شخص شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور کہنا شروع کیا۔ کہ تُو نے اپنے تئیں بُت بنا رکھا ہے۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے نہیں بنایا۔ اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے۔ پھر کہا۔ نہیں تُو نے بنایا ہے شیخصاحب نے فرمایا نہیں جو کچھ بنایا اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے۔ وہ یہ سُنکر کھسیانہ ہو کر واپس چلا گیا ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ چند ایک جوالقی شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ کے پاس آئے۔ اور کچھ مانگا۔ آپ نے نہ دیا۔ باہر جا کر لڑائی شروع کی۔ چنانچہ مارنے کے لئے اینٹیں اُٹھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ دروازہ بند کردو۔ خانقاہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ انہوں نے دروازے پر اینٹیں مارنی شروع کیں۔ ایک گھڑی بعد شیخ بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں یہاں خود تو نہیں بیٹھا مجھے شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے بٹھایا ہے۔ مجھے مردِ خدا نے یہاں بٹھایا ہے۔ دروازہ کھولدو۔ جب کھولا گیا۔ تو انہوں نے سر قدموں پر رکھدیئے۔ اور واپس چلے گئے ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ پہلے خانقاہ کا دروازہ بند کر دینا بشریت کی وجہ سے تھا۔ لیکن بعد میں بھروسے پر دروازہ کھولا یا ٭

پھر فرمایا۔ کہ جنگ احد میں جب بہت سے اصحاب شہید ہوئے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یا محمدؐ! آپ بھی ایک لحظہ ان کشتوں میں لیٹ جائیں۔ تاکہ غضب کی ساعت گذرے ٭

زر جمع کرنیوالوں کا بیان

بُدھ کے روز پچیسویں ماہ محرم ۷۰۸ھ ہجری کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو اُن لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو خزانے جمع کرتے ہیں۔ اور جسقدر دولت زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسیقدر زیادہ طلب کرتے ہیں۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مختلف طبیعتوں کے لوگ پیدا کئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ کہ اگر خرچ مقررہ سے کچھ زیادہ ملجائے تو جب تک اُسے خرچ نہیں کر لیتے۔ اُنہیں چین نہیں پڑتا۔ اور بعض ایسے ہیں۔ کہ جسقدر زیادہ انہیں ملتا ہے وہ اور زیادہ کی خواہش کرتے ہیں۔ یہ ازلی قسمت ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ سونے چاندی سے آرام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اسے خرچ کیا جائے جب تک اسے خرچ نہ کیا جائے۔ آرام حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص آرزو کھانے پینے یا کپڑے وغیرہ کی کرے۔ تو جب تک وہ روپیہ خرچ نہیں کریگا۔ حاصل نہیں کرسکیگا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اگر روپے سے راحت حاصل ہوسکتی ہے تو خرچ کرنے سے ہوتی ہے نہ کہ جمع کرنے سے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ روپیہ جمع کرنے سے مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو آرام پہونچے۔ اسی اثناء میں فرمایا۔ کہ میرے پاس خود اوائل حال میں جمع کرنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اور نہ ہی کبھی میں نے دُنیا کی خواہش کی +

بعد ازاں جب شیخ الاسلام فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہُوا۔ تو اور بھی طبیعت نے پلٹا کھایا۔ کیونکہ آپ نے دُنیا کو باوجود ملنے کے ترک کردیا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس سے پہلے میری روزی تنگ تھی۔ اور ہر وقت خوشی سے بسر نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بے وقت میرے پاس کوئی آدھی بوری لایا میں نے کہا۔ آج بیوقت ہوگیا ہے۔ اور ضروریات کی چیزیں صرف ہوچکی ہیں۔ اسے صُبح خرچ کردوں گا۔ جب رات ہوئی۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہُوا۔ تو اُس آدھی بوری نے میرا دامن پکڑا۔ اور مجھے کھینچا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی۔ تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ بار خدایا! کب دن ہوگا۔ اور میں اسے خرچ کردنگا +

اصحاب ولایت

ھفتہ کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہُوا۔ اصحابِ ولایت کے قدم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض کو ہوا میں اُڑنا حاصل ہوتا ہے۔ تو زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ بداؤں میں ایک ذاکر تھا۔ جسکا منبر دیوار کے ساتھ تھا۔ اس دیوار میں منبر سے اوپر قدِ آدم کے برابر اونچا ایک طاق تھا۔ اس طاق پر محراب تھی جس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب تذکیر کے وقت اس پر حالت طاری ہوتی۔ تو اُڑ کر اس طاق میں جا بیٹھتا +

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوگی اوراچہ شیخ صفی الدین کی خدمت میں بطور دعوے آیا۔ اور بحث شروع کی شیخ صاحب کو کہا۔ کوئی کرامت دکھاؤ۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ دعویٰ تم کرتے ہو۔ تم ہی دکھاؤ۔ جوگی زمین پر سے ہوا میں اُڑا۔ اور پھر اپنی جگہ پر آبیٹھا۔ پھر کہا۔ کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔ شیخ صفی الدین گازرونی نے آسمان کیطرف منہ کرکے کہا۔ اے پروردگار! تو نے بیگانوں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے۔ مجھے بھی یہ عنایت کر۔ بعد ازاں شیخ صاحب اپنی جگہ سے قبلہ رُخ اڑے۔ پھر شمال کیطرف۔ پھر جنوب کی طرف۔ اور پھر اپنی جگہ آبیٹھے۔ جوگی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ قدموں پر گر پڑا۔ اور عرض کی۔ کہ ہم سے اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ کہ سیدھے اوپر کیطرف اڑیں۔ اور پھر اپنی جگہ پر آبیٹھیں۔ لیکن آپ نے جسطرف چاہا پرواز کیا۔ واقعی یہ

حق ہے - اور یہ ہم باطل ہیں * اس ارادی حرکت کی نسبت ایک حکائیت بیان فرمائی - کہ ایک دفعہ ایک حکیم خلیفہ کے پاس اپنی کتاب لایا - کہ خلیفہ کو راہِ حق سے برگشتہ کرے - خلیفہ کو بھی اس علم سے رغبت ہوئی - جب یہ خبر شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز نے سنی - تو فرمایا - کہ جب خلیفہ اس فلسفہ کی طرف راغب ہوگا - تو جہان میں تاریکی اور گمراہی پھیل جائیگی - یہ کہہ کر اُٹھے - اور خلیفہ کے دروازے پر پہونچے - اندر خبر گئی - کہ شیخ صاحب آئے ہیں - بلایا گیا - تو دیکھا - کہ حکیم اور خلیفہ اس علم و بحث میں مشغول ہیں - پوچھا اسوقت کیا کر رہے ہو؟ کہا - خاص معاملہ ہے - جب بار بار پوچھا - تو حکیم نے کہا - کہ ہم اسوقت یہ بحث کر رہے ہیں - کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے - اور یہ کہ حرکت کی تین قسمیں ہیں - طبعی - ارادی اور قسری - طبعی وہ حرکت ہے جس میں جسم طبعاً متحرک ہو - جیسا کہ ہاتھ سے چھوڑے ہوئے پتھر کی حرکت زمین کیطرف - ارادی وہ ہے - جو اپنی خواہش سے جس طرف چاہے کرے - قسری حرکت وہ ہے - جو کسی اور جسم کے وسیلے سے ہو - جیسے ہوا میں پھینکا ہوا پتھر - جب اس کی حرکت کم ہو جائیگی - تو پھر وہ زمین کی طرف حرکت کریگا - اس حرکت کو طبعی کہینگے - اب ہم یہ بحث کر رہے ہیں - کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے - شیخ صاحب نے فرمایا - کہ آسمان کی حرکت قسری ہے - پوچھا - کس طرح ؟ فرمایا ایک فرشتہ اس صورت شکل اور ہیبت کا جو اسے حرکت دیتا ہے - جیسا کہ حدیث میں آیا ہے - حکیم یہ سُنکر ہنس پڑا *

بعد ازاں شیخ صاحب خلیفہ اور حکیم کو باہر لائے - اور کہا - آسمان کیطرف دیکھو - اور خود دُعا کی - کہ پروردگار! جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے - انہیں بھی دکھا - جب انہوں نے نگاہ کی - تو واقعی دیکھا - کہ ایک فرشتہ آسمان کو حرکت دے رہا ہے - یہ دیکھکر خلیفہ اس مذہب سے پھر گیا - اور دین اسلام میں راسخ الاعتقاد ہو گیا *

احوالِ شیخ فرید الدین

سوموار کے روز ساتویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - زبان مبارک سے فرمایا - کہ آپ کا افطار اکثر شربت کے ایک پیالے سے ہوتا جس میں قدرے ستو ڈالتے جس میں سے آدھا یا تیسرا حصہ حاضرین کو تقسیم فرماتے - اور تھوڑا سا ایک برتن میں ڈالتے - اور باقی کا خود استعمال کرتے - اس تقسیم میں سے بھی جس کو چاہتے - کچھ عنایت فرماتے - بعد ازاں نماز سے پہلے دو روٹیاں چپڑ کر لاتے - جو ایک سیر سے کم وزنی ہوتیں - ان میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے حاضرین پر تقسیم کرتے - اور دوسری خود استعمال کرتے - اس خاص روٹی میں سے بھی جس شخص کو خواہش ہوتی - دیدیتے - شام کی نماز کے بعد یادِ حق میں مشغول ہوتے - اس مشغولی کے بعد دسترخوان لایا

جاتا جس میں ہر قسم کا کھانا ہوتا جو تقسیم کیا جاتا۔ اس کے بعد پھر کھانا نہ کھاتے جب تک کہ دوسرے دن افطار کا وقت نہ ہوتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ آپکو خلد کا مرض تھا۔ اور اسی مرض سے وفات پائی ٭

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ تندرستی کی حالت میں میں حاضر خدمت تھا۔ دیکھا۔ کہ ایک گودڑی تیار کی جس پر دن کو بیٹھتے۔ اور رات کو وہی اوڑھتے۔ جو پاؤں تک نہ پہونچ سکتی جہاں پر پاؤں ننگے رہتے۔ وہاں ٹکڑا لا کر ڈالتے۔ اگر اس ٹکڑے کو اوپر کیطرف سرکاتے۔ تو بستر خالی رہتا۔ ایک عصا تھا۔ جو شیخ قطب الدین رح سے ملا تھا۔ اسے لاکر سر کیطرف رکھتے شیخصاحب اسپر تکیہ لگاتے۔ اور آرام فرماتے۔ جتنی مرتبہ اس عصا کو چھوتے۔ ہاتھ کو چومتے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک روز اسی بیماری میں مجھے اور چند اور یاروں کو فرمایا۔ کہ فلاں خطیرہ میں جاکر میری صحت کیلئے دعا کرو۔ اور رات بھر جاگتے رہو۔ ہم نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ میں اور چند اور یار اس خطیرہ میں گئے۔ اس کی چھت پر گئے۔ اور کھانا ہمراہ لیتے گئے۔ رات وہیں رہے ہم نے دعا کی جب دن ہوا۔ تو شیخصاحب کی خدمت میں آکھڑے ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ رات فرمان کے مطابق ہم بیدار رہے۔ اور دعا کی۔ شیخ صاحب نے تھوڑی تامل کرکے فرمایا۔ کہ تمہاری اس دعا کا میری صحت پر کچھ اثر نہیں پڑا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں جواب دینے میں تو متامل تھا۔ لیکن ایک یار علی بہاری نے جو پیچھے کھڑا تھا۔ کہا۔ کہ ہم ناقص ہیں۔ اور آپ کامل۔ ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کب مفید ہوسکتی ہے۔ آپ نے یہ بات نہ سنی میں نے یہ سنکر خدمت میں عرض کی۔ بعد ازاں میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے یہ خواہش کی ہے کہ جو کچھ تو اللہ تعالےٰ سے مانگے پائے ٭

بعد ازاں مجھے اپنا عصا عنایت فرمایا۔ اسی اثنا میں میں (مؤلف کتاب) نے کہا۔ کہ کیا آپ شیخصاحب کی رحلت کیوقت موجود تھے۔ آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ نہیں مجھے شوال میں دہلی بھیجا اور آپ نے پانچویں محرم کو رحلت فرمائی۔ رحلت کے وقت مجھے یاد کیا۔ اور فرمایا کہ فلاں شخص دہلی میں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ میں بھی شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھا۔ اسوقت میں ہانسی میں تھا۔ جب یہ حکایت بیان کرچکے۔ تو اس طرح رونے لگے۔ کہ تمام حاضرین پر اس کا اثر ہوا ٭

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب شیخصاحب پر بیماری غالب آئی۔ تو ماہ رمضان میں افطار کیا کرتے تھے۔ ایک روز خربزہ لائے اور ٹکڑے کرکے ایک ٹکڑا مجھے عنایت فرمایا۔ مجھے خیال آیا۔ کہ اس کے بعد دو مہینے پے درپے اس روزے کے کفارے میں روزے رکھ لوں گا یہ دولت پھر کب نصیب ہوگی میں کھانے ہی کو تھا کہ فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ مجھے تو شریعت

کی طرف سے اجازت ہے تجھے نہیں کھانا چاہئے ۔ میں نے عمر پوچھی تو فرمایا ۔ کہ نوے سال

اسی روز تقریر فرمائی جس کے سننے سے اسقدر ذوق حاصل ہوا ۔ جو بیان نہیں ہوسکتا جب رات ہوئی ۔ تو عشاء کی نماز کے بعد خاص مصلے مجھے عنایت فرمایا ۔

ہفتہ کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ دعاء کے بارے میں گفتگو شروع ۔ تو فرمایا ۔ کہ بلا نازل ہونے سے پہلے ہی دعاء کرنی چاہئے ۔ اس صورت میں جب بلا نازل ہوتی ہے ۔ تو راہ میں دعاء اور بلا آپس میں ملتی ہیں ۔ جو زیادہ قوی ہوتی ہے ۔ وہ دوسری کو واپس لوٹاتی ہے ۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ جب تاتاری کافروں کو بلا نازل ہوئی ۔ اور نیشاپور کافر پہونچے ۔ تو وہاں کے بادشاہ نے کسی کو فرید الدین عطار کی خدمت میں بھیجا ۔ کہ دعاء کرو ۔ جواب دیا ۔ کہ اب دعاء کا وقت گذر گیا ہے ۔ اب تو رضا کا وقت ہے ۔ یعنی بلا خدا کی طرف سے نازل ہوچکی ہے ۔ اب راضی رہنا چاہئے ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ بلا کے نازل ہونے کے بعد بھی دعاء کرنی چاہئے ۔ اگرچہ بلا تو دفع نہیں ہوجاتی ۔ لیکن اس کی سختی کم ہوجاتی ہے ۔

یہاں سے پھر صبر اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ صبر اس بات کا نام ہے کہ جب کوئی خلاف طبع بات بندے کو پہونچے ۔ تو اس کی شکایت نہ کرے ۔ لیکن رضا اس بات کا نام ہے ۔ کہ اس مصیبت سے کسی طرح کی اسے کراہت نہ ہو ۔ ایسا معلوم ہو ۔ کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی ۔ بعد ازاں فرمایا ۔ کہ متکلم اس بات کے منکر ہیں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی پر مصیبت پڑے اور اسے ناگوار نہ گذرے ۔ فرمایا اس کے جواب تو بہت ہیں ۔ ایک یہ ہے ۔ کہ فرض کرو ۔ ایک شخص راستہ چل رہا ہے ۔ اس کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھا جسکے سبب خون نکلا ۔ لیکن وہ ایسی جلدی جا رہا ہے ۔ کہ اسے اس کی کچھ خبر نہیں ۔ ایک ساعت بعد اسے معلوم ہوتا ہے ۔ یہ اکثر ہوتا ہے کہ جب کوئی جنگ میں مشغول ہو ۔ اور اسے کوئی زخم لگے ۔ تو اسے خبر بھی نہیں ہوتی ۔ جب اپنے مقام پر واپس آتا ہے ۔ تو اسے معلوم ہوتا ہے ۔ جب معمولی مشغولی سے زخموں کی خبر نہیں رہتی ۔ تو مشغول حق سے کس طرح مصیبتوں کی خبر ہوسکتی ہے ۔ بعد ازاں فرمایا ۔ کہ ایک جگہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ کہ ایک شخص کو تہمت دیکر گرفتار کر لیا گیا ۔ اور ہزار بید لگایا گیا ۔ لیکن ذرہ بھر آہ و فریاد نہ کی ۔ اور نہ ہی اس میں درد کی کوئی علامت پائی گئی ۔ سزا دینے کے بعد اس سے پوچھا ۔ کہ سزا کا اثر تم پر کیوں نہیں ہوا ۔ کہا جب مجھے سزا دے رہے تھے ۔ تو میرا معشوق میری نظروں میں تھا ۔ اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا ۔ اس کی نظر کے سبب مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی ۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ

جب مجازی معشوق کی نظر کا یہ اثر ہے۔ تو حقیقی کا تو اس سے بدرجہا بہتر ہونا چاہیئے ⁂

(مجلس)

پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ توکل کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو اپنے دعوے کے لیئے وکیل کرے۔ اور وہ وکیل اس شخص کا دوست بھی ہو اور عالم بھی۔ تو وہ مؤکل بالکل بے کھٹکے ہو گا۔ کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں۔ جو دعوے کے کاموں میں بھی دانا ہے۔ اور میرا دوست بھی ہے۔ اس صورت میں توکل بھی ہو گا۔ اور سوال بھی۔ چنانچہ وہ کبھی کبھی وکیل کو کہیگا۔ کہ اس دعوے کا جواب اس طرح دینا۔ اور یہ کام اس طرح سرانجام کرنا۔ یہ توکل کا پہلا درجہ ہے۔ کہ توکل بھی ہو۔ اور سوال بھی۔ دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے۔ کہ ایک شیر خوار بچہ ہو جسکی ماں اُسے دُودھ پلاتی ہو۔ اُسے توکل ہی ہو گا۔ سوال نہ ہو گا۔ بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دُودھ دینا۔ صرف روتا ہے۔ لیکن تقاضا نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کہتا ہے۔ کہ مجھے دُودھ دے۔ اس کے دل میں شفقت مادری کا پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ توکل کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جیسے مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ۔ کہ وُہ مُردہ نہ حرکت کرتا ہے۔ نہ سوال جس طرح نہلانیوالا چاہے۔ اسے حرکت دے۔ اور دھوئے۔ یہ درجہ بہت بلند اور اعلےٰ ہے ⁂

مجلس مذکورہ میں کھانا لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک نے بطور خوش طبعی کہا۔ کہ میں فلاں مقام پر تھا۔ اگرچہ میرا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ لیکن جب تتماج (ایک قسم کی آش) لائے۔ تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ کھا ہی لیا۔ اور بہیتر خوش طبعی کی باتیں کہیں۔ خواجہ صاحب نے اس موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ میں ایک مرتبہ شیخ جمال الدین خطیبؒ ہانسوی کے پاس گیا۔ اشراق کا وقت اور سردی کا موسم تھا۔ شیخ نے میری طرف دیکھکر یہ شعر پڑھا۔ ؎

با روغن گاو اندریں روز خنک　　　نیکو باشد سر یسہ و نان تنک

مَیں نے کہا۔ غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ شیخ جمال الدین نے کہا میں انہیں سے آیا ہوں تبھی تو کہتا ہوں۔ پس جو کچھ کہا تھا۔ اسی وقت لا موجود کیا۔ اور طعام حاضر تھا۔ اور دسترخوان بچھا ہوا تھا اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص محمد نام شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا جب کھانا لایا گیا۔ تو دسترخوان وغیرہ موجود نہ تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ زمین پر روٹیاں رکھدو۔ حاضرین کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر دسترخوان ہوتا۔ تو بہتر ہوتا۔ شیخ صاحب نے دو تسبیح انگلیوں سے زمین پر ایک گول لکیر کھینچی۔ اور فرمایا کہ محمدؐ اسی کو دسترخوان کو سمجھو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ حال کے شروع کی بات ہے ⁂

جمعہ کے روز تئیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس ہفتہ میں تب بسبب دیری تنخواہ دل تنگ تھا۔ جب حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا کہ۔ اس سے پہلے ایک مرد ہاتیت

[illegible]

بزرگ سے میری چند مرتبہ ملاقات ہوئی - اُس نے بہت سی باتیں کیں - فرط شکوہ کے سبب اسکا نام اور لقب نہ پوچھا گیا - جب کبھی مجھ سے ملتا - کوئی نہ کوئی حکایت بیان کرتا جب پہلی مرتبہ مجھ سے ملا - تو کہا - کہ انشاء اللہ تعالے تو ویسا ہی ہوگا - جیسا لوگوں کا اعتقاد تیری نسبت ہے - بعد ازاں خواجہ صاحب نے اسبات کی بڑی تعریف کی - پھر فرمایا - کہ دوسری مرتبہ جب اس سے ملاقات ہوئی - تو کہا - کہ سہاور میں ایک شخص شیخ وندول نام نہایت بزرگ تھا - عید کے روز جب خلقت واپس آئی - تو اس شخص نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے کہا - آج عید ہے - ہر ایک غلام اپنے آقا سے عیدی لیتا ہے - مجھے بھی عیدی دے - جب یہ بات کہی - تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا گرا جس پر لکھا تھا - کہ ہم نے تیری جان کو دوزخ کی آگ سے نجات دی - جب خلقت نے یہ دیکھا - تو اُس کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کئے - اور بڑی عزت اور آؤ بھگت کرنی شروع کی - اسی اثناء میں اس شیخ کا ایک دوست آیا - اُس نے کہا - تو نے تو اللہ تعالے سے عیدی لی ہے - تو مجھے دے - شیخ نے جب یہ بات سُنی - تو وہ ریشمی ٹکڑا اُسے دیدیا - اور کہا - جاؤ - یہ تمہاری عیدی ہے - قیامت کو ہم اور دوزخ آپس میں نپٹ لینگے *

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ پھر ایک مرتبہ اس سے ملاقات ہوئی - تو کہا - کہ مجھ سے یہ حکایت سُن - کہ ایک شہر میں کوئی مالدار برہمن رہتا تھا - شاید اس پر شہر کے حاکم نے جرمانہ کیا - اس کا سارا مال و اسباب لے لیا - بعد ازاں ایک روز وہی برہمن مفلس اور مضطرب کسی راستے چل رہا تھا - سامنے سے اسے دوست ملا - پوچھا کیا حال ہے ؟ برہمن نے کہا اچھا اور بہت عمدہ ہے - اُس نے کہا ساری چیزیں تو تجھ سے چھن گئیں - اب کیا خاک ہوگا - کہا - میرا جنیو تو میرے پاس ہے - یہ حکایت بیان کر کے خواجہ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا - کہ اس تقریر سے کیا معلوم ہوتا ہے - عرض کی - کہ باطنی مدد - میں نے معلوم کیا - کہ یہ میری تسکین خاطر کے لیے حکایت بیان فرمائی ہے - یعنی مال و اسباب دنیوی ہونے یا نہ ہونے کی خوشی یا غم نہیں کرنا چاہئیے - اگر سارا جہان بھی جاتا رہے - تو کچھ ڈر نہیں - ذات حق کی محبت دل میں ہونی چاہئیے - الحمد للہ کہ بندے نے بھی اس تقریر سے وہی معلوم کیا - جو خواجہ صاحب کا مدعا تھا *

جُمعہ کے روز چودھویں جمادی الاوّل سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا - میں نے جو رات کو خواب دیکھا تھا - عرض کیا - وہ خواب یہ تھا - کہ گویا امیر المومنین علی علیہ الرحمۃ و الغفران مجھ کو کچھ مٹھائی عنایت کر رہے ہیں - خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ کبھی اس سے تیری رشتہ داری تھی - عرض کی - نہیں - فرمایا - تو تجھے غیب سے کچھ ملیگا - دوسرے ہفتے غیب سے کچھ مجھے ملا

جس کا وہم و گمان تک نہ تھا یعنی ہفتے کے روز ۲۴ ماہ مذکور کو خواب دیکھنے کے گیارھویں دن بعد غیب سے مجھے کچھ ملا۔ الغرض اس روز امیر عالم والواجی علیہ الرحمۃ والغفران کی بزرگی کے بارے میں بہت کچھ آپ نے فرمایا۔ اسکی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ایک بزرگ صاحب نعمت تھا جس نے خواجہ اجل شیرازی سے نعمت حاصل کی تھی۔ ایک مرتبہ اس بزرگ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا۔ اے مسلمانو! تمہیں واضح رہے۔ کہ میں نے خواجہ اجل شیرازی علیہ الرحمۃ سے نعمت حاصل کی ہے۔ آج رات میں نے وہ نعمت اپنے لڑکے کو عنایت کرنی چاہی۔ تو حکم ہوا۔ کہ یہ نعمت امیر عالم والواجی کو دو۔ بعد ازاں امیر عالم کو منبر پر بلایا۔ اور اپنے دہن مبارک کا پانی اس کے منہ میں ڈالا ٭

فضیلت ماہ رجب

اتوار کے روز نویں جمادی الآخر ۷۱۰ھ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ رجب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا۔ کہ اس مہینے میں بہت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ اس مہینے میں چار راتیں بہت ہی بزرگ ہیں۔ یعنی پہلی رات۔ پہلی جمعرات۔ پندرھویں رات اور ستائیسویں جو معراج کی رات ہے ٭

بعد ازاں نفلی نمازوں کے بارے میں فرمایا۔ کہ جو شخص قضا شدہ فریضہ نمازوں کے عوض نفل ادا کر لے۔ تو وہ محسوب ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ قضا شدہ نماز کو پانچ مرتبہ ادا کرتے ٭

استقرار توبہ

اتوار کے روز تیرھویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ استقرار توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ سالک جب پیر کی بیعت میں مستقیم ہو۔ تو جو کچھ اس سے پہلے کر گذرا ہو۔ اس کے لئے اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا ٭

اسی اثناء میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ قصبہ بوہر میں معراج الدین نام ایک شخص رہتا تھا جب میں وہاں جا کر اس کے مکان پر ٹھیرا۔ وہ اور اس کے ہم قوم شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید تھے۔ اس روز وہاں کے بعض باشندے سراج الدین اور اس کے ہم قوم لوگوں سے لڑائی کرنے لگے۔ اور لڑائی میں نامناسب باتیں کہیں۔ جن سے تہمت پائی جاتی تھی۔ اس کی عورت نے جواب دیا۔ کہ جو کچھ تم کہتے ہو میرے بارے میں سوچو۔ کہ بیعت سے پہلے تھا۔ یا بعد میں بھی جب یہ بات کہی۔ تو فرمایا۔ اس عورت نے کیا اچھی بات کہی ٭

منگل کے روز انتیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک نے آکر اپنے احوال کے انتظام کیلئے مدد طلب کی۔ فرمایا تنگی معاش دور کرنے کیلئے ہر رات سورۃ جمعہ پڑھا کرو ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر جمعرات کو پڑھنی چاہئے لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ ہر رات پڑھنی چاہئے۔ لیکن میں نے اپنے لئے کبھی نہیں پڑھی۔ کسی اور

کے لئے پڑھتا ہوں ۔

در صوفیان لباس

اِسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی - کہ ایک مرتبہ میرا گذر چند ایسے اشخاص پر ہؤا - جو صوفیوں کے لباس میں تھے - ان میں ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا - تیرا روزگار اچھا ہو جائیگا - اور تیرے لئے اسباب مہیا ہونگے - اور تیری روزی فراخ ہو جائے گی - مَیں نے چاہا - کہ کہوں - کہ خواجہ صاحب جس لباس میں آپ ہیں - اس لباس والے ایسی تعبیر نہیں کیا کرتے - پھر خیال آیا - کہ میری کیا ہستی ہے - جو جواب کہوں - بغیر کچھ کہے میں پاس سے گذر گیا - جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی - تو جو شخص مدد طلب کرنے کے لئے آیا تھا - اُس نے عرض کی - اے مخدوم ! لوگوں کے لئے فراخ روزی اور اسباب کا مہیا ہونا ضروری ہے - خواجہ صاحب نے مُسکرا کر فرمایا - کہ یہ حکایت میں نے اپنے حال کی بابت بیان کی ہے - نہ کہ تیرے حال کی بابت ۔

جُمعرات کے روز چھٹی ماہ رجب مبارک کو سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی - اس روز مَیں نے مع اور چند یاروں کے ازسرِ نو بیعت کی - اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی - کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکے کا ارادہ کیا - تو فتح سے پہلے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بطور قاصد اہلِ مکہ کے پاس بھیجا - اسی اثناء میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی - کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہید کئے گئے ہیں - یہ خبر سُنکر صحابہ کو بلایا - کہ آکر پھر بیعت کرو - تاکہ ہم اہلِ مکہ سے لڑائی کریں - یاروں نے بیعت کی - اس وقت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم درخت کے تنے پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے - اِس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں - اسی اثناء میں ایک صحابی الاکوع نام آیا - اور بیعت کی - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا - کہ تو نے اِس سے پہلے تو بیعت نہیں کی - عرض کی - کی ہے - اسوقت ازسرِ نو پھر بیعت کرتا ہوں - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے بیعت فرمایا ۔

در تجدید بیعت شیخ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ یہ تجدیدِ بیعت وہیں سے شروع ہوئی ہے ۔

بعد ازاں فرمایا - کہ اگر کوئی مرید ازسرِ نو بیعت کرنا چاہے - اور شیخ موجود نہ ہو - تو شیخ کا جامہ سامنے رکھے - اور اُس کپڑے سے بیعت کر لے - اِسی اثناء میں فرمایا - کہ تعجب نہیں - کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی بارہا ایسا کیا ہو - اور مَیں نے تو بارہا ایسا کیا ہے ۔

در حسن اعتقاد

پھر حسنِ اعتقاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو فرمایا - کہ میں نے شیخ رفیع الدین کی زبانی سُنا ہے جو شیخ الاسلام اودھ تھے - وہ بیان کرتے ہیں - کہ مجھے اِس سے قرابت تھی - کیونکہ وہ خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا - ایک مرتبہ اس مرید کو کوئی تہمت لگا کر گرفتار کیا گیا - اور قتل کرنے لگے - قاتل نے اُسے قبلہ رُخ کھڑا کیا - جس کے سبب اُس کی پیٹھ اپنے پیر کی قبر کی طرف ہوتی تھی فوراً اُس نے رُخ پھیر لیا - اور اپنے پیر کی قبر کی طرف رُخ کیا - قاتل نے کہا - اِس موقعہ پر تو رو بقبلہ

ہونا چاہئے ۔ تو کیوں رُخ پھیرتا ہے ۔ اُس لئے کہا میں نے اپنے قبلہ کی طرف رُخ کیا ۔ تو اپنا کام کر ۔ اس حکایت کو لیکر ایک اور حکایت بیان فرمائی ۔ کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا ۔ ایک روز ایک منزل میں سخت تکلیف پائی ۔ اگرچہ میں سوار تھا ۔ لیکن پیاس نے بڑی تکلیف دی ۔ پانی کے کنارے پہونچکر گھوڑے سے اُتر پانی پینا چاہا ۔ میرے دِل کو سخت پیاس لگی ۔ اور صفرا کا زور ہوا اِس حالت میں مَیں بیہوش گیا ۔ تو زبان سے شیخ شیخ کی آواز نکلی ۔ ایک گھڑی بعد میں نے ہوش سنبھالی الغرض اس کے بعد مجھے اپنے کام کے انجام پر وثوق ہوگیا ۔ کہ امید ہے ۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ اُن کی یاد پر میرا خاتمہ ہوگا ۔

اتوار کے دن تیئیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی ۔ قبروں کی زیارت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ تو فرمایا ۔ کہ جب میری والدہ صاحبہ کو بیماری لاحق ہوئی ۔ تو کئی بار مجھے فرمایا ۔ کہ فلاں شہید کی زیارت کے لئے جاؤ ۔ اور فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤ ۔ میں فرمان کے مطابق جاتا جب آتا ۔ تو فرماتیں ۔ کہ بیماری میں تخفیف ہے ۔ اور تکلیف کم ہے ۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز بیمار تھے ۔ تو مجھے ایک مرتبہ وہاں کے شہیدوں کی زیارت کے لئے بھیجا ۔ جب میں واپس آیا ۔ تو فرمایا ۔ کہ تیری دُعا نے کچھ اثر نہیں کیا ۔ مجھے کوئی جواب بن نہ آیا ۔ ایک یار علی بہاری نام نے جو پیچھے کھڑا تھا ۔ کہا کہ ہم ناقص ہیں ۔ اور شیخ کی ذاتِ مبارک کامل ۔ ناقصوں کی دعا کاملوں کے حق میں کس طرح اثر کرسکتی ہے ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ یہ بات شیخ صاحب نے نہ سُنی ۔ پھر مَیں نے یہی بات عرض کی ۔ تو فرمایا ۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے یہ خواہش کی ہے ۔ کہ اسکی جو مراد ہو پوری کرے ۔ پھر مجھے عصا عنایت کرکے فرمایا ۔ کہ تم اور بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ جاؤ ۔ اور اسی مقبرہ میں جاکر مشغول رہو ۔ ہم دونوں گئے ۔ اور رات بھر یادالٰہی میں مشغول رہے ۔ جب واپس حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا ۔ کہ اب کچھ اثر ہوا ہے ۔

[illegible]

اسی اثناء میں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ مناسب ہے ۔ کہ تم اور باقی کے تمام یار ملکر ایک لاکھ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھو ۔ اور یاروں کو اس بات کی اطلاع کرو ۔ میں نے اطلاع کی ۔ ہر ایک نے کچھ مقدار منظور کی ۔ ایک نے پانچ ہزار مرتبہ ۔ دوسرے نے چار ہزار مرتبہ کسی نے کم کسی نے زیادہ بار پڑھنا منظور کیا ۔ میں نے دس ہزار مرتبہ پڑھنا منظور کیا ۔ تقریباً ایک ہفتہ کے اندر ختم کرلیا ۔

بعد ازاں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی ۔ کہ کیا یہ سب کچھ حالت مرض میں ہوا ۔ فرمایا ۔ نہیں ۔ اس سے پہلے کا ذکر ہے ۔ معلوم نہیں کوئی اور غرض ہوگی ۔

[illegible]

ہفتہ کے روز ساتویں ماہ ذیقعدہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ امام ناصری کی تفسیر پاس پڑی تھی۔ وہاں سے صاحب تفسیر کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ امام کو ایک دفعہ کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس بیماری میں سکتہ لاحق ہؤا۔ تو احمقوں نے خیال کیا۔ کہ وہ مرگیا ہے۔ چنانچہ دفن بھی کر آئے جب رات ہوئی۔ اور ہوش آیا۔ تو معلوم کیا۔ کہ مجھے تو قبر میں ڈال گئے ہیں۔ اسی حیرانگی اور اضطراب کی حالت میں اسے یاد آیا۔ کہ جو شخص اضطراب کی حالت میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس تنگی سے اُسے فرحت عنایت کرتا ہے۔ اور کوئی راہ نکل آتی ہے سو سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب اُنتالیس بار پڑھ چکا۔ تو کشادگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور وہ اس طرح کہ ایک کفن چور نے کفن کی طمع سے قبر کھودی۔ امام کو معلوم ہوگیا کہ یہ کفن چور ہے۔ سورۂ یٰسین آہستہ پڑھنی شروع کی۔ تاکہ مراد کے موافق قبر کھودے۔ مختصر یہ کہ جب چالیسویں مرتبہ سورۂ یٰسین ختم کی۔ تو امام ناصر آہستہ سے قبر سے باہر نکلے۔ جب کفن چور نے دیکھا۔ تو مارے خوف کے وہیں ہلاک ہؤا۔ امام کو اس کی موت کا بڑا افسوس ہؤا کہ مجھے چپ رہنا چاہئے تھا۔ تاکہ وہ کفن لے جاتا۔ جب باہر نکلے تو سوچا۔ کہ اگر لوگ مجھے یکبارگی دیکھینگے۔ تو خوف زدہ ہو جائینگے۔ پس شہر میں آکر آہستہ آہستہ یہ کہنا شروع کیا۔ کہ میں سکتہ کی بیماری میں مبتلا تھا۔ مجھے غلطی سے قبر میں ڈال آئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس واقعہ کے بعد تفسیر لکھی تھی۔

پھر اُن لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو ہمیشہ دین میں مستغرق رہتے۔ اور کھانے پینے کی سدھ بُدھ نہیں ہوتی۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ اُسی کے لئے کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ ایک بزرگ شیخ دریا کے کنارے رہا کرتا تھا۔ اُس کی ایک عورت تھی۔ ایک روز عورت کو کہا۔ کہ کھانا لیکر دریا کے پار جاکر جو فقیر بیٹھتا ہے۔ اُسے دے آ۔ عورت نے کہا۔ پانی گہرا ہے۔ عبور کس طرح کروں گی۔ شیخ نے کہا۔ دریا کے کنارے جاکر کہنا۔ کہ میرے شوہر کی حرمت سے جس نے کبھی مجھ سے صحبت نہیں کی مجھے راہ دے۔ عورت حیران رہ گئی۔ اور اپنے دل میں کہا۔ کہ اس سے میرے ہاں اتنے بال بچے پیدا ہوئے اور یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے صحبت ہی نہیں کی۔ آخر شوہر کے فرمان کے مطابق دریا کے کنارے پہونچی۔ اور وہی کہا۔ تو دریا نے راستہ دیا۔ اور پار ہوگئی۔ وہاں پہنچکر درویش کے سامنے کھانا رکھا۔ اس نے کھالیا۔ تو عورت سوچنے لگی۔ کہ آتی مرتبہ تو اس طرح آئی۔ اب جاؤں کس طرح؟ درویش نے پوچھا کس طرح آئی تھی؟ عورت نے ساری بات کہہ سنائی۔ درویش نے کہا۔ اچھا اب جاکر یہ کہنا کہ اے دریا اس شیخ کی حرمت سے جس نے تیس سال سے کسی قسم کا کھانا نہیں کھایا۔ مجھے رستہ دے۔ عورت حیران رہگئی کہ میرے

سامنے بھی اس نے کھایا ہے۔ اور ابھی اسطرح کہتا ہے۔ خیر اُس نے جاکر دریا کے کنارے ایسا ہی کہا۔ رستہ مِل گیا۔ اور پار اپنے شوہر کے پاس پہونچی۔ تو کہا کہ مجھے ان دونوں باتوں کا بھید بتاؤ۔ کہ تُو نے کئی سال مجھ سے صحبت کی۔ اور اس درویش نے بھی میرے سامنے کھانا کھایا یہ دونوں جھوٹ کہکر دریا سے رستہ لیا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ شیخ نے کہا۔ تجھے واضح رہے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے کبھی تجھ سے صحبت نہیں کی۔ اسی طرح اس درویش نے بھی کبھی نفسانی طمع سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ محض عبادت اور طاعت کی خاطر۔ اِس لحاظ سے اُس نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ ان دونوں باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ مردانِ خدا کرتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں۔ انکی نیت سب حق کی خاطر ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر قطب الاولیاء شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت فرمایا کہ آپ کے دو فرزند توام (جوڑے) تھے۔ ایک تو چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا۔ اور دوسرا بڑا ہوا۔ جو بڑا ہوا۔ اُس کے احوال کو شیخصاحب کے احوال سے کچھ مناسبت نہ تھی۔ اور نہ آپس میں شکل وصورت میں ملتے جلتے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین کے فرزند شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہما تھے القصہ فرمایا۔ کہ جب شیخصاحب کا چھوٹا لڑکا فوت ہوا۔ اور اسے دفن کر کے واپس آئے۔ تو آپ کے حرم فرزند کی وفات پر جزع و فزع کر رہے تھے۔ جو شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز نے سُنا ہاتھ پر ہاتھ مار کر افسوس کرنا شروع کیا۔ شیخ بدرالدین غزنوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو حاضرِ خدمت تھے۔ پوچھا۔ کہ یہ افسوس کیسا؟ فرمایا کہ اب مجھے افسوس آتا ہے۔ کہ میں نے کیوں اللہ تعالےٰ سے التجا نہ کی کہ میرا فرزند بڑی عمر کا ہوتا۔ اگر میں خواہش کرتا۔ تو ضرور منظور ہوجاتی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ دیکھو ان کا استغراق کس درجہ کا ہے۔ کہ اپنے فرزند کے مرنے جینے تک کی خبر نہیں۔

[illegible]

پھر دعا کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ دعا کے وقت کئے ہوئے گناہوں کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ اور نہ ہی کی ہوئی عبادت اور طاعت کا۔ اگر ایسا کرے۔ اور دعا قبول نہ ہو۔ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ اگر گناہ کا خیال دل میں لائے۔ تو دعا کے اتقان میں سستی پیدا ہوتی ہے۔ پس دعا کے وقت اللہ تعالےٰ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اور یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ دعا ضرور قبول ہوجائیگی۔ نیز فرمایا۔ کہ دونوں ہاتھ دعا کے وقت کھلے رکھنے چاہئیں اور سینے کے برابر۔ اور یہ بھی آیا ہے۔ کہ دونوں ہاتھ ملا کر رکھنے چاہئیں۔ اور بہت اوپر۔ ایسی شکل اختیار کرنی چاہیئے۔ کہ ابھی کوئی چیز ملے گی۔ اس موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ دعا دل کی تسلی کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔

عقیدہ مریداں

پھر مریدوں کے عقیدے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ اس سے پہلے میرا ہمسایہ محمد نام تھا۔ جو ہر سال نار وے کی بیماری میں مبتلا ہوتا۔ اور اس بیماری میں سخت تکلیف اٹھاتا۔ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کیلئے روانہ ہوا۔ تو اس نے کہا۔ کہ شیخصاحب سے میرے لئے تعویذ لانا جب میں شیخصاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس مرد کا حال بیان کیا۔ اور تعویذ مانگا۔ فرمایا۔ کہ تو ہی لکھ لے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تعویذ لکھا۔ اور شیخصاحب کے ہاتھ دیا۔ آپ نے دیکھکر پھر مجھے واپس دیا۔ اور فرمایا اسے دے دینا جب میں شہر پہنچا۔ تو اسے تعویذ دیا۔ پھر کبھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ آپ نے تعویذ میں کیا لکھا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ اللہ الشافی اللہ الکافی اللہ المنافی لکھا تھا۔ اور کچھ اور بھی جو اسوقت مجھے یاد نہیں ٭

نیز حسن اعتقاد کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک روز میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ آپ کی ریش مبارک سے ایک بال آپ کی گود میں گرا۔ میں نے عرض کی۔ کہ کچھ التماس کیا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت عنایت فرمائیں۔ پوچھا کیا ہے میں نے عرض کی جناب کی ریش مبارک سے ایک بال گود میں آگرا ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو اسے بجائے تعویذ نگاہ رکھوں۔ فرمایا۔ بہتر۔ وہ بال بڑی تعظیم و تکریم سے لیکر کپڑے میں لپیٹا اور اپنے ساتھ لیکر شہر میں آیا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ اس ایک بال کی بہت بڑی تاثیریں دیکھیں جب کوئی بیمار تعویذ کے لئے میرے پاس آتا۔ میں وہی بال اسے دیتا۔ جو چند روز رکھنے سے اسے صحت ہو جاتی۔ میرا ایک دوست تاج الدین مینائی تھا۔ اسکا چھوٹا لڑکا بیمار ہو گیا۔ تو ہم سے آکر تعویذ مانگا۔ ہر چند میں نے اس بال کو ڈھونڈا نہ ملا۔ نامراد واپس چلا گیا۔ اسی بیماری میں اسکا لڑکا مر گیا۔ جب کچھ دنوں بعد ایک اور شخص تعویذ کے لئے آیا۔ تو جہاں پہلے رکھا تھا۔ وہیں پڑا پایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ چونکہ اس لڑکے کی عمر پوری ہو چکی تھی۔ اسواسطے تعویذ غائب ہو گیا ٭

نثر و نظم

پیر ھ کے روز سولھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسوقت نثر اور نظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو اچھی بات سنی جائے۔ اس سے ضرور حظ آتا ہے۔ اور جو مطلب نثر میں ادا کیا جائے۔ اگر نظم میں کیا جائے۔ تو پہلے کی نسبت اسکا حظ بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جو عمدہ بات عمدہ آواز میں سنی جائے۔ تو اس کا حظ بھی اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسی اثنا میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ مجھے کسی چیز میں ایسی رقت طاری نہیں ہوتی جیسی سماع میں فرمایا۔ اصحاب طریقت اور مشتاقوں کا یہی ذوق ہے

کہ آگ لگاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا۔ تو بقا بھی نہ ہوتی۔ اور بقا میں ذوق ہی کیا ہوتا ۔

اسی اثنا میں آبدیدہ ہو کر آہ بھر کر فرمایا۔ کہ مجھے ایک مرتبہ خواب میں کچھ دکھلایا گیا۔ تو میں نے یہ مصرع پڑھا مصرع اے دوست بدست انتظارم کشتی

اور پھر خواب میں یہ مصرع دوبارہ پڑھا مصرع اے دوست بزخم انتظارم کشتی ۔

جب میں جاگا۔ تو مجھے یاد آیا۔ کہ یہ مصرع اسطرح ہے مصرع اے دوست بتیغ انتظارم کشتی

منگل کے روز تیرھویں ماہ ذوالحجہ کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ صدقِ ارادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید لشکر میں ملازم تھا۔ جسے محمد شاہ کہتے تھے۔ وہ جو ارادہ کرتا۔ خواب میں شیخ صاحب کو دیکھتا۔ اور جس حالت میں دیکھتا۔ ویسی ہی اس خواب کی تعبیر کرتا۔ ایک مرتبہ اس نے ہندوستان میں آنے کا ارادہ کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ صاحب اجودھن جا رہے ہیں جب جاگا۔ تو دل میں کہا کہ مجھے بھی اسی طرف جانا چاہیئے۔ نہ شیخ سے کوئی بات سنی۔ نہ اشارہ دیکھا۔ صرف اسقدر دیکھا کہ اجودھن کی طرف جا رہے ہیں۔ اس نے ہندوستان کا ارادہ فسخ کر کے اجودھن جانے کا ارادہ کیا۔ الغرض اس سفر میں اسے آرام و آسائش بہت حاصل ہوئی خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ محمد شاہ غور کا رہنے والا تھا۔ جو آخری عمر میں کعبہ کی زیارت کو گیا۔ اور پھر اسکی کوئی خبر نہ سنی ۔

ھفتہ کے روز پندرھویں ماہ محرم سنہ ۷۱۱ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک شیخ نہایت بزرگ تھا۔ ایک شخص آکر اسکا مرید ہوا۔ اور خرقہ پایا۔ جیسا کہ اس کام کی رسم ہے۔ کچھ مدت بعد شیخ کو معلوم ہوا۔ کہ مرید نے برے کام اختیار کئے ہیں۔ تو شیخ اس کے گھر گیا اور کہا۔ کہ میرے گھر آکر رہ۔ تو مجھے کیوں مشہور کرتا ہے۔ آ میں تیری پردہ پوشی کروں گا۔ مرید نے یہ سنکر شیخ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور پھر بیعت اور توبہ کی۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

جب یہ حکایت ختم ہو چکی۔ تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ پیر مرید کے احوال کو زیادہ تر دیکھے۔ اگر مریدوں کے احوال کو نہ دیکھیگا۔ تو ان کے اعمال کیونکر دیکھ سکیگا۔ لیکن اگر مریدوں کے اعتقاد کی طرف نگاہ کرے۔ اور انہیں درست اعتقاد پائے۔ تو مرید کو کچھ امید ہو سکتی ہے۔ فرمایا بیشک اس بارے میں اصل اصول اعتقاد ہے جس طرح ظاہر میں ایمان ہے۔ اس طرح باطن میں یقین ہے۔ مرد کو چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اسکا ایمان درست ہو۔ اسی طرح مرید کو بھی چاہیئے کہ پیر کے حق میں اعتقاد درست رکھے جسطرح درستی ایمان کے سبب مومن گناہ سے کافر نہیں ہو جاتا اسی طرح مرید درستی اعتقاد کے سبب لغزش سے نا امید نہیں ہو جاتا۔ اگر اس کا اعتقاد درست

ہے - تو پھر اصلاح کی امید ہو سکتی ہے ۔

ذکر تلاوت قرآن

پھر تلاوت قرآن اور اس کے حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - میں نے عرض کی - کہ اگر یاد نہ ہو سکے - تو دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے - فرمایا بہت اچھا ہے - دیکھ کر پڑھنے میں بھی حظ آتا ہے - بعد ازاں فرمایا - کہ شیخ صاحب جسکو قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے فرماتے پہلے

ذکر حفظ قرآن - سورۂ یوسف حفظ کرنا

سورۂ یوسف یاد کرنے کا حکم دیتے - جو شخص سورۂ یوسف یاد کر لیتا ہے - اسکی برکت سے اسے سارا قرآن مجید یاد ہو جاتا ہے - اسی موقعہ کے مناسب فرمایا - کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - کہ جو شخص قرآن شریف حفظ کرنے کی نیت کرے - اور حفظ کئے بغیر فوت ہو جائے - تو جب اسے قبر میں رکھتے ہیں - فرشتہ آکر ایک بہشتی ترنج اسے دیتا ہے - جس کے کھانے سے سارا قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے - اور قیامت کے دن وہ حافظ قرآن ہو کر اٹھیگا ۔

ذکر بعض اشخاص درویش صفت

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - جو درویش صفت ہوتے ہیں - اور ان میں نیک مردوں کے سے اخلاق پائے جاتے ہیں - فرمایا - کہ میں نے اس صفت کے آدمی مولانا شہاب الدین میرٹھی - مولانا احمدؒ اور مولانا کیتھلی دیکھے ہیں - مولانا احمدؒ کی بابت فرمایا - کہ وہ مرد خدا حافظ قرآن تھا - ایک دفعہ میں نے شیخ کبیرؒ کی زیارت کا ارادہ کیا - آپ کی وفات کے بعد حدود سرستی میں مولانا احمدؒ سے میری ملاقات ہوئی - مجھے کہا - کہ جب روضہ شیخ پر پہنچو تو میرا اسلام پہنچا دینا - اور کہنا کہ مجھے دنیا کی طلب نہیں - اسکے طالب اور بہت ہیں - اور نہ ہی آخرت طلب کرتا ہوں میں صرف یہ چاہتا ہوں - کہ اللہ تعالے مجھے بحالت مسلمانی فوت کرے - اور نیک لوگوں سے ملائے ۔

پھر مولانا کیتھلی کے بارے میں فرمایا - کہ وہ بہت ہی بابرکت بزرگ تھا - اگرچہ کسی سے اسے علاقہ نہ تھا - لیکن مردان خدا کا دیدار اس نے بہت کیا تھا - پہلی مرتبہ جب میں نے اسے دیکھا - تو اسکی تقریر سے معلوم ہوا - کہ وہ مرد واصل ہے - کوئی بات میرے دل میں تھی - وہ میں نے اس سے پوچھی - جواب دیا - وہ اس طرح ہے - خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا - کہ اگر وہ مشکل بات سو مجتہد عالموں سے بھی پوچھی جاتی - تو بھی حل نہ ہوتی نیز اسکے اخلاق کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس آیا ہوا تھا - اسی اثناء میں میرے خدمتگار بشیر نے جو ابھی لڑکا ہی تھا کچھ بے ادبی کی - میں نے اسے چھڑی ماری تو مولانا کیتھلی کو ایسا درد محسوس ہوا - کہ گویا وہ لکڑی انہیں ماری گئی ہے - رونے لگے - اور فرمایا - کہ یہ میری شامت کی وجہ ہے کہ اسے تکلیف پہنچی - خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اسکی شفقت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی ۔

اس کی بزرگی کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی - کہ اس کی زبانی میں نے سنا - کہ ایک سال

دہلی میں قحط پڑا جن دنوں کہ ملک قطب الدین حسن کا واقعہ گذرا ہے۔ میں کرپاسی بازار میں کھانا خریدنے کے لئے گیا جب خریدا۔ تو خیال کیا۔ کہ اسے اکیلے نہیں کھانا چاہیئے۔ کسی کو اپنا ہم لقمہ بنانا چاہیئے۔ ایک گدڑی پوش درویش کو دیکھا۔ جو میرے پاس سے گذرا۔ میں نے اسے کہا صاحب! آپ بھی درویش ہیں۔ اور میں بھی درویش ہوں۔ میں غریب الوطن ہوں۔ اور آپ بھی مسافر معلوم ہوتے ہیں۔ آؤ کچھ کھانا ہے بلکر کھالیں۔ درویش مان گیا۔ ہم نانبائی کی دکان پر گئے اور کھانا کھایا۔ اس اثنا میں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ میرے پاس بیس تھیلیاں پیسوں کی ہیں۔ میں انہیں ذخیرہ رکھنا چاہتا ہوں۔ درویش نے کہا۔ کہ فراغ دلی سے کھانا کھاؤ۔ میں تجھے بیس تھیلیاں دونگا میرے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ پھٹے پرانے کپڑوں والا مجھے کس طرح اتنے دام دیگا۔ الغرض کھانے سے فارغ ہو کر مجھے نمازگاہ کی طرف لے گیا۔ نمازگاہ کے پیچھے ایک قبر تھی۔ اس پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھا۔ اور چھپڑی جو ہاتھ میں تھی۔ آہستہ سے دو تین مرتبہ اس پر لگائی۔ اور کہا۔ کہ اس درویش کو بیس تھیلیاں داموں کی دینی ہیں۔ اسے دے۔ یہ کہہ کر آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور کہا۔ جاؤ مولانا آپ کو ملجائینگی۔ یہ سن کر میں ہاتھ کو بوسہ دیکر واپس چلا آیا۔ میں اسی حیرت میں تھا۔ کہ مجھے کہاں سے ملینگی۔ میرے پاس ایک خط تھا۔ جو کسی کے گھر پہنچانا تھا۔ میں اسی روز وہ خط پہنچانے گیا جب میں دروازہ کمال کے نزدیک پہنچا۔ تو ایک ترک کو اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا دیکھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی۔ اور غلاموں کو میرے پیچھے دوڑایا۔ آخر مجھے اوپر لے گئے وہ ترک بڑی خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آیا۔ میں نے بہتیری کوشش کی لیکن اسے نہ پہچان سکا۔ ترک بھی کہنے لگا۔ کہ تو وہ عالم نہیں جس نے فلاں مقام پر میرے ساتھ نیکی کی تھی۔ میں نے کہا میں نے تو کوئی نہیں کی۔ اس نے کہا: میں تجھے پہچانتا ہوں۔ تو کیوں اپنے تئیں چھپاتا ہے۔ الغرض بیس تھیلیاں داموں کی لاکر بڑی معذرت سے میرے ہاتھ دیں۔

خواجہ صاحب نے اس مولانا کیتھلی کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ تنہا کھانا نہ کھانے کی جو عادت ان میں تھی۔ وہی اس کے رتبے کو نیک بنائی تھی۔ دوسرے اخلاق کا کیا حال ہوگا۔

پھر فرمایا۔ کہ میں سفر کرتے کرتے سرستی کی حدود میں پہنچا۔ تو میں نے سنا۔ کہ کل اس راہ میں ڈاکہ پڑا۔ اور بہت سے مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ ایک ان میں عالم تھا۔ جسے کیتھلی کہتے تھے۔ وہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اسی حالت میں شہید ہوا۔ خواجہ

صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ ہو نہ ہو۔ وہ مولانا کیتھلی ہونگے جب لانبوں کو جاکر دیکھا۔ اور فاتحہ پڑھ کر غور سے دیکھا۔ تو آپ ہی تھے ؛

بدھ کے روز تیسری ماہ ربیع الاول سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس دفعہ ایک مہینے بعد حاضر خدمت ہوا تھا۔ کبھی اس قدر غیر حاضری نہ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس وقت فاضلوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ کہ تو آپہنچا میں دوبارہ آداب بجالایا ؛

بعدازاں فرمایا۔ کہ خواجہ شمس الملک علیہ الرحمۃ کی یہ عادت تھی۔ کہ اگر کوئی شاگرد ناغہ کرتا۔ یا کوئی دوست دیر کے بعد آتا۔ تو فرماتے کہ میں نے ایسا کونسا کام کیا ہے۔ کہ تو نہیں آتا ؛

بعدازاں مسکرا کر فرمایا کہ اگر کسی کو دل لگی کرتے۔ تو بھی یہی فرماتے۔ کہ میں نے کیا کیا ہے۔ جو تو نہیں آتا۔ تاکہ وہی کروں۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ اگر میں ناغہ کرتا۔ یا دیر بعد حاضر خدمت ہوتا۔ تو میرے دل میں خیال آتا۔ کہ مجھے بھی یہی کہینگے۔ لیکن مجھے یہ کہتے ؎

آخر کم از انکہ گاہ گاہے   آئی و بماکنی نگاہے۔

خواجہ صاحب یہ شعر پڑھتے وقت آبدیدہ ہوئے۔ چنانچہ حاضرین پر رقت طاری ہوئی حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ جن دنوں آپ شمس الملک کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو آپ کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور چھجہ میں اپنے خاص مقام میں بٹھایا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ جہاں پر وہ بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں پر قاضی فخر الدین ناقلہ یا مولانا برہان الدین بیٹھا کرتے تھے۔ اور جب کبھی مجھے وہاں بیٹھنے کا حکم ہوتا۔ تو میں کہتا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں بہتیرا عذر کرتا۔ لیکن ایک نہ مانتے۔ آخر مجھے بھی وہیں بٹھاتے حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ ایک مرتبہ وہ ملازم بھی ہو گئے تھے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ہاں ایک مرتبہ وہ مستوفی مقرر ہوئے تھے۔ خواجہ تاج ریزہ نے آپ کے بارے میں یہ شعر پڑھا ہے ؎

صدر اکنوں بہ کام دل دوستاں شدی   مستوفی ممالک ہندوستاں شدی

میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ خواجہ شمس الملک کی بزرگی ان کے وفور علم سے ظاہر ہے لیکن کون جانتا ہے۔ کہ ایسے درویشوں سے علاقہ تھا یا ان سے محبت تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ عقیدہ بہت خوب تھا۔ میری تعظیم جو کرتے تھے۔ اسی سے ان کے عقیدے کا اندازہ ہوسکتا ہے

کے روز چوبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز کئی یاروں نے اکٹھے ہی قدمبوسی کی۔ پوچھا کیا ایک ہی مقام سے آئے ہو۔ عرض کی جدا جدا مقام سے۔ یہاں آکر اکٹھے ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ الگ الگ آنا بہتر ہے کیونکہ شیخ فریدالدین قدس سرہ العزیز یہی فرمایا کرتے تھے

الگ الگ آیا کرو۔ کہ نظر بحق ہے ؛؛

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نظر اور جادو کا اثر یقینا ہے۔ کہ یہ وہ حق نہیں جو غیر باطل ہے۔ یعنی اس کا اثر ضروری ہوتا ہے۔ معتزلہ تو اس بات کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نظر اور جادو کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ فرمایا وہ غلطی پر ہیں یہاں سے کرامت۔ معونت اور استدراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ معجزہ انبیاء کا کام ہے۔ جن کا علم اور عمل کامل ہوتا ہے۔ اور وہ صاحب وحی ہوتے ہیں جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ معجزہ ہے۔ کرامت وہ ہے۔ جو اولیاء سے ظاہر ہوتی ہے۔ انہیں بھی علم اور عمل بدرجہ کمال ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس میں مغلوب ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کرامت کہلاتا ہے۔ معونت کا یہ مطلب ہے۔ کہ بعض دیوانوں سے جنہیں نہ علم ہوتا ہے۔ نہ عمل کبھی کبھی کوئی بات خلاف عادت ظہور میں آتی ہے اسے معونت کہتے ہیں۔ استدراج اسے کہتے ہیں جو ایک گروہ سے جسے ایمان کا مس بھی نہیں۔ جیسے اہل سحر وغیرہ سے کوئی بات دیکھی جائے ؛؛

پھر اطوار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ اطوار تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک حسی دوسرے عقلی تیسرے قدسی۔ حسی جیسے کھانا۔ سونگھنا وغیرہ۔ جو حس سے معلوم ہوتے ہیں عقلی دو قسم کے ہیں کسبی اور بدیہی۔ لیکن جو بلاغت میں پہنچ چکا ہو۔ وہ کسبی کو بھی بدیہی جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قدسی علم قدس نہیں۔ یہ انبیاء اور اولیا کا کام ہے بعد ازاں فرمایا کہ اس شخص کی علامت کیا ہوتی ہے۔ جس پر عالم قدس کا دروازہ کھلا ہو یہی ہے بارے اس شخص کو جس پر عقل کا دروازہ کھلا ہو۔ اور اس پر بدیہی یا کسبی کوئی بات حل ہو جائے۔ تو اس سے اسے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور عالم قدس کی راہ نہیں ملتی ؛؛

اسی اثناء میں ایک عالم کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ کہ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ جو چیز غیب سے دل پر گذریگی۔ انشاء اللہ اسے لکھ سکونگا۔ اس نے بہت کچھ لکھا۔ لیکن آخر میں یہ لکھا۔ کہ جو کچھ مقصود تھا۔ وہ نہیں لکھ سکا ؛؛

پھر معتزلہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ اہل کفر اور اہل کبائر ہمیشہ عذاب میں رہینگے۔ فرمایا۔ یہ انکی غلطی ہے۔ اصل یوں ہے کہ کافر ہمیشہ عذاب میں رہینگے اس واسطے کہ وہ بتوں پر جنکی پرستش کرتے ہیں۔ اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور وہی ان کے معبود ہیں چونکہ یہ ان کا دائمی اعتقاد ہے۔ اور ہمیشہ کفر پر جمے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کا عذاب بھی دائمی ہوگا لیکن جو لوگ کبیرہ گناہ کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ نہیں کرتے۔ کبھی گناہ کے ارتکاب سے فارغ بھی

ہوتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے برا کیا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ پس چونکہ ہمیشہ کے لئے کبیرہ گناہوں پر راسخ نہیں ہوتے۔ اس لئے انہیں عذاب بھی ہمیشہ نہیں ہوگا
بعد ازاں فرمایا۔ کہ گنہگار کی حالت میں تین باتوں کا مطلع ہوتا ہے۔ اول یہ کہ وہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ وہ ٹھیک نہیں۔ دوسرے وہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ اسے اللہ تعالے جانتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ تیسرے اسے بخشش اور معافی کی امید بھی ہوتی ہے۔ اور یہ تینوں کام فرمانبرداروں کے ہیں ؛؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اشعری مذہب میں بھی یونہی ہے۔ کہ جس کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ وہ مومن ہے اور جس مومن کا خاتمہ کفر پر ہوگا۔ وہ کافر ہے۔ اس موقعہ پر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ناگور میں ایک ہندی کو کئی مرتبہ کہا۔ کہ یہ ولی ہے۔ اسی اثناء میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حکایت شروع ہوئی تو فرمایا۔ کہ جب آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا قیامت کے دن کافر دوزخ میں رہینگے فرمایا نہیں۔ پوچھا۔ کیوں۔ فرمایا۔ کہ قیامت کے دن جب کافر عذاب وغیرہ دیکھیں گے۔ تو ایمان لائینگے لیکن وہ ایمان انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس واسطے کہ ایمان وہ ہے۔ جو بالغیب ہو۔ گو وہ دوزخ میں جائیں گے لیکن مومن ہونگے۔ پھر فرمایا۔ کہ اس آیت "وما خلقت الجن والانس الالیعبدون" میں ابن عباس کے قول کے موافق الالیوحدون ہے۔ یعنی جن انسان سب موحد ہونگے۔ جو ایمان پر موحد ہے۔ اس کا ایمان بالغیب ہے۔ اور فرمایا۔ کہ جب کافر عذاب دیکھینگے۔ تو اللہ تعالے کی یگانگت کا اقرار کرینگے۔ پس یوحدون ٹھیک ہوگا ؛؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جس کو آنکھیں ہوں۔ اسے دوسرے کو اپنی نسبت اچھا خیال کرنا چاہیئے خواہ دیکھنے والا مطیع ہو۔ اور دوسرا نافرمان۔ بدکار اور گنہگار۔ اس واسطے کہ شاید اس شخص کی طاعت آخری طاعت ہو۔ اور اس کا گناہ آخری گناہ ہو ؛؛

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ حسن بصری نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں جس کسی کو دیکھتا تھا۔ اپنے سے اچھا خیال کرتا تھا۔ مگر ایک دن ایک شخص سے اپنے تئیں اچھا خیال کیا۔ اور یہ اس طرح ہوا۔ کہ ایک روز حبشی کو دریا کے کنارے بیٹھا دیکھا۔ جس کے پاس صراحی تھی۔ اس میں سے ہر گھڑی تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر پیتا۔ اور اس کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی میرے دل میں خیال آیا۔ کہ گو میں کیسا ہی ہوں۔ پھر بھی اس سے تو اچھا ہوں۔ اسی اثناء میں ایک کشتی پانی میں غرق ہوئی۔ اس میں سات آدمی تھے۔ ساتوں ڈوبنے لگے۔ حبشی فوراً دریا میں کودا۔ اور چھ کو بچالایا۔ پھر مجھ سے کہا۔ کہ اے حسن! اس ایک کو تو بچالا۔ میں حیران رہ گیا۔ پھر مجھے کہا۔ کہ اس صراحی میں پانی ہے۔ اور یہ عورت میری ماں ہے۔ میں صرف تیری آزمائش کے لئے

یہاں بیٹھا تھا۔ جا ابھی تو ظاہر بین ہے ✤

پھر قرآن شریف کی تلاوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ قرآن شریف با ترتیل اور با تردید پڑھنا چاہیئے۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ تردید کسے کہتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے ذوق حاصل ہو۔ تو اسے بار بار پڑھنا چاہیئے ✤

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھنا چاہا۔ تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی پڑھنے سے مبارک دل کو حالت ہوگئی۔ چنانچہ بیس مرتبہ بسم اللہ شریف پڑھی ✤

پھر فرمایا۔ کہ قرآن شریف کے مراتب آٹھ قسم کے ہیں۔ پانچ قسم کے بیان فرمائے۔ اوّل یہ کہ پڑھتے وقت قاری کا دل حق کی طرف لگا ہو۔ اگر یہ نہ ہوسکے۔ تو اتنا تو ہونا چاہیئے۔ کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا خیال ہو۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ اس کے معنے بھی تو دل کا حق کی طرف لگنا ہے۔ فرمایا نہیں۔ وہ حق کی ذات سے تھا۔ اور یہ صفات سے۔ اگر یہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں۔ تو اسکے معنوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے۔ کہ پڑھتے وقت حیا دل پر غالب ہو۔ کہ یہ دولت کب میرے لائق ہے۔ اور میں کون ہوں۔ کہ مجھے یہ سعادت حاصل ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے۔ تو اتنا تو خیال کرے۔ کہ یہ اللہ تعالےٰ کے لئے پڑھ رہا ہوں۔ اور اس کا ثواب مجھے ملیگا۔ اتنے میں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ تو پہلے ہی دل میں یہ خیال گذر جاتا ہے۔ اگر اثنائے تلاوت میں میرا خیال کسی اور طرف لگتا ہے۔ تو دل میں کہتا ہوں۔ کہ یہ کیسا خیال اور وہم ہے۔ پھر میں دل کو اس میں پورے طور پر مشغول کرتا ہوں۔ اسی وقت کسی ایسی آیت پر جو اس آیت کی مانع ہو خیال میں آجاتی ہے۔ یا ایسی آیت نظر آتی ہے جس میں وہ مشکل حل ہوجاتی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ بات بہت اچھی ہے۔ اسے اچھی طرح کرتے رہنا۔ الحمد للہ رب العالمین ✤

بدھ کے روز دوسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ دنیا کے ترک کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ اصل دانائی یہ ہے کہ دنیا کو ترک کیا جائے۔ فرمایا۔ اگر کوئی شخص وصیت کرے۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ ایسے مرد کو دینا۔ جو سب سے عقلمند ہو۔ تو اس کا فیصلہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ فرمایا۔ کہ یہ مال ایسے شخص کو دینا چاہئے۔ جو تارک الدنیا ہو۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ جب وہ تارک الدنیا ہوگا۔ تو مال کیسے لیگا۔ فرمایا۔ بات تو خرچ کرنے کی ہے۔ سو خرچ کرنا ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ دنیا سے مراد سونا چاندی اور اسباب وغیرہ نہیں۔ بلکہ ایک بزرگ کے قول کے موافق پیٹ ہی دنیا ہے۔ جو تھوڑا کھاتا ہے۔ وہ بھی تارک الدنیا ہے۔ اور جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔ وہ

تارک الدنیا نہیں ۔

بیان شیطان

پھر فرمایا۔ کہ شیطان کہتا ہے۔ کہ جو آدمی پیٹ بھر کر نماز ادا کرتا ہے میں اُسکے گلے ملتا ہوں چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر باہر نکلتا ہے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اُس پر میرا غلبہ ہے۔ اور جو بھوکا سویا ہُوا ہو۔ اُس سے میں دُور بھاگتا ہوں پس جب بھوکا نماز میں مشغول ہوگا تو تم اندازہ کر سکتے ہو۔ کہ مجھے اِس سے کس قدر نفرت ہوگی ۔

یہاں سے شیطان اور شیطانی وسوسوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ خناس وہ دیو ہے جو ہمیشہ فرزند آدم کے دل پر ہوتا ہے۔ جب انسان یاد الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ تو وہ دفع ہو جاتا ہے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ مولانا علاء الدین ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے دنیا میں آئے۔ تو ایک روز حوا بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ابلیس آیا۔ اور خناس کو ساتھ لایا۔ اور حوا کو کہا۔ کہ یہ میرا بیٹا ہے اسے اپنے پاس رکھنا جب آدم علیہ السلام آئے۔ تو انہوں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ حوا نے کہا یہ شیطان کا بیٹا ہے۔ فرمایا۔ وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ یہ کہ کر خناس کے چار ٹکڑے کئے۔ اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دئے۔ جب شیطان نے حوا کو پوچھا۔ کہ خناس کہاں ہے۔ تو کہا۔ کہ آدم علیہ السلام نے اسکے چار ٹکڑے کر کے چاروں پہاڑوں پر پھینکدئے ہیں یہ سُن کر شیطان نے آواز دی۔ او خناس! او خناس!! اُسی وقت پہلی صورت پر آموجود ہوا۔ جب شیطان چلا گیا۔ اور آدم علیہ السلام آئے۔ تو خناس کے ٹکڑے دیکھ کر پوچھا۔ کیا حالت ہے۔ حوا نے سارا حال بیان کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پھر خناس کو مار ڈالا۔ اور جلا دیا۔ اور راکھ بہتے پانی میں پھینکدی۔ جب آدم علیہ السلام چلے گئے۔ تو شیطان نے آکر حوا سے خناس کی بابت پوچھا انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ ابلیس نے پھر خناس کو حاضر کیا۔ پھر جب آدم علیہ السلام آئے۔ تو خناس کو موجود پایا۔ پھر مار کر خود کھا گئے۔ شیطان نے آکر آواز دی۔ او خناس! او خناس!! تو آدم علیہ السلام کے دل سے آواز آئی۔ شیطان نے کہا۔ یہیں رہ میرا بڑا مقصود یہی تھا ۔

بُدھ کے روز تیرھویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرآن شریف

بیان فال مصحف

سے فال لینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ قرآن شریف سے جو فال لیتے ہیں اِس کا کہیں ذکر بھی آیا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اِس بارے میں حدیث ہے ۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب قرآن شریف کو فال کی خاطر کھولیں۔ تو دائیں ہاتھ سے کھولنا چاہیئے بائیں ہاتھ سے بالکل نہیں کھولنا چاہیئے ۔

بعد ازاں اِس بارے میں حکایت فرمائی۔ کہ میں نے شیخ بدر الدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ سے سنا ہے۔

وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جب غزنی سے لاہور آیا۔ تو ان دنوں لاہور بالکل آباد تھا۔ کچھ مدت میں وہاں رہا۔ پھر وہاں سے میرا ارادہ سفر کو ہوا۔ ایک دل تو یہ چاہتا تھا۔ کہ دہلی جاؤں اور کبھی چاہتا تھا۔ کہ واپس غزنی جاؤں۔ میں شش و پنج میں تھا۔ لیکن دل کی کشش غزنی کی طرف زیادہ تھی۔ کیونکہ وہاں ماں باپ بھائی اور خویش و اقربا رہتے تھے۔ اور دہلی میں ایک داماد کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ میں نے قرآن شریف سے فال دیکھنے کا ارادہ کیا۔ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے غزنی کی نیت سے دیکھا۔ تو عذاب کی آیت نکلی۔ پھر دہلی کی نیت سے دیکھا۔ تو بہشتی ندیوں اور بہشت کے اوصاف کی آیت نکلی۔ اگرچہ دل تو غزنی کی طرف جانیکو چاہتا تھا۔ لیکن فال کے مطابق دہلی آیا۔ جب شہر میں پہنچا۔ تو سنا۔ کہ میرا داماد قید ہے۔ میں بادشاہ کے دروازے پر آیا۔ تاکہ اسکے حال کی اطلاع دوں۔ میں نے دیکھا۔ تو گھر سے نکلا ہی تھا۔ ہاتھ میں کچھ روپے لئے ہوئے تھا۔ مجھ سے بغلگیر ہوا۔ اور نہایت خوش ہوا۔ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور روپے میرے سامنے لا رکھے۔ میری دلجمعی ہوئی۔ انہیں دنوں میں نے سنا۔ کہ غزنی سے خبر آئی ہے۔ کہ مغلوں نے آکر اس ولایت کو تاخت و تاراج کیا۔ اور میرے والدین بہن بھائی اور خویش و اقربا کو شہید کیا۔

بعد ازاں میں نے عرض کی۔ کہ کیا بدرالدین غزنوی جب یہاں آئے۔ تو شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہوئے۔ فرمایا ہاں یہاں سے شیخ الاسلام فرید الدین کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا۔ ان کا کام اور تھا۔ آپ نے خلقت کی ترک اختیار کی۔ اور جنگل بیابان میں رہنا شروع کیا۔ یعنی اجودھن میں جا کر رہے۔ اور وہاں نانِ روٹی اور ان چیزوں پر گذارہ کیا جو اس علاقے میں ملتی تھی۔ مثلاً پیلو وغیرہ۔ اسی پر آپ نے قناعت کی۔ لیکن پھر بھی خلقت کی آمد و رفت کی کوئی حد نہ تھی۔ گھر کا دروازہ کہیں آدھی رات کو بند ہوتا۔ یعنی ہمیشہ دروازہ کھلا رہتا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہر قسم کی نعمتیں لوگ لے آتے۔ اور آنے جانے والے کو ملتیں۔ کوئی شخص ایسا نہ آتا۔ جسے کچھ نہ ملتا۔ جو آتا کچھ لیکر جاتا۔ آپ کی زندگی اور قوت عجیب قسم کی تھی۔ جو کسی فرد بشر کو حاصل نہیں ہوئی۔ نیا آیا ہوا اور سالوں کا خدمت کرنے والا آپ کی نظروں میں یکساں تھا۔ اور مہربانی اور توجہ کے وقت دونو مساوی ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بدرالدین بن اسحاق سے میں نے سنا۔ وہ کہتے تھے میں محرم راز خادم تھا جو ہوتا مجھ سے ضرور بیان کرتے۔ اور ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیتے۔ خلاء ملا میں یہ یک سخن تھے۔ کوئی کام ایسا خلوت میں نہ دیکھا۔ جو جلوت میں فرمانے کے قابل نہ تھا یعنی ظاہر باطن میں آپ کی روش ایک ہی تھی۔ ایسا شخص عجائب روزگار ہوتا ہے۔

منگل کے روز بارہویں جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ فاتحہ کے بارے میں

گفتگو شروع ہوئی۔ کہ حاجت برآری کے لئے اکثر فاتحہ پڑھتے ہیں فرمایا۔ کہ جسے کوئی مہم یا مشکل کام پیش آوے۔ وہ اسطرح فاتحہ پڑھے۔ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ الرحیم کے میم کو الحمد سے ملاکر پڑھے۔ اور جب یہاں پر پہنچے۔ تو الرحمٰن الرحیم تین مرتبہ کہے۔ اور جب سورۃ ختم کرے۔ تو آمین تین مرتبہ کہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کام کو سرانجام کریگا ✣ نیز فاتحہ کے ذکر میں فرمایا۔ کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے۔ وہ دس چیزیں ہیں جن میں سے آٹھ سورۃ فاتحہ میں ہیں۔ اور وہ دس چیزیں یہ ہیں۔ ذات۔ صفات۔ افعال۔ ذکر معاد۔ تزکیہ۔ تجلیہ۔ ذکر اولیاء۔ ذکر اعدا۔ محاربہ کفار۔ اور احکام شرعی ✣

ذکر عوارف شیخ شہاب الدین

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ان میں سے آٹھ سورۃ فاتحہ میں ہیں۔ ذات رب العالمین افعال الرحمٰن الرحیم صفات مالک یوم الدین۔ ذکر معاد ایاک نعبد۔ تزکیہ ایاک نستعین۔ تجلیہ اہدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم۔ ذکر اولیاء غیر المغضوب علیہم۔ ذکر اعدا ولا الضالین۔ پس دس چیزوں میں سے جو قرآن میں ہیں۔ یہ آٹھ سورۃ فاتحہ میں پائی جاتی ہیں۔ صرف محاربہ کفار اور احکام شرعی نہیں۔ پھر حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہؤا۔ تو فرمایا۔ کہ اس کا بیان بالکل محققانہ ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان روزہ صبر کا نصف ہے۔ اور صبر ایمان کا نصف ہے ✣

بعد ازاں فرمایا۔ کہ الصوم نصف الصبر کا کیا مطلب ہے۔ پہلے صبر کی حقیقت یوں بیان فرمائی۔ کہ جو غلبہ حرص وہوا سے پیدا ہو۔ اس پر حق کے سبب جو غلبہ پیدا ہو غالب آجائے ✣

بعد ازاں فرمایا۔ کہ حرص وہوا کے غلبے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک غصہ دوسرے شہوت۔ روزہ شہوت کو مغلوب کرلیتا ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہؤا۔ کہ روزہ نصف صبر ہوتا ہے اور صبر ایمان کا نصف ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایمان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک عقائد۔ دوسرے اعمال ✣

پھر شیخ شہاب الدینؒ کے عوارف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے عوارف کے پانچ باب شیخ کبیر فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پیش کئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ کیا بیان تھا جو آپ کرتے تھے۔ ایسا کسی اور سے نہیں سنا گیا۔ بارہا آپ کے بیان کے ذوق میں لوگ ایسے محو ہوتے۔ کہ تمنا کرتے۔ کہ اگر اسی وقت مرجائیں۔ تو بہتر ہو ✣

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب یہ کتاب شیخ صاحب کی خدمت میں لائی گئی۔ تو اسی روز آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہؤا جس کا نام شہاب الدین رکھا ✣

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو بات کسی صاحب نعمت بزرگ سے سُنی جائے اُس میں اور ہی لذت ہوتی ہے۔ اگر وہی بات کسی اور سے سُنی جائے۔ تو اس قدر لذت حاصل

نہیں ہوتی - گویا جس مقام سے وہ بات نکلتی ہے - وہ نورِ معرفت سے آراستہ ہوتا ہے -
اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی - کہ ایک صالح اور صاحب نعمت مرد مسجد میں امامت کیا کرتا تھا - نماز کے بعد مشائخ کے کلمات اور انکے احوال بیان کیا کرتا تھا - جس کے سننے سے سامعین کو راحت حاصل ہوتی - ان میں سے ایک اندھا تھا - اسے بھی ان کلمات سے حظ آتا -
ایک روز وہ امام غیر حاضر تھا - اسکی جگہ مؤذن اسی طرح مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرنے لگا - اس اندھے نے پوچھا - کہ آج کون حکایات بیان کر رہا ہے - اس اندھے نے کہا - کہ ہم ہر ایک گنہگار سے یہ کلمات نہیں سننا چاہتے - بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا - کہ جس شخص کا معاملہ نیک نہ ہو - اسکی بات کا کچھ مزا نہیں آتا ✤

بعد ازاں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا ؎

عزبان ہر کہ جز من رود حدیث عشق ... چو معاملہ ندارد سخن آشنا نباشد

روز اٹھارہویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی - گذشتہ رات میں نے جو خواب دیکھا تھا - وہ عرض خدمت کیا - خواب یہ تھا کہ گویا صبح کا وقت ہے اور میں نماز کیلئے وضو کر رہا ہوں - اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے - بڑی جلدی سے وضو کر کے سنت ادا کی - اور مجھے معلوم ہوا - کہ ابھی ابھی جماعت ہونے والی ہے - میں جلدی روانہ ہوا تاکہ جماعت مل جاوے - چلتے چلتے مجھے معلوم ہوا - کہ سورج نکل آیا ہے - میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو - کہ وقت گذر جاوے - اس وقت میں نے آفتاب کو ہاتھ سے اشارہ کیا - اور کہا - کہ شیخ صاحب کی حرمت کے صدقے ابھی باہر نہ نکلنا - اتنا کہنے سے خواب ہی میں خوش وقتی حاصل ہوئی - تو میری نیند کھل گئی - ابھی رات کا کچھ حصّہ باقی تھا - خواجہ صاحب نے یہ سنکر آبدیدہ ہو کر فرمایا - کہ ایک نقیب محمدؐ نام نیشاپوری نہایت نیک اعتقاد اور خدا کا پیارا تھا - اس سے میں نے سنا - کہ میں ایک دفعہ گجرات جا رہا تھا - ان دنوں ہندوؤں کا قبضہ تھا - راستے میں دو آدمی میرے ہمراہ ہوئے - ہمارے پاس کوئی اوزار نہ تھا - اچانک ایک ہندو نکلا - جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی - اس حالت میں وہ ہمارے پاس آیا - جب میرے پاس آیا - تو میں نے کہا - شیخ صاحب حاضر ہو جیئگا - اسی وقت ہندو نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی - اور کہا - کہ مجھے پناہ دو - ہم نے کہا - کہ تجھے پناہ دی - بعد ازاں ہم نے وہی تلوار اسے دی - اور اس نے اپنی راہ لی - اور ہم نے اپنی راہ لی - خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کر کے فرمایا - کہ دیکھو - اس ہندو نے کیا دیکھا - اور اسے کیا دکھایا گیا ✤

روز دوسری ماہ شعبان سنہ مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی - کھانا کھلانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - فرمایا - درویشی اس بات کا نام ہے - کہ جو شخص آئے سلام

کے بعد اسکے سامنے کھانا رکھنا چاہیئے۔ اور خود حکایتوں اور باتوں میں مشغول ہونا چاہیئے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ "پہلے سلام پھر طعام پھر کلام" ٭

سوموار کے روز آٹھویں ماہ مذکور پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کھانا لایا گیا۔ اور کھانا شروع کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک بزرگ نے کہا ہے۔ کہ لوگ جو کھانا میرے روبرو کھاتے ہیں۔ اسے میں اپنے حلق میں پاتا ہوں۔ گویا وہ طعام میں کھا رہا ہوں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو کسی شخص نے بیل کو سونٹے مارے شیخ ابو سعید نے فرمایا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا درد مجھے محسوس ہوا ہے وہ شخص پاس ہی تھا۔ اس نے اسے مکر سمجھا شیخ ابو سعید نے پیٹھ دکھا دی جس پر سونٹے کے نشان موجود تھے ٭

بعد ازاں اس حکایت کے بیان کرنے والے نے خواجہ صاحب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ حکایت اس سے ملتی جلتی ہے۔ کہ ایک کی حالت کا اثر دوسرے پر ہو جاوے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں۔ کہ اسکی حقیقت کس طرح ہے ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ روح طاقتور ہوتی ہے۔ اور کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو قلب کو جذب کرتی ہے۔ اور قلب جب قوی ہوتا ہے۔ تو قالب کو کھینچتا ہے۔ پس اس اتحاد کے بموجب جو بات دل پر اثر کرتی ہے۔ اُس کا اثر قالب پر جا پڑتا ہے میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ یہ حالت معراج پر مشابہ ہے فرمایا۔ بجا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ کہ معراج کی رات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے گئے ہوں۔ جہاں عرش۔ کرسی۔ بہشت اور دوزخ ہے۔ اور جو کچھ دیکھا یا ان چیزوں کو وہاں لایا گیا۔ جہاں آنحضرت صلعم تھے ٭

بعد ازاں فرمایا کہ اگر ان چیزوں کو وہاں لے جایا گیا ہو۔ جہاں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ تو اس صورت میں رسول صلعم کا مرتبہ اور بھی بڑا معلوم ہوتا ہے ٭

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو بیعت کا طریقہ نہیں جانتے بعض پہلے ایک کی بیعت کر کے دوسرے کی جا کرتے ہیں بعض مشائخ کے مزار کے مرید بن جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ بعض جو مشائخ کی قبر کی پائینتی جا کر سر منڈا کر مرید بن جاتے ہیں کیا یہ بیعت درست ہے۔ فرمایا نہیں ٭

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک بیٹا جو سب سے بڑا تھا۔ کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی قبر کی پائینتی جا سر منڈا کر مرید ہوا

جب یہ خبر شیخ فرید الدینؒ نے سُنی۔ تو فرمایا۔ کہ گو شیخ قطب الدین طیب اللہ ثراہ ہمارے صاحب اور مخدوم ہیں۔ لیکن یہ بیعت درست نہیں۔ مرید ہونا اسی طرح ہوتا ہے۔ کہ شیخ کا ہاتھ پکڑ لے۔ واللہ اعلم بالصواب ⁂

بدھ کے روز اکیسویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہؤا۔ رویا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ کہ پہلے زمانے میں کوئی ترک تھا۔ جسے الکلش کہتے تھے۔ وہ خدا کا مرد تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ صبح وہی خواب شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں بیان کی لیکن پہلے سخت قسم دلائی۔ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ عمر بھر کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ شیخ صاحب نے قبول کیا۔ بعد ازاں اس نے کہا۔ کہ آج رات میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اور اس کے انوار و احوال بیان کئے۔ شیخ نجیب الدین متوکل فرماتے ہیں۔ کہ وہ ترک وہ خواب دیکھنے کے بعد چالیس سال زندہ رہا لیکن میں نے اس خواب کا بیان اسکی زندگی میں کسی سے نہ کیا۔ جب اسکی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو میں اُسکے پاس گیا۔ جب مجھے دیکھا۔ تو کہا وعدہ یاد ہے؟ یعنی خواب والا۔ میں نے کہا۔ ہاں یاد ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ تو بتاؤ۔ اب کیا حالت ہے۔ کہا اب اسی حالت میں مستغرق دنیا سے رخصت ہوتا ہوں ⁂

حکایت

یہاں سے شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمتہ کے احوال کا ذکر شروع ہؤا۔ اور شیخ فرید الدین قدس سرہ العزیز کے مناقب بیان فرمائے۔ فرمایا۔ کہ ایک ترک نے دہلی میں ایک مسجد بنوائی جسکی امامت شیخ نجیب الدین متوکل کو دے رکھی تھی۔ اور اس کے لئے گھر بھی مہیا کر دیا اس ترک نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا جس میں ایک لاکھ جیتل (سکے کا نام) بلکہ زیادہ صرف کر دیا۔ شیخ نجیب الدین متوکل نے ایک دفعہ اسے کہا۔ کہ کامل مومن وہ شخص ہوتا ہے جسکے دل میں اولاد کی محبت سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کی محبت ہو۔ تو نے اپنے فرزند کے حق میں ایک لاکھ جیتل بلکہ زیادہ صرف کر دئے ہیں۔ اب اگر تو اس سے دو چند راہِ خدا میں صرف کرے۔ تو پورا مومن ہوگا۔ ترک اس بات سے ناراض ہؤا۔ امامت اور گھر شیخ صاحب سے چھین لئے شیخ صاحب وہاں سے اجودھن آئے۔ اور سارا حال شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ " وَمَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا " یعنی جو آیت ہم منسوخ کی ہے۔ اس کے بدلے اور آیت نازل کی ہے۔ اس سے بہتر اس کام پر تو جہ نہیں ہو سکتی شاید اس ترک کا نام ایتمر ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب رتنگر ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکی جگہ اب رتنگر لائیگا۔ انہیں دنوں رتنگر نام ایک بادشاہ اس ولایت میں آیا۔ جس نے شیخ الاسلام فرید الدین اور اس معزز خانوادے کی

کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور اس خاندان کا مرید ہو گیا۔

پھر شیخ بدرالدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ نظام الدین خریطہ دار نے آپ کیلئے خانقاہ بنوائی۔ جب شیخ بدرالدین اس خانقاہ میں بیٹھے۔ تو انہیں دنوں نظام الدین کے کام میں خلل واقع ہوا۔ شیخ بدرالدین نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سارا حال عرض کر بھیجا۔ کہ ایک شخص نے ہمارے لئے خانقاہ تیار کی۔ اب وہ بری حالت میں ہے جسکے سبب میری حالت بھی پریشان ہے۔ شیخ صاحب نے لکھا بھیجا۔ کہ جو شخص اپنے پیروں کے طریق پر نہیں چلتا اسکی یہی حالت ہوتی ہے یعنی ہمارے پیروں کی رسم خانقاہ کی نہ تھی۔ جو خانقاہ بنا کر بیٹھیگا وہ ایسی ہی باتیں دیکھیگا۔ پھر شیخ قطب الدین بختیار کی بزرگی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ آپ نے آخری عمر میں قرآن شریف حفظ کیا جب حفظ کر چکے۔ تو انتقال ہو گیا۔

پھر اولیاء اللہ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے کسی بزرگ کی وفات کے بارے میں سوال بیان کیا۔ کہ جب وہ فوت ہونے لگا۔ تو اللہ تعالےٰ کا نام آہستہ آہستہ اسکی زبان پر جاری تھا۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی فرمائی۔

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں رخسارہ بآب دیدہ شویاں شویاں
بیچارہ رہ وصل تو جویاں جویاں جاں میدہم و نام تو گویاں گویاں

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ ذالقعدہ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ کیلوکھری کی جامع مسجد کے سامنے کے مکان میں نماز سے پہلے عالم طریقت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور ان لوگوں کی بابت جو یاد حق میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جو بحث و تکرار میں مشغول رہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اپنے تئیں انہیں لوگوں کی طرح ظاہر کریں۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک متعلم شرف الدین نام جو قابلیت رکھتا تھا۔ ایک روز شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ شیخ صاحب نے اس سے پوچھا۔ کہ تعلیم کا کیا حال ہے۔ عرض کی۔ کہ اب تو سب کچھ بھول گیا ہوں۔ شیخ صاحب اس بات سے ناراض ہوئے جب وہ چلا آیا۔ تو حاضرین کو فرمایا۔ کہ اس مرد نے بہت فخر کیا ہے الغرض خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی۔ اور آبدیدہ ہو کر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک پیر طریقت کا ایک لڑکا محمد نام مسلم تھا۔ جب بڑا ہوا۔ تو عالم طریقت میں آنا چاہا۔ اپنے باپ کو کہا۔ کہ میں درویش بننا چاہتا ہوں۔ باپ نے کہا۔ بیٹا پہلے یہ ایک چلہ کرو۔ جب چلہ کر کے باپ کے پاس آیا۔ تو باپ نے اس سے کچھ مسائل پوچھے جن کا جواب اس نے بخوبی دیا۔ باپ نے کہا۔ بیٹا! ابھی چلے کا اثر تجھ میں نہیں ہوا جاؤ ایک اور چلہ کرو جب دوسرا چلہ کر کے آیا۔ تو پھر چند مسائل پوچھے۔

جس کے جواب میں اس نے لغزش کھائی۔ پھر تیسرے چلے کے کہا جب تیسرا چلہ کرکے آیا۔ تو اس سے چند مسائل پوچھے۔ لیکن اس وقت لڑکا یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق تھا۔ کہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

پھر خواب اور اسکی تعبیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے یاروں کو خواب میں دیکھا۔ کہ ہر ایک نے پیراہن پہنا ہوا ہے لیکن ایک یار کا پیراہن صرف سینے تک ہے۔ دوسرے کا ناف تک۔ تیسرے کا گھٹنے تک۔ مگر عمرؓ کا زمین پر پڑتا ہے۔ یاروں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر فرمائیگا۔ فرمایا۔ ہر ایک کے پیراہن کو اس کا دین سمجھو۔

پھر ابن سیرین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اس کی تعبیریں کس قدر درست تھیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی شخص اسکے پاس آیا۔ اور کہا میں نے سفرجل خواب میں دیکھا ہے۔ کہا تو کریگا۔ پوچھا۔ وجہ۔ کہا سفرجل کے پہلے سفر ہے۔ دوسرے نے آکر کہا۔ میں نے رات خواب میں سوسن دیکھی ہے۔ کہا تجھے برائی پہنچیگی۔ پوچھا۔ کس طرح۔ کہا۔ سوسن کے پہلے سوء ہے جس کے معنی بدی یا برائی کے ہیں۔ میں (مصنف کتاب) نے پوچھا۔ کہ ابن سیرین کیسا آدمی تھا۔ فرمایا۔ بزرگ مرد اور عالم شخص تھا۔ جو حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں گذرا ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ امام محمد غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔ کہ ان دو خوابوں کی جو ابن سیرین نے کی ہے۔ وہ واقعی عجائبِ روزگار ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ کوئی شخص ماہ رمضان میں اس کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے۔ جس سے مردوں کے منہ اور عورتوں کی اندامِ نہانی پر مہر لگاتا ہوں۔ کہا شاید تو مؤذن ہے۔ جواب دیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ کہ اذان بہت سویرے کیوں دیتے ہو۔ دوسرے شخص نے آکر کہا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ لوگ تلوں سے تیل نکالتے ہیں۔ اور میں پھر ان میں پھرتا جاتا ہوں۔ فرمایا۔ کہ جو عورت تیرے گھر ہے۔ ذرا تحقیق کر۔ کہیں تیری ماں نہ ہو۔ جب اس نے تحقیق کی۔ تو اسکی والدہ ہی تھی۔

پھر پھوڑے پھنسی اور ناروے کی بیماری کے بارے میں فرمایا۔ کہ جو شخص نمازِ عصر کی سنتوں میں سورۃ بروج پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے پھوڑے پھنسی سے محفوظ رکھتا ہے۔ چونکہ ناروا بھی اسی قسم سے ہے۔ اس لئے امید ہے۔ کہ اس سے بھی محفوظ رکھیگا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد سورۃ والنازعات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑتا۔ مگر ایک نماز

کی مقدار۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص قبر میں نہیں رہتا۔ اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ فرمایا جب روح کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو قالب کو کھینچ لیتی ہے ✽

ترک دنیا

جمعہ کے روز پانچویں ماہِ مبارک ذوالحجہ ۷۱۱ھ ہجری کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جمعہ کی نماز سے پہلے اس مکان میں جو کیلوکھری مسجد کے سامنے ہے۔ ترک دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے یاروں کو فرما رہے تھے کہ ایک درویش کو اس بات کا اختیار دیا گیا۔ کہ خواہ تو دنیا وما فیہا کو پسند کر۔ خواہ عاقبت کو۔ درویش نے کہا۔ جو کچھ آخرت میں میرے لئے تیار کیا گیا ہے میں اسے پسند کرتا ہوں۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کیا۔ صحابہ نے پوچھا۔ کیا حالت ہے۔ فرمایا۔ کہ جس درویش کا ذکر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ خود آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے۔ تو فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایسی باتیں بارہا فرمائی ہیں چنانچہ جب کبھی یہ فرماتے۔ کہ ایک درویش نے ایسا کیا۔ یا اُسکی یہ حالت تھی میں سمجھ جاتا۔ کہ اپنا حال بیان کر رہے ہیں۔ پھر تارک الدنیا ہونے کا سبب بیان کیا۔ فرمایا۔ ایک بزرگ نے پانی پر مصلےٰ بچھایا ہوا تھا۔ اور نماز ادا کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ پروردگار خضر اس وقت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اسے توبہ کی توفیق عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آ گئے۔ پوچھا۔ کونسا کبیرہ گناہ کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ اس بزرگ نے کہا۔ کہ آپ نے جنگل میں درخت لگا رکھا ہے جس کے سائے میں آرام کرتے ہو اور سمجھتے ہو۔ کہ یہ کام للہ کیا ہے۔ بعد ازاں اس بزرگ نے خضر علیہ السلام کو کہا۔ کہ ایسے تارک الدنیا ہو جیسا میں ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا تیری کیا حالت ہے کہا میری یہ حالت ہے۔ کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے دے دیں۔ اور کہیں کہ قبول کر لے۔ تجھ سے حساب نہیں لیا جاویگا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر قبول نہیں کرے گا۔ تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ تو میں دوزخ قبول کرونگا۔ لیکن دنیا قبول نہیں کرونگا۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا۔ کیوں؟ کہا۔ اس واسطے کہ دنیا پر اللہ تعالےٰ کی ناراضگی ہے پس جس پر اللہ تعالےٰ ناراض ہے اسے قبول کرنے کی نسبت میں دوزخ کو قبول کر لینا بہتر خیال کرتا ہوں ✽

بدھ کے روز تئیسویں ماہ محرم سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس روز میں نے لکھے ہوئے فوائد آپ کی خدمت میں حاضر کئے۔ تو آپ نے بڑی تعریف کی۔ اور شاباش دی۔ اسی روز از سرِ نو بیعت کی۔ آپ نے اپنے سر کی کلاہ اُتار میرے سر پر رکھی والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ کلاہ رکھتے وقت آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

در عشق دو کار خویش ہر روز   از سر گیرم زہے سر و کار

فرمایا۔ مشائخ نے جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں روح الارواح بہت عمدہ ہے۔ فرمایا۔ قاضی حمید الدین ناگوری کو وہ کتاب حفظ تھی۔ منبر پر اکثر اسی میں سے بیان فرمایا کرتے۔ اور عربی کتابوں میں قوت القلوب عمدہ کتاب ہے۔ اور فارسی میں روح الارواح۔ میں نے عرض کی۔ کہ عین القضات کے مکتوبات بھی عمدہ ہیں جن پر پورے طور پر ضبط نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ وہ حال سے لکھے گئے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ ابھی پچیس سالہ تھا۔ کہ اسے جلایا گیا۔ یعنی عین جوانی میں تعلقے سے اس قدر شغل اور تعلق پیدا کیا۔ جو واقعی عجیب بات ہے۔ فرمایا۔ کہ عین القضات نے اپنے والد کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک۔ رشوت لینے والا حرام خور قاضی تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ ایسا لکھنے سے اس کا مطلب کیا تھا۔ فرمایا۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس کو کشف کا مادہ بھی تھا چنانچہ ایک دفعہ کہیں سماع ہو رہا تھا۔ اور درویش اور خدا کے پیارے وہاں پر حاضر تھے عین القضات کا باپ بھی وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا۔ میں نے شیخ احمدؒ غزالی کو دیکھا ہے جو ایک مجمع میں آیا تھا۔ اس روز اس مقام میں جہاں شیخ احمدؒ رہتے تھے۔ بڑا فاصلہ تھا۔ ایسی جمعیت کسی اور شہر میں نہیں ہوئی۔ وہ دوسرے شہر میں تھا غرض یہ کہ جب اچھی طرح جانچ پڑتال کی گئی۔ تو ٹھیک ویسا ہی نکلا۔ جیسا اس نے کہا تھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عین القضات کا مقصود اس حکایت سے یہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتیں نماز اور وردوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی جو مرضی ہے اُس کی بجا آوری سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس عرصے میں سوال کیا گیا۔ کہ کیا عین القضات کا پیر شیخ احمدؒ غزالی تھا۔ فرمایا۔ نہیں۔ اس واسطے کہ مکتوبات میں شیخ احمد غزالی کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اپنے پیر کا بھی۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ میں ایسا ہوں۔ اور میرا شیخ ایسا۔ اگر اس کا شیخ شیخ احمدؒ غزالی ہوتا۔ تو وہاں پر اس کا ذکر ضرور کرتا۔ اور اپنا شیخ کہہ کر لکھتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ عین القضات ابھی بچے ہی تھے۔ اور لڑکوں میں کھیل رہے تھے شیخ احمدؒ غزالی نے دیکھا اور آپ کے والدین سے مانگا۔ انہوں نے عین القضات کو چھپا لیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ شیخ احمدؒ نے فرمایا۔ کہ تم جھوٹ کہتے ہو جو نعمتیں اسے ملنی ہیں۔ جب تک اسے مل نہ جائیں گی۔ وہ مر کس طرح سکتا ہے بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ احمدؒ کو تہمت لگائی گئی تھی۔ اس واسطے عین القضات کے والدین نے انہیں چھپا لیا تھا۔ مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالےٰ حاضر تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ کیا یہ شیخ احمدؒ کی آزمائش تھی۔ فرمایا نہیں۔ وہ خود چاہتے تھے۔ کہ انہیں تہمت لگائی جائے۔ اور ملامت کی جاوے۔ لیکن در اصل وہ بہت پاک اور

پارسا تھے۔ کہتے ہیں جب آپ کو قصائی کے لڑکے کی تہمت لگائی گئی۔ تو وہ قصائی ہر ایک سے یہی گلہ کرتا ایک رات جب لڑکا شیخ صاحب کے پاس تھا۔ قصائی نے حجرے کے سوراخ سے دیکھا۔ کہ شیخ صاحب نماز ادا کر رہے ہیں۔ اور لڑکا پاس بیٹھا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر اسے وعظ ونصیحت کی۔ پھر دوگانہ ادا کیا۔ پھر وعظ ونصیحت کی۔ پھر دوگانہ ادا کیا۔ پھر وعظ ونصیحت کی۔ غرض ساری رات اسی طرح گذار دی۔ صبح قصائی کی بدظنی جاتی رہی۔ اور دونوں باپ بیٹا مرید ہو گئے ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ بات ہر ایک سے نہیں ہو سکتی۔ جو ایسا کرتے ہیں۔ وہ نہایت ہی پاک دامن اور کامل اور صاحب حوصلہ ہوتے ہیں ٭

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میں اجودھن میں شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ ایک جوگی آیا۔ اس سے میں نے پوچھا۔ کہ تم کونسی راہ چلتے ہو۔ اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے۔ کہا۔ ہمارے علم میں یوں ہے۔ کہ آدمی کے نفس میں دو عالم ہیں۔ ایک علوی۔ دوسرا سفلی۔ چوٹی سے ناف تک عالم علوی ہے۔ اور ناف سے قدم تک عالم سفلی ہے۔ عالم علوی میں صدق وصفا۔ عمدہ اخلاق۔ اور نیک معاملہ ہے۔ اور عالم سفلی میں نگہداشت۔ پاکیزگی اور پارسائی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے اسکی یہ بات بہت پسند آئی ٭

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اس بارے میں بہت ہی غلو فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھے۔ اور رات کو جاگتا رہے۔ اور حاجی ہو۔ تو بھی اصل اصول یہ ہے کہ دنیا کی راستی اس کے دل میں نہ ہو ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی دوستی کا دعوےٰ کرے۔ اور دنیاوی محبت اس کے دل میں ہو۔ تو وہ شخص اپنے دعوےٰ میں جھوٹا ہے ٭

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ عثمان حرب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ آپ مدت تک خلقت سے قطع تعلق کئے رہے۔ پھر لوگوں میں بیٹھنا اور ان سے ملنا جلنا شروع کیا۔ عالم غیب سے آپ کو آواز آئی۔ کہ خلقت کو بلاؤ۔ لیکن اس شرط پر کہ ہزار مصیبتوں کی برداشت کرو۔ بعد ازاں ایک راہ چلنی شروع کی تو ایک نے آکر گدی پر دھپڑ رسید کیا۔ دوسرے نے بھی۔ تیسرے نے بھی۔ اسی طرح جب ہزار مصیبتیں پوری ہو چکیں۔ تو آواز آئی۔ کہ منبر پر چڑھکر لوگوں کو حق کی طرف بلاؤ۔ عرض کی پروردگار! میں نے علم نہیں پڑھا۔ اور نہ میں کامل ہوں۔ خلقت کو تیری طرف کس طرح بلاؤں۔ فرمان ہوا۔ کہ منبر پر پاؤں رکھنا تیرا کام ہے۔ اور بخشش ہمارا کام ہے ٭

پھر لوگوں میں میل جول قطع کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ شیخ احمد حنبل رحمۃ اللہ

علیہ سفید باف تھے۔ مُدت تک لوگوں سے الگ رہے۔جب لوگوں میں آئے۔ تو بول چال بالکل قطع
کردی۔ایک محرم نے آکر پوچھا۔کہ جب لوگوں میں آ گئے ہو۔تو پھر کیوں بول چال قطع کر رکھی ہے فرمایا
پیدا کرنیوالی کی بات کروں۔یا پیدا شدہ کی۔ پیدا کرنے والے کا تو بیان نہیں ہوسکتا۔اور پیدا شدہ
ذکر کے قابل نہیں۔ اور دوست سے تنہا ملنے کے بارے میں یہ رباعی بھی آپ ہی نے کہی
ہے۔ رُباعی

تا من بمیان رسول نیایم باتو تنہا زہمہ جہان من وتنہا تو
خورشید نخواہم کہ برآید باتو اے بر من سایہ نباشد باتو

بعدازاں ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو روزے اور طیٔ رکھتے ہیں لیکن
محض دکھاوے اور خودپسندی کے لئے۔ان کے بارے میں زبان مبارک سے یہ فرمایا ؎

لنگہت گرگند ترا فربہ سیر خوردن ترا از لنگہن بہ

منگل کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ درویشوں کے بارے میں
گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔کہ مشائخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔کہ تین وقتوں میں نزول رحمت ہوتا
ہے۔ایک سماع کی حالت میں۔ دوسرے وہ کھانا کھاتے وقت جو طاعت کی قوت کی نیت سے
کھایا جائے۔اور تیسرے درویشوں کے حالات بیان کرتے وقت۔

بعدازاں فرمایا۔کہ میں ایک مرتبہ خواجہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت
میں حاضر تھا۔کہ چھ سات درویش آئے۔جو سب کے سب نوجوان اور صاحب جمال تھے۔ مگر
خواجگانِ چشت کے مرید تھے۔انہوں نے شیخصاحب کی خدمت میں عرض کی۔کہ ہم میں کچھ ماجرا ہے
آپ دونوں سن لیں۔آپ نے مجھے فرمایا۔کہ سُن لو۔اور نیز بدرالدین اسحاق کو۔انہوں نے آپس میں اس ماجرے
کو نہایت نرم اور شائستہ الفاظ میں بیان کیا۔ یعنی آپ نے ایسا فرمایا۔ اور میں نے یوں عرض کیا۔پھر
آپ نے ایسا فرمایا۔یا میں نے غلط فہمی سے یہ جواب دیا۔ اس نے کہا۔آپ نے جو فرمایا۔کہ مجھ سے غلطی
ہوئی نہیں۔ آپ حق بجانب تھے۔یہ میری ہی خطا تھی۔غرضیکہ اس قسم کی گفتگو کی۔کہ میں اور بدرالدین اسحاق
انکی تقریر سُنکر رو دیئے۔ اور کہا۔کہ یہ اللہ تعالےٰ نے ہماری تعلیم کے لئے فرشتے بھیجے ہیں۔کہ آپس
میں معاملہ اسطرح طے کرنا چاہئے۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا۔کہ معاملے کے وقت اس قسم کی گفتگو کرنی چاہئے۔ جس سے
گردن کی رگیں نمودار نہ ہوں۔یعنی تعصب اور غضب کی علامت نہ پائی جائے۔ بعدازاں تحمل
اور بُردباری کے بارے میں بہت غلو فرمایا۔کہ ہر ایک کا ظلم سہنا چاہئے۔اور اسکا بدلہ لینے کی نیت
بھی نہیں کرنی چاہئے۔یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا۔ مصرعہ ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد

بعدازاں یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ او خارے نہد در راہِ ما از دشمنی ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بیخار باد

پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی کانٹا رکھے۔ اور تو بھی اس کے عوض کانٹا رکھے تو کانٹے ہی کانٹے ہوجائینگے۔ عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے۔ کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں۔ لیکن درویشوں میں یہ دستور نہیں۔ یہاں کے نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیئے۔

ذکر دوستی یاران دین

بُدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ یارانِ دین کی دوستی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ دوستی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نسبتی۔ دوسری دینی جن میں سے دینی زیادہ مضبوط ہے۔ اسواسطے کہ اگر دو نسبتی بھائی ہوں۔ ایک مومن اور ایک کافر۔ تو مومن بھائی کا ورثہ کافر بھائی کو نہیں مل سکتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ایسا بھائی ہونا کمزور ہے لیکن دینی زیادہ مضبوط ہے۔ اسواسطے کہ جو پیوند دو دینی بھائیوں میں ہوگا۔ وہ دُنیا اور آخرت میں برقرار رہیگا۔ اِسی اثنا میں اِس آیت کا ذکر ہوا۔ الاخلاء یومئذٍ بعضھم لبعض عدوا الّا المتّقین جن یاروں کی دوستی بندوبست کی وجہ سے ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہونگے لیکن پرہیزگار آپس میں دشمن نہیں ہونگے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

ترا دشمنا تند این دوستاں کہ یارند در بارۂ دوستاں

ذکر نمازہائے روز و ہفتہ و سال

اتوار کے دن پچیسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وقت کے متعلق ہے۔ دوسرے جو سبب کے متعلق ہے۔ تیسرے جو نہ وقت کے متعلق ہے۔ نہ سبب کے۔ اب نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو وقت کے متعلق ہیں۔ امام غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جو نمازیں وقت کے متعلق ہیں۔ وہ مکررات ہیں۔ اسواسطے کہ بعض نمازیں جو ہر روز ادا کی جاتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو ہفتے میں ایک مرتبہ۔ بعض ایسی ہیں۔ جو مہینے میں ایک مرتبہ۔ اور بعض ایسی ہیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ جو نمازیں ہر روز ادا کی جاتی ہیں۔ وہ آٹھ ہیں۔ پانچ پانچوں وقت کی۔ چھٹی چاشت کی۔ ساتویں بیس رکعت نماز جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ آٹھویں تہجد کی نماز۔ مذکورہ بالا نمازیں دن رات میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ نماز جو ہفتے ہفتے ادا کی جاتی ہے۔ وہ ہر روزہ نماز ہے۔ جو ہفتے اور اتوار کو ادا کی جاتی ہے۔ وہ نماز جو مہینے میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہے۔ وہ بیس رکعت ہے۔ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کی پہلی تاریخ ادا کیا کرتے تھے۔ وہ نمازیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ چار ہیں۔ دو دو عیدوں کی۔ تیسری تراویح کی۔ چوتھی شب برات کی۔ اب ان نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو سبب کے

متعلق ہیں۔ وہ دو ہیں۔ ایک نماز استسقاء جو قلت باراں کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ دوسری چاند گہن اور سورج گہن کے وقت جو ادا کی جاتی ہے۔ یعنی جب سورج چاند پکڑے جاتے ہیں۔ تو یہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ اب ان نمازوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ جو نہ وقت کے متعلق ہیں اور نہ سبب کے۔ وہ تسبیح ہے ✦

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ آیا نفل باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ فرمایا۔ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے۔ پھر فرمایا۔ شب برات تھی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے فرمایا۔ کہ جس نماز کا حکم اس رات ہے۔ اسے باجماعت ادا کرو۔ اور امام تم بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ✦

پھر ان نمازوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو نفس کی حفاظت کیلئے ادا کی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ جب کوئی شخص گھر سے نکلے۔ اور دوگانہ ادا کرے۔ تو جب تک وہ باہر رہیگا۔ اللہ تعالےٰ ہر بلا سے اُسے بچائیگا۔ جب گھر آئے۔ تو پھر دوگانہ ادا کرے۔ تاکہ ان بلاؤں سے محفوظ رہے جو گھر سے اُٹھتی ہیں۔ ان دوگانوں میں بہت خیر و برکت ہے ✦

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص یہ نماز ادا نہ کر سکے۔ تو گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے۔ تو بھی وہی مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر آیۃ الکرسی پڑھے۔ تو چار دفعہ کلمہ تمجید بھی پڑھے اگر کوئی شخص تنگ وقت میں مسجد میں پہونچے۔ اور مسجد کی تحیت ادا نہ کر سکے۔ تو یہ کلمہ چار مرتبہ پڑھے۔ وہی مطلب حاصل ہو جائیگا ✦

ھفتہ کے روز تیرھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ نوح جو شرف قرابت سے مشرف ہیں پاس بیٹھے تھے۔ اور مشارق الانوار پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث پر پہونچے۔ کہ اگر کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو۔ اور اس کے منہ میں لعاب یا بلغم آئے۔ اور اُسے باہر پھینکنا چاہے تو قبلہ رُخ نہ پھینکے۔ اور نہ ہی دائیں طرف۔ کیونکہ فرشتے کی طرف ہے۔ بلکہ بائیں طرف قدم کے نزدیک آہستہ پھینک دے۔ تاکہ عمل کثیر نہ ہو۔ اتنے سے نماز میں کچھ بگاڑ نہیں آتا ✦

نیز یہ بیان فرمایا۔ کہ مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک راستے جا رہے تھے۔ ابوہریرہ سامنے سے ملے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے دل لگی کرتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک مصافحہ کے لئے بڑھایا۔ لیکن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ ابھی ابھی اپنی عورت سے ہم بستر ہو کر آیا ہوں۔ اور نہایا نہیں۔ اب میں آپ جیسے پاک آدمی

جنبی کی بابت

کا دست مبارک کس طرح چھو سکتا ہوں - فرمایا - مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا - گو جنبی ہو - لیکن ناپاک نہیں ہوتا - اگر جنبی کا پس خوردہ پانی کوئی پی لے - تو کوئی ڈر نہیں - نیز فرمایا - اگر کوئی عورت شیطان کی صورت میں مرد کے پاس آئے - یعنی شیطان اگر کسی عورت کی صورت میں مرد کو دکھلائی دے اور اس کا دل اس کی طرف مائل ہو - تو مرد کو چاہئے - کہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرے - تاکہ وہ وسوسہ اس سے دور ہو جائے - متاہل آدمی کے لئے یہ بھی بہتری کی ایک صورت ہے - جب خواجہ نوح نے یہ فوائد سُنے - تو اُٹھ کھڑا ہوا - خواجہ صاحب نے اُسکی طرف اشارہ کرکے حاضرین کو فرمایا - کہ اس شخص کی عزت کیا کرو کیونکہ یہ نیک آدمی ہے - جب وہ اُٹھکر چلا گیا - تو اس کے تزکیہ کی بابت غلو فرمایا - کہ اسے قرآن شریف یاد ہے اور ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے - اور علم کے سیکھنے کا بڑا مشتاق ہے - اور حاصل بھی بہت کچھ کیا ہے کسی سے نہ دشمنی ہے نہ دوستی - نہایت صالح مرد ہے - چنانچہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا کہ تو جو اتنی طاعت اور عبادت کرتا ہے - کس لئے کرتا ہے - کہا - میرا مقصود آپ کی زندگی ہے - خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ یہ بات اسے کس نے سکھائی - یہ اس کی سعادت کی دلیل ہے ❊

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی - کہ جس سے کسی چیز کی بابت پوچھا جائے - وہ اس چیز کا عالم ہو - یعنی ان احوال سے جو وہ رکھتا ہے - اس بارے میں فرمایا - کہ ایک عالم ضیاء الدین نام مُنار کے نیچے درس کیا کرتا تھا - اس سے میں نے سُنا - کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا - اور مجھے فقہ - نحو اور دوسرے علوم کی اکمل خبر تھی صرف علم خلافی سیکھ رکھا تھا - میرے دل میں خیال آیا - کہ اگر شیخ صاحب فقہ - نحو اور دوسرے علوم کی بابت پوچھینگے - تو کیا جواب دونگا - یہی خیال دل میں لیکر حاضر خدمت ہوا - سلام کرکے بیٹھ گیا مجھ سے فرمایا - کہ مناظرہ کی تنقیح کیا ہوتی ہے - میں یہ سُن کر خوش ہوا - اور نفی اثبات جو اس بارے میں آئی ہے بہت عمدگی سے بیان کی - خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ کمال کشفی کے سبب اس سے وہی چیز پوچھی جس کا وہ عالم تھا - الحمد للہ رب العالمین - یہ تین سال کے فوائد کا مجموعہ ہے - انشاء اللہ تعالےٰ جو کچھ اور سنونگا - وہ بھی قلمبند کرونگا ❊

فوائد الفوائد

حصہ سوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ انوار الٰہی اور اسرار الٰہی کے اشارات ہیں جو خواجہ راسخین ختم المجتہدین - ملک المشائخ فی الارضین

خواجہ نظام الحق والدین ادام اللہ میامن انفاسہٗ کی زبان گوہر فشاں سے سُنے گئے ۔ والحمد للہ علےٰ ذالک ؎

مجموعہ کہ بندہ حسن نو بنا نہاد ہم وقت پاک شخص را جبینے دہاد

سوموار کے روز ساتویں ماہ ذیقعد سنہ ۷۱۲ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ طبقات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ کہ میرے بعد میری اُمّت کے پانچ طبقے ہونگے ۔ اور ہر ایک طبقہ کی مدّت چالیس سال ہوگی ۔ پہلا طبقہ علم اور مشاہدہ کا ہوگا ۔ دوسرا نیکی اور پرہیزگاری کا ۔ تیسرا تواصل اور تراحم کا ۔ چوتھا تقاطع اور تدابر کا ۔ اور پانچواں ہرج مرج کا ۔

فرمایا ۔ پہلا طبقہ صحابہ کرام کا تھا ۔ دوسرا تابعین کا ۔ تیسرا تواصل اور تراحم کا ۔ تواصل کا یہ مطلب ہے کہ جب دُنیا اُنکی طرف آئے ۔ اور وہ دونوں میں مشترک ہو ۔ تو ایک طرف اگر سختی کرے ۔ تو دوسری جانب نرم ہو جائے ۔ اسے تو تواصل کہتے ہیں ۔ اور تراحم سے یہ مراد ہے ۔ کہ اگر ساری دُنیا اُنکی طرف آئے ۔ تو بغیر شرکت اسے راہِ حق میں صرف کریں ۔ چوتھا طبقہ تقاطع اور تدابر کا ہوگا ۔ تقاطع کا یہ مطلب ہے ۔ کہ اگر دُنیا مشارکت کے طور پر اُن کی طرف رُخ کرے ۔ تو وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں ۔ اور تدابر کے یہ معنی ہیں ۔ کہ اگر دُنیا انہیں ملے ۔ تو ان میں سے کسی کو کچھ نہ دیں ۔ بلکہ اوروں کی طرف پیٹھ کرلیں ۔ پانچواں طبقہ ہرج مرج کا ہے ۔ وہ یہ کہ ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب گوئی کریں ۔ یہ پانچوں طبقے دوسو سال کے عرصے میں گزر جائینگے ۔ جب دوسو سال کا عرصہ گذر جائیگا ۔ تو اس کے بعد کے فرزند آدم سے کُتیا کے بچّے اچھے ہونگے ۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہونچے ۔ تو آبدیدہ ہوکر فرمایا ۔ کہ یہ حکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے بعد دوسو سال تک کا ہے ۔ اب کی خلقت کا کیا حال ہوگا ۔

پھر مشغولی حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ کہ اصل کام یادِ حق ہے ۔ اور اسکے سوا جو ہے سب یادِ حق کا مانع ہے ۔ فرمایا ۔ کہ جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں ۔ اگر کسی وقت ان کا مطالعہ کرتا ہوں ۔ تو وحشت سی پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور خود بخود کہنے لگتا ہوں ۔ کہ میں کہاں جا پڑا ۔

پھر ایک حکایت بیان فرمائی ۔ کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جب حال کے کمال کو پہونچے تو جو کتابیں پڑھی تھیں کونے میں رکھدیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ دھو ڈالیں ۔ پھر فرمایا ۔ کہ دھونے کا کہیں ذکر نہیں آیا ۔ البتہ ایک جگہ محفوظ رکھیں ۔ ایک روز ان کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی ۔ کہ اے ابوسعید ہمارا عہد نامہ واپس دے ۔ کیونکہ تو دوسری چیز میں مشغول ہوگیا ہے ۔ جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہونچے ۔ تو روئے اور یہ شعر پڑھا ؎

تو سایۂ دشمنی کجا در گنجی جائے کہ خیال دوست زحمت باشد

یعنی جہاں پر فقہ اور احکام شرعی کی کتابیں بمنزلہ حجاب ہیں۔ وہاں دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا۔
منگل کے روز بارہویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اور بہت سے لوگ
حاضر خدمت تھے۔ بعض کے لئے سائے میں جگہ نہ تھی۔ اسلئے دھوپ میں بیٹھے تھے۔ دوسروں
کو فرمایا۔ کہ ذرا پاس پاس ہو بیٹھو۔ تاکہ وہ بھی سائے میں بیٹھیں۔ کیونکہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ
ہیں اور جلتا میں ہوں۔ اس حال کی بابت ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ بداؤں میں ایک
شیخ شاہی موئے تاب نام بزرگ بداؤں میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ یار انہیں سیر کیلئے باہر لیگئے
اور کھیر پکائی۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا۔ تو خواجہ شاہی موئے تاب نے کہا۔ اس طعام میں خیانت
ہوئی ہے۔ شاید دو آدمیوں نے دودھ لانے سے پیشتر کچھ پی لیا ہے۔ جو درویشوں نے بڑی
بھاری خطا بیان کیجاتی ہے۔ جب خواجہ شاہی نے یوں کہا۔ کہ جس طعام سے پہلے کچھ کھا لیا گیا ہو۔ وہ
کیوں یاروں کے روبرو رکھا جائے۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ جوش کے سبب دیگ سے دودھ باہر ابل آیا تھا
جو باہر نکلتا رہا ہم اسے پیتے رہے۔ فرمایا۔ خیر وہ پینا حرام تھا۔ اسے گرنے دینا چاہئے تھا۔ غرضیکہ وہ
عذر کسی طرح سنا نہ گیا۔ انہیں سزا دی گئی کہ تم دھوپ میں کھڑے رہو دھوپ میں کھڑے کھڑے
پسینا بہنا شروع ہوا۔ پھر خواجہ شاہی نے کہا حجام کو بلاؤ۔ پوچھا کیا کرو گے۔ فرمایا جتنا خون میرے
یاروں کے جسم سے نکلا ہے۔ اتنا میرے جسم سے نکال دے خواجہ صاحب جب اس بات پر
پہنچے۔ تو فرمایا۔ شاباش! محبت اسی کا نام ہے۔ اور انصاف اسے ہی کہتے ہیں ٭

پھر اسکی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ
علیہ بیمار ہوئے۔ تو شاہی موئے تاب کو بلایا۔ اور کہا۔ دعا کرو۔ تاکہ یہ بیماری رفع ہو جائے۔
خواجہ شاہی نے عذر کیا۔ کہ آپ بزرگ ہیں۔ پھر مجھ سے اس بات کی خواہش کرتے ہو۔ میں بازاری
آدمی ہوں۔ مجھ سے ایسی بات نہ کہیں۔ لیکن شیخ صاحب نے ایک نہ مانی۔ فرمایا۔ ضرور دعا کرنی چاہئے۔ تاکہ
میں صحتیاب ہوں۔ کہا اچھا۔ تو میرے دو یاروں کو بلاؤ۔ ایک نام شرف ہے جو نیک بخت آدمی ہے۔
اور دوسرا ایک درزی۔ غرضیکہ دونوں کو بلایا گیا۔ خواجہ شاہی نے انہیں کہا۔ کہ شیخ نظام الدین صاحب
نے مجھے یوں فرمایا ہے۔ اب تم میرے یار ہو۔ اور اس کام میں میری مدد کرو۔ یعنی شیخ صاحب کے
سر سے لیکر سینے تک میرے متعلق رہا۔ اور سینے سے لیکر ایک پاؤں تک ایک کے متعلق اور دوسرا
پاؤں دوسرے کے متعلق۔ مختصر یہ کہ تینوں مشغول ہوئے۔ فوراً بیماری صحت میں بدل گئی۔
اس بزرگ کی کرامت کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ وہ بارہا کہا کرتے تھے۔ کہ میرے مرنے
کے بعد اگر دو ۔ ۔ ۔ تی مہم پیش آئے۔ تو میری قبر پر آئے۔ اگر تین دن میں یہ کام سرانجام نہ ہو۔ تو چوتھے
روز آئے۔ اگرچہ تیسرے روز بھی سرانجام نہ ہو۔ تو میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے ٭

ذکر عصمت اولیا

پھر اولیاء کی پاکدامنی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ انبیاء واجب العصمۃ ہیں۔ اور معصوم ہیں۔ اور فقراء کے نزدیک اولیاء بھی واجب العصمۃ اور معصوم ہیں۔ لیکن انبیاء واجب العصمۃ ہیں۔ اور اولیا جائز العصمۃ ٭

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک شخص نے آکر دعاء کے لئے التماس کی۔ کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ پوچھا کس قدر یاد کیا ہے۔ عرض کی نیم از حصہ فرمایا۔ باقی بھی تھوڑا تھوڑا کر کے یاد ہو جائیگا۔ پہلے ثلث کو بار بار پڑھو ٭

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے ایک رات خواب میں شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف یاد کرنے کی نیت سے دعاء کے لئے التماس کی۔ جب دن ہوا۔ تو کسی اور بزرگ کی خدمت میں جا کر اسی بارے میں دعاء کا ملتجی ہوا۔ کہ جس طرح از یں (؟) نے خواب میں دعاء کی ہے۔ آپ بیداری میں دعاء کریں۔ تاکہ آپ کی دعاء کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ اس بزرگ نے دعاء دیکر یہ کہا۔ کہ جو شخص رات کو سوتے وقت یہ دو آیتیں پڑھکر سوائے۔ اُسے ضرور قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔ آیت۔ والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل .... تا یعقلون ٭

ذکر دو آیات برائے حفظ قرآن

ذکر [illegible] اصحاب کہف [illegible]

پھر اللہ تعالےٰ کی قدرت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کہف دیکھنے کی آرزو کی۔ حکم ہوا۔ کہ ہم نے کہدیا۔ کہ آپ دنیا میں نہ دیکھ سکینگے۔ البتہ قیامت کو دیکھ سکو گے۔ لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے دین میں آجائیں۔ تو یہ ہم کر سکتے ہیں۔ بعد ازاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک گودڑی لائے۔ اور چار آدمیوں ابو بکر صدیق رضؓ عمر خطاب رضؓ۔ علی ابن ابی طالب رضؓ اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا۔ کہ اس کا ایک ایک کونا مضبوط پکڑ لو۔ پھر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ہوا کو جسے مہتر سلیمان علیہ السلام کام میں لایا کرتے تھے بُلایا۔ اور اسے فرمایا۔ کہ اس گودڑی کو مع چاروں آدمیوں کے اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر پہنچا دے۔ یاروں نے باہر ہی سے سلام کہا۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں زندہ کیا۔ اور سلام کا جواب انہوں نے دیا۔ بعد ازاں یاروں نے دین نبوی ان کے پیش کیا۔ جسے انہوں نے قبول کیا۔ والحمد للہ رب العلمین۔ خواجہ صاحب نے یہ تقریر کر کے فرمایا۔ کہ کونسی بات ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی قدرت میں نہیں ٭

سوموار کے روز ماہ صفر کی پہلی تاریخ سنہ ۷۱۲ ہجری کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نفلوں اور وردوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ میں نے ایک رات شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ العزیز

کو خواب میں دیکھا۔ تو مجھے فرمایا۔ کہ ہر روز نو مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" جب میں بیدار ہوا۔ تو اس دعاء کو ہمیشہ کے لئے اختیار کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اس فرمان میں کوئی نہ کوئی مقصود ہوگا۔ بعد ازاں مشائخ کی کتابوں میں لکھا دیکھا۔ کہ جو شخص سو مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ وہ بغیر اسباب خوش رہیگا اور اس کی زندگی خوشی سے گزریگی۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ شیخ صاحب کا مقصود بھی یہی تھا ؛

پھر اسی دعا کی فضیلت کے بارے میں فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ گویا اس نے ہزار غلام آزاد کیا ہے ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ اور مجھے خواب میں فرمایا۔ کہ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ النبا پڑھا کرو۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو یہ حکم بجا لایا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اس فرمان میں کوئی خوشخبری ضرور ہوگی۔ چنانچہ تفسیر میں لکھا دیکھا۔ کہ جو شخص عصر کے بعد ہر روز پانچ مرتبہ سورہ نبا پڑھتا ہے۔ وہ اسیر حق ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالٰے کی محبت اس کے دل میں جاگزین ہو جاتی ہے۔ یہ دو فائدے ختم کر کے حاضرین کو فرمایا۔ کہ تم انہیں ہمیشہ کیا کرو ؛

منگل کے روز دوسری ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ کہ بعض آدمیوں نے جناب کو ہر موقعہ پر بُرا کہا۔ وہ آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔ جن کے سننے کی ہم تاب نہیں لا سکتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے سب کو معاف کیا تم بھی معاف کردو۔ اور کسی سے دشمنی نہ کرو ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ چھجو ساکن اندپت ہمیشہ مجھے بُرا بھلا کہا کرتا۔ اور میری بُرائی کے درپے رہتا۔ بُرا کہنا سہل ہے۔ لیکن بُرا چاہنا اس سے بُرا ہے۔ الغرض جب وہ مرگیا۔ تو میں تیسرے روز اس کی قبر پر گیا۔ اور دعا کی۔ کہ پروردگار! جس نے میرے حق میں بُرا بھلا کہا۔ میں اس سے درگذرا۔ تو میری وجہ سے اسے عذاب نہ کرنا۔ اس بارے میں فرمایا۔ کہ اگر دو شخصوں کے مابین رنجش ہو۔ تو دُور کردینی چاہیئے اگر ایک شخص دُور کردیگا۔ تو دوسرے شخص سے اُسے کم تکلیف ہوگی ؛

بعد ازاں فرمایا۔ کہ لوگ کیوں ان بدگوئیوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ صوفی کا مال سبیل ہے۔ اور اس کا خون مباح ہے جب حالت یہ ہے۔ تو پھر کسی کی بدگوئی کا کیا شکوہ و شکایت اتنے میں ایک شخص نے آکر ایک جماعت کی بابت بیان کیا۔ کہ ابھی فلاں مقام پر آپ کے یار جمع ہوئے۔ اور بانسریاں رکھی ہیں۔ خواجہ صاحب یہ سُنکر ناخوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے بانسریوں اور حرام چیزوں سے منع کردیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ ٹھیک نہیں کیا۔ اس بارے میں نہایت غلو فرمایا۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ امام اگر کوئی غلطی کرجائے۔ تو اس

غلطی کو جتانے کے لئے مقتدی مرد کو سبحان اللہ کہنا چاہئے - اور عورت کو تالی بجا کر لیکن دونوں ہتھیلیوں سے نہیں - بلکہ ایک ہتھیلی اور ایک پشت سے - کیونکہ ہتھیلیوں سے تالی بجانا کھیل میں شامل ہے - غرضیکہ یہاں تک کھیل کود کی باتیں منع ہیں - سماع میں اس سے بھی بڑھکر احتیاط کرنی چاہئے جب تالی بجانے کی بابت اسقدر احتیاط کی جاتی ہے - تو بانسری بجانے کی بابت کسقدر ممانعت ہوگی ٭

بعد ازاں فرمایا - کہ اگر کوئی مقام سے گر پڑے - تو شرع میں گرے - اگر شرع سے باہر گرے تو کچھ بھی نہیں رہتا ٭

[illegible]

بعد ازاں فرمایا - کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے - اور جو اس کام والے ہیں - اور جو صاحب ذوق و درد ہیں - انہیں قوال کا ایک ہی شعر سنکر رقت طاری ہو جاتی ہے - خواہ بانسری ہو - یا نہ ہو - لیکن جنہیں ذوق کی مطلق خبر نہیں - ان کے روبرو خواہ کتنا گایا بجایا جائے - انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا - پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے - نہ کہ بانسری وغیرہ کے ٭

بعد ازاں فرمایا - کہ لوگوں کو سارا دن کہاں حضور حاصل ہوتا ہے - اگر دن بھر میں کسی ایک وقت بھی خوش وقتی نصیب ہو - تو باقی وقت اسی کی پناہ میں ہوتا ہے - اگر کسی جماعت میں ایک شخص صاحب ذوق اور صاحب نعمت ہو - تو باقی کے آدمی اسی ایک کی پناہ میں ہونگے

بعد ازاں فرمایا - کہ پچھلے زمانے میں ایک قاضی اجودہن میں تھا جو ہمیشہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے جھگڑتا رہتا - یہاں تک کہ ایک مرتبہ ملتان میں اماموں کو جاکر کہا - کہ یہ کب جائز ہو سکتا ہے - کہ کوئی شخص مسجد میں بیٹھکر سماع سنے - انہوں نے کہا - ہم تو اسے کچھ نہیں کہہ سکتے ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ میں نے جتنی مرتبہ سماع سنا ہے - ہر بار خرقہ شیخ کی قسم سے شیخ صاحب کے اوصاف اور اخلاق پر محمول رکھا ہے - ایک مرتبہ شیخ صاحب کی زندگی میں سماع کے وقت قوال نے یہ شعر گایا ہے ؎

خرام بدیں صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندے

تو اس وقت مجھے شیخ صاحب کے اوصاف پسندیدہ کمال بزرگی اور فضل و لطافت یاد آئے اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی جس کا بیان نہیں ہو سکتا - قوال نے اور شعر گانے چاہے لیکن میں نے اسی شعر کے لئے بار بار کہا - خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے - تو رو دیئے - اور فرمایا کہ اس کے بعد بہت مدت گذرنے نہ پائی - کہ شیخ صاحب کا وصال ہو گیا ٭

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی - کہ قیامت کے دن کسی سے پوچھا جائیگا - کہ تو نے دنیا

میں سماع سُنا ۔ وہ کہیگا ۔ ہاں سُنا ۔ پوچھا جائیگا ۔ جو شعر تو نے سُنا ۔ ان اوصاف کا ہم پر گمان کیا ۔ کہیگا ۔ ہاں کیا ۔ پوچھا جائیگا ۔ کہ ان حادث اوصاف کا ہماری قدیم ذات پر کس طرح احتمال ہو سکتا ہے ۔ کہیگا ۔ پروردگارا میں نے محبّت کی زیادتی کے سبب یہ کہا تھا ۔ حکم ہوگا ۔ چونکہ تو نے ہم سے محبّت کی ۔ ہم تجھ پر رحمت کرتے ہیں ◆

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا ۔ کہ جو شخص اس کی محبّت میں مستغرق ہے ۔ اُسے یہ عتاب ہے ۔ تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی ۔ وہ کیا جواب دینگے ◆

ذکر معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ کہ حیوانات اور جمادات آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار تھے ۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ۔ تو معاذ جبل کو یمن کیطرف بھیجا ۔ اور اسے فرمایا کہ اس ولایت میں عین الزعاف نام ایک چشمہ ہے جسے عین الذعاف بھی کہتے ہیں ۔ اس چشمے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا پانی بھی پی لیا جائے ۔ تو انسان فوراً ہلاک ہو جاتا ہے ۔ جب اس چشمے پر پہنچو ۔ تو کہنا ۔ کہ میں مبعوث ہوا ہوں ۔ جب وہاں پہنچا ۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان پہنچایا اور نبوت کی حکایت ظاہر کی ۔ وہ چشمہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لایا ۔ اور اپنی پہلی خاصیت کھودی ◆

ذکر اسم اعظم

پھر اسم اعظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا ۔ کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہے ۔ تو فرمائیےگا ۔ جواب دیا ۔ پیٹ کو حرام لقمے سے پاک رکھو اور دل سے دُنیا کی محبّت دُور کردو ۔ تو جو اسم الٰہی پڑھوگے ۔ وہی اسم اعظم ہوگا ۔ اسی اثناء میں کھانا لایا گیا جب نمک رکھا گیا ۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ شروع نمک سے کرنا چاہئے ۔ لیکن اُنگلی منہ سے تر کرکے جو نمک اُٹھاتے ہیں ۔ اسکا کہیں نہیں آیا ۔ اگر اُنگلی تر کرکے نہ رکھیں ۔ تو نمک اُس کے ساتھ نہیں چھوتا ۔ اسلئے دو اُنگلیوں سے چٹکی بھر اُٹھا کر کھانا چاہئے ۔ میں نے اسی اثناء میں اس فائدے کے شکر میں کہا ۔ الحمد للہ کہ نمک کا حق از سر نو معلوم ہوگیا ۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا ۔ کہ اچھا کہا ہے ۔ مولانا محی الدین کاشانی موجود تھے ۔ انہوں نے میری بات کا تزکیہ فرمایا ۔ وہ ملیح ہے

ذکر خوش طبعی شیخ

اس کام میں اس خوش طبعی کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ شمس الملک علیہ الرّحمۃ والغفران کی خدمت میں آکر کسی چیز کی توقّع کی ۔ لیکن آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا ۔ مگر وہ سائل اسی طرح کھڑا رہا ۔ شمس الملک نے فرمایا ۔ جاتا کیوں نہیں ۔ سائل نے کہا جواب چاہئے ۔ فرمایا جواب ۔ سائل نے عرض کی جواب چاہئے ۔ فرمایا ۔ کہ اس سے اچھا جواب اور میں کیا کہہ سکتا ہوں ◆

جُمعہ کے روز چھبیسویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے عرض کی۔ کہ اب کی مرتبہ اس طرف خویش و اقربا کو دیکھنے آیا ہوں۔ بعض یاروں نے یہ کہا۔ کہ جب کوئی شخص اسطرف کسی اور کام کی نیّت سے آئے۔ نہ اس نیت سے کہ وہ جناب کی خدمت میں آئے۔ اُسے پاس نہیں آنا چاہئے۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا۔ اگرچہ طریقہ تو یہی ہے۔ لیکن میرا دل نہیں چاہتا۔ کہ حاضرِ خدمت ہوئے بغیر اس حدود سے واپس جاؤں۔ میں ایک بے رسمی کرونگا۔ یہ خیال دل میں گیا۔ اور حاضرِ خدمت ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ تو نے اچھا کیا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے خرابات و سرائے اوباش	منعے نبود بیا بنشین و بباش ٭

بعدازاں فرمایا۔ کہ مشائخ کی رسم ہے۔ کہ کوئی انکی خدمت میں اشراق سے پہلے اور عصر کے پیچھے آنے نہیں پاتا۔ لیکن میرے لئے ایسا نہیں۔ میں جسوقت چاہوں۔ آؤں۔ جاؤں ٭

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض لوگ حج سے واپس آکر سارا دن یادِالٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں ٭

بعدازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص نے کہا۔ میں فلاں جگہ ہو آیا ہوں۔ کسی بزرگ نے اسے کہا۔ اَے خواجہ! وہاں ہو آنے سے کیا فائدہ؟ جبکہ خودی اسی طرح تجھ میں باقی ہے ٭

خدمت و رضا

پھر خدمت اور رضاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ جو خدمت کرتا ہے۔ وہ مخدوم بنجاتا ہے۔ خدمت کئے بغیر کس طرح مخدوم ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ "مَنْ خَدَمَ خُدِمَ" جس نے خدمت کی اُس نے خدمت کرائی ٭

پھر حسن معاملہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک شخص نے دس طریقوں کو جن میں سے پانچ سر میں ہیں۔ اور پانچ بدن میں ہیں۔ نظم میں بیان کیا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے۔ اور کیا ہی عمدہ ہے ؎

دہ سخن در دو بیت آوردی	کارکن کار کیں ہمہ سخنست

بُدھ کے روز انیسویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہُوا۔ لیکن ان دنوں بادشاہ نے باغ زمین اور بہت سا اسباب اور اس کی ملکیت کا کاغذ خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اور اپنا اخلاص ظاہر کر بھیجا تھا۔ خواجہ صاحب نے یہ سب چیزیں قبول نہ کیں۔ اور اس بارے میں فرمایا۔ کہ میں باغ۔ زمین اور کھیتی باڑی کے لائق نہیں۔ مُسکراتے اور فرماتے۔ کہ اگر میں یہ قبول کرلوں۔ تو کیا لوگ کہیں گے۔ کہ شیخ باغ جارہا ہے۔ اور اپنی زمین اور کھیتی باڑی دیکھنے جاتا ہے۔ کیا یہ کام کرنے کے لائق ہے۔ آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ ہمارے خواجگان اور مشائخ میں سے کسی نے قبول نہیں فرمایا ٭

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین انار اللہ برہانہٗ ملتان کی طرف جاتے اجودہن سے گذرا۔ ان دنوں سلطان غیاث الدین طاب اللہ ثراہٗ وہاں کا حاکم تھا۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ کی زیارت کے لئے آیا۔ اور کچھ نقدی اور چار گاؤں کی ملکیت کا حکمنامہ لایا۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ یہ کیا۔ عرض کی۔ کچھ نقدی اور چار گاؤں کی ملکیت کا حکمنامہ لایا ہوں۔ نقدی درویشوں کے لئے۔ اور ملکیت کا حکمنامہ جناب کے نام۔ مسکرا کر فرمایا نقدی مجھے دو۔ میں اور درویش ملکر خرچ کرلینگے۔ مگر یہ ملکیت کا حکمنامہ اٹھالے۔ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ انکو دینا۔ اس حکایت کی اثناء میں اس حدیث کی روایت فرمائی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ما دخل بیتًا الّا دخل ذلاً" بعدازاں فرمایا کہ یہ حدیث کسی خاص موقعہ پر فرمائی گئی تھی۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک گھر میں آئے۔ جہاں دو لکڑیاں پڑی دیکھیں جن سے کلیہ رانی کی جاتی ہے جب اسے دیکھا۔ تو فرمایا۔ ما دخل بیتًا الّا دخل ذلاً" یعنے یہ لکڑیاں اس گھر میں آتی ہیں جہاں خواری آنیوالی ہوتی ہے۔ یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کا ذکر شروع ہوا۔ فرمایا۔ آپ نے شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف عربی میں خط لکھا۔ جسے میں نے بچشم خود دیکھا ہے اسمیں لکھا ہے۔ من احبّ افتقاد النّساء لا یفلح ابدا۔ جو عورتوں کے آور دہ مال سے محبت کرتا ہے۔ اس کی کبھی بہتری نہیں ہوتی۔ نیز ضیعہ کا بھی اس میں ذکر لکھا ہے ضیعہ کے معنی زمین گاؤں وغیرہ ہے۔ مختصر یہ کہ عربی لفظ یاد نہیں۔ البتہ ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص ضیعہ (زمین وغیرہ) پر دل لگاتا ہے۔ وہ گویا دُنیا اور اہلِ دُنیا بندہ بنجاتا ہے۔ شیخ نور اللہ قبرہ کی بابت پوچھا۔ کہ وہ کس کے مرید تھے۔ فرمایا شیخ ابوسعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے ❖

حدیث تارک الورد ملعون

پھر اوراد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ یہ حدیث کسطرح پر ہے۔ صاحب الورد ملعون وتارك الورد ملعون۔ فرمایا یہ حدیث اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ یہ بات اسطرح ہوئی۔ کہ رسولِ خُدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی۔ کہ فلاں یہودی یا آتش پرست بہت ورد کرتا ہے۔ اور اسے انکی اصطلاح میں تمخیشا کہتے ہیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صاحب الورد ملعون۔ جب یہ خبر اُس نے سُنی۔ تو وہ چھوڑ بیٹھا۔ رسول صلعم نے جب سُنا تو فرمایا۔ تارك الورد ملعون بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث عام ہے اسکی تاویل اسطرح کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص جان بوجھکر ورد کو چھوڑتا ہے۔ تو وہ ورد کا تارک ہے۔ ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ کہ تارك الورد ملعون'

اگر کوئی شخص قوم کا سردار ہے جس کے پاس لوگوں کی آمد و رفت ہے اور مسلمانوں کی مصلحت اُس کی بات سے وابستہ ہو پھر وہ ورد میں مشغول ہُوا ۔ اور ایسے شخص کے حق میں کہتے ہیں ۔ کہ صاحب ورد ملعون ؎

اس موقعہ پر میں نے عرض کی ۔ کہ اگر کوئی شخص کسی شغل یا عذر کے سبب وردِ معہودہ کو نہ کر سکے ۔ اور بجائے دن کے رات کو کرے ۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ فرمایا ۔ بہتر رات کو کرے اگر رات کے ورد میں ناغہ ہو جائے ۔ تو دن کو کرے ۔ رات دن کا خلیفہ ہے ۔ اور دن رات کا خلیفہ ۔ بالکل ناغہ نہ کرے ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ جس ورد میں بغیر کسی عذر کے ناغہ ہو جائے ۔ وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ۔ یا اسے شہوت کی رغبت ہوگی ۔ یا حرام کی ۔ یا غصے کی ۔ اور یا اس پر کوئی مصیبت پڑی ہوگی ۔

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ مولانا عزیز زاہد رحمتہ اللہ علیہ ایک روز گھوڑے پر سے گر پڑے ۔ آپ سے وجہ پوچھی گئی ۔ فرمایا میں ہر روز سورہ یٰسین پڑھا کرتا تھا ۔ آج نہیں پڑھی ۔

بدھ کے روز چوتھی ماہِ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی ۔ نظم اور تخلیات غزل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے یہ شعر پڑھا ؎

نظامی آنچہ اسرار است کہ از خاطر عیاں کردی
کسے سرّش نمیداند زباں درکش زباں درکش

اس دن صبح پہلے یہی شعر پڑھتے پڑھتے شام کا وقت آگیا ۔ افطار کے وقت بھی یہی شعر زبان مبارک پر تھا ۔ سحر کے وقت بھی یہی شعر پڑھ رہے تھے ۔ اور جتنی مرتبہ پڑھتے ۔ چہرے پر تغیر کے آثار نمایاں ہوتے ۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ معلوم نہیں آپ کے دل میں کیا خیال تھا ۔ اور کونسی بات آپ سے یہ شعر بار بار پڑھواتی تھی ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھر کے اندر دروازے پر کھڑے تھے ۔ ایک ہاتھ ایک کواڑ پر اور دوسرا دوسرے پر رکھے ہوئے یہ شعر بار بار پڑھتے تھے ؎

کردی ضمائر سر ما یار دگر ما ہیچ نکردیم خدا میداند

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ معلوم نہیں ۔ وہ کونسی بات تھی جو آپ سے بار بار یہ شعر پڑھواتی تھی ۔ اور یہ کہ آپ کے دل میں کیا خیال تھا ۔

پھر توکّل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ حق تعالےٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے ۔ اور اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہیئے ۔ پھر فرمایا ۔ کہ آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں

ہوتا۔ جب تک اسکی نگاہ میں تمام خلقت مجھ سے بھی کم حقیقت نہ معلوم ہو +

بعدازاں اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کعبہ جا رہے تھے۔ ایک لڑکا آپ کے ہمراہ تھا۔ اُس سے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو۔ کہا۔ کعبہ کی زیارت کرنے۔ پوچھا سامان سفر کہاں ہے؟ کہا۔ اللہ تعالےٰ بندے کو بغیر اسباب کے نہیں رہنے دیتا ضرور مجھے با اسباب کعبہ پہنچائیگا۔ القصہ جب آپ کعبہ پہونچے۔ تو دیکھا۔ کہ لڑکا پہلے ہی پہونچ چکا ہے۔ اور کعبے کا طواف کر رہا ہے۔ جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی۔ تو فرمایا۔ اے ضعیف الیقین! تو نے جو کچھ مجھے کہا۔ اس سے اچھا کر دکھلایا +

اسی موقعہ پر اس بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ ایک کفن چور خواجہ نظامی بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ اور اس فعل سے توبہ کی۔ خواجہ بایزید صاحب نے اس سے پوچھا۔ کہ تُو نے کتنے مُردوں کے کفن چُرائے۔ کہا۔ ایک ہزار مُردوں کے۔ پوچھا۔ ان میں سے کتنوں کو رو بقبلہ پایا۔ کہا۔ صرف دو کا۔ باقی سب کا رُخ قبلے سے پھرا ہوا تھا۔ حاضرین نے خواجہ بایزید رح سے پوچھا۔ کہ اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ ان دو شخصوں کو حقتعالےٰ پر بھروسہ تھا۔ اور دوسروں کو نہیں تھا +

بیان رزق

بعدازاں خواجہ صاحب ذکر اللہ بالخیر نے فرمایا۔ کہ مشائخ کا قول ہے۔ کہ رزق چار قسم کا ہوتا ہے۔ رزق مضمون۔ رزق مقسوم۔ رزق مملوک۔ اور رزق موعود۔ رزق مضمون وہ ہے جو کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں اور آمدنی سے ہو۔ اسے رزق مضمون کہتے ہیں۔ یعنے اس رزق کا اللہ تعالےٰ ضامن ہوتا ہے۔ قولہ تعالےٰ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُھَا کوئی حیوان روئے زمین پر ایسا نہیں جس کے رزق کا ضامن خدا نہ ہو۔ رزق مقسوم وہ ہے۔ جو ازل میں اس کے حصّے آچکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ رزق مملوک وہ ہے جو ذخیرہ کیا جائے۔ مثلاً روپیہ پیسہ کپڑا اور اسباب۔ رزق موعود وہ ہے جسکا وعدہ اللہ تعالےٰ نے نیک بندوں سے کیا ہے۔ قولہ تعالےٰ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے لئے آمدنی کا ذریعہ بناتا ہے اور اسے اسطرح رزق پہونچاتا ہے جسکا اسے وہم و گمان تک نہیں ہوتا +

بعدازاں فرمایا۔ کہ رزق مضمون میں توکل ہوتا ہے۔ دوسرے رزقوں میں نہیں ہوتا کیونکہ جو رزق مقسوم ہے۔ اس میں توکل کا کیا کام۔ اسی طرح باقی کے اقسام سمجھ لو۔ توکل صرف رزق مضمون میں ہے یعنی یہ جان لے۔ کہ جو میری آمدنی ہے۔ وہ ضرور مجھے مل ہی رہیگی +

ہفتہ کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ نماز کی فضیلت کے بارے میں گفتگو

ذکر فضیلت نماز

شروع ہوئی۔ میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ نماز با جماعت ہونی چاہیئے۔ میں نے عرض کی کہ میرے گھر کے نزدیک ہی مسجد ہے۔ لیکن جہاں پر میں رہتا ہوں۔ اگر اُسے چھوڑ کر آؤں۔ تو کاغذ کتاب کا کوئی رکھوالا نہیں۔ اس لئے گھر ہی میں با جماعت نماز ادا کی جاتی ہے +

بعد ازاں فرمایا کہ نماز با جماعت ادا کرنی چاہیئے۔ لیکن مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ پہلے انبیاء کے زمانے میں نماز کے لئے مسجد ہی مقرر ہُوا کرتی تھی۔ اور کہیں نماز جائز ہی نہ ہوتی لیکن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں یہ آسانی ہوگئی۔ کہ جہاں کہیں چاہو۔ ادا کرو۔ نیز پہلے پیغمبروں کے وقت میں زکوٰۃ مال کا چوتھا حصّہ ہُوا کرتی تھی۔ مگر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مال کا چالیسواں حصّہ ہوگئی +

ذکر سخی و بخیل

بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ جو چالیسواں حصّہ دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اسواسطے کہ اسے بخیل نہ کہیں اور بخیل کا نام اس سے دُور ہوجائے۔ لیکن اسے سخی بھی نہیں کہتے۔ سخی اسے کہتے ہیں۔ جو زکوٰۃ سے زیادہ دے۔ اِسی اثنا میں مَیں نے عرض کی۔ کہ یہ حدیث کس طرح ہے۔ "اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَ اِنْ کَانَ کَافِرًا" سخی حبیبِ خدا ہوتا ہے۔ خواہ کافر ہی ہو۔ فرمایا۔ کہتے تو اسی طرح ہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ اربعین میں یہ حدیث آئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ جو صحیحین میں ہوتی ہے۔ وہ صحیح ہوتی ہے +

ذکر فرق سخی و جواد

پھر سخی اور جواد کا فرق یوں فرمایا۔ کہ سخی وہ ہوتا ہے۔ جو زکوٰۃ سے زیادہ دے لیکن جواد وہ ہے جو بہت ہی بخشش کرے۔ مثلاً اگر دو سو درم ہوں۔ تو ان میں سے صرف پانچ رکھے۔ اور باقی ایک سو پچانوے راہِ خدا میں خرچ کرے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدّین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک زکوٰۃ شریعت۔ دوسری زکوٰۃ طریقت تیسری زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ دو سو درم میں سے پانچ راہِ خدا میں دے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو میں سے پانچ اپنے پاس رکھے۔ اور باقی راہِ خدا میں خرچ کرے حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے۔ کہ دو سو ہی راہِ خدا میں صرف کرے۔ اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے +

پھر زکوٰۃ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے علماء کو فرمایا کرتے۔ "یا علماء السوء ادّوا زکوٰۃ العلم" اے بدعالمو! اپنے علم کی زکوٰۃ دو۔ پوچھا گیا۔ کہ اس زکوٰۃ سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا یہ کہ دو سو مسئلے جو سیکھے ہیں۔ ان میں سے پانچ پر عمل کرو۔ اور دو سو حدیثوں میں سے پانچ کو اپنا معمول بناؤ +

پھر مولانا رضی الدین صغانی صاحب مشارق الانوار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو ہوئی کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ یہ کتاب میرے اور اللہ تعالےٰ کے مابین حجّت ہے۔ اگر کسی حدیث میں مشکل

پیش آجاتی - تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھکر صحیح کرلتے ۔

بعدازاں فرمایا کہ وہ بداؤں کے رہنے والے تھے - پھر کول میں آئے او نائب شرف ہوئے - شرف جس کے آپ نائب تھے - وہ بھی بالیاقت آدمی تھا - ایک روز شرف بات کرتا تھا - اور مولانا رضی الدین مسکرائے تھے - شرف نے دوات آپ کی طرف بھیجی - اور وہ منحرف ہوگیا - ڈرا - وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور فرمایا - ہمیں جاہلوں میں نہیں بیٹھنا چاہئے - پھر اور بھی آمدنی کا ذریعہ بڑھ گیا - کول کے مالک کے لڑکے کو پڑھایا کرتے تھے - اور سو اشرفیاں وہاں سے پاتیں - اسی پر قناعت کرتے - وہاں سے حج کے لئے گئے - اور بغداد پہونچکر پھر دہلی پہونچے - ان دنوں دہلی میں بڑے بڑے عالم موجود تھے - علوم میں ان سب کے مساوی تھے - اور علم حدیث میں ان سب سے ممتاز - کوئی شخص آپ کے مقابلہ کا نہ تھا ۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ آپ کا کام ایک ہی حدیث نے بنادیا - وہ اس طرح وقوع میں آیا کہ جب آپ کول سے حج کے لئے روانہ ہوئے - تو ایک پاپوش خرید کر پہنی - جب ایک منزل طے کی تو تھک گئے - تب جانا پاپیادہ تو جا نہیں سکتے - اسی اندیشے میں تھے - کہ والئے کول کا لڑکا گھوڑے پر سوار آپ کو واپس لانے کے لئے آیا - جب مولانا نے اسے گھوڑے پر سوار دیکھا - تو دل میں خیال کیا - کہ اگر یہ گھوڑا مل جائے - تو آسانی سے سفر طے ہوگا - اسی فکر میں تھے - کہ اس نے بہت منّت و سماجت کی - کہ آپ واپس چلیں - آخر جب آپ نے نہ مانا - تو عرض کی - کہ گھوڑا تو قبول فرمائیں - آپ نے وہ گھوڑا لے لیا - اور روانہ ہوئے - الغرض جب حج کرکے بغداد شریف پہونچے ایک محدث تھا - جسے ابن زہری کہتے تھے - اُس کے لئے لوگوں نے منبر بنایا ہوا تھا - جس پر چڑھکر وہ حدیثیں بیان کرتا - اور لوگ گرداگرد حسبِ لیاقت حلقہ باندھے سُنتے - ایک روز مولانا رضی الدین اس مجمع میں گئے - اور سب سے دُور کے حلقے میں بیٹھے - اسوقت ابن زہری یہ حدیث بیان کررہے تھے کہ مؤذن سے موافقت کرنی چاہئے - یعنی جس طرح مؤذن کہے - اسی وقت سُننے والے کو بھی ویسے ہی الفاظ کہنے چاہئیں - حدیث کا آغاز اسی لفظ سے کیا - اذا سکب المؤذن - سکوب یعنی گرانا - یعنی جب مؤذن کی آواز تمہارے کانوں میں پہونچے - تو تم بھی اُسی طرح کہو جس طرح وہ کہے - جب ابن زہری نے یہ حدیث بیان کی - تو مولانا رضی الدین نے جہاں پر بیٹھے تھے آہستہ سے دوسروں کو کہا - کہ اِذَا سَکَتَ المؤذن - یعنے جب مؤذن کلمہ کہکر چُپ ہوجائے - تو پھر اسی طرح کہو - جس نے یہ سُنا - اُس نے دُوسرے کو - دُوسرے نے تیسرے کو - ہوتے ہوتے ابن زہری نے سُنا - تو آواز دی - کہ کس نے ایسا کہا ہے - مولانا رضی الدین نے کہا - کہ میں نے کہا ہے - پھر ابن زہری نے کہا - کہ دونوں باتوں کے کچھ معنی ہیں - اب کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے - دونوں باتیں یاد تھیں جب اس مجلس سے اُٹھے - تو پھر کتابوں میں دیکھا - دونوں باتیں با دلائل لکھی تھیں - لیکن اذا سکت

زیادہ صحیح تھا جب یہ خبر خلیفہ نے سُنی۔ تو مولانا رضی الدین کو بُلا کر بڑی عزت کی۔ اور کچھ آپ سے پڑھا۔ القصّہ جب آپ وہاں سے دہلی آئے۔ بداؤں میں آپ کا اُستاد صاحب ولایت اور بزرگ آدمی تھا۔ اس کے پاس ایک حدیث کی کتاب مخلص نام تھی۔ جو مولانا رضی الدین نے مانگی تھی۔ لیکن نہ دی تھی۔ اب جب علم حاصل کر کے دہلی آئے۔ تو ایک بار کو کہا۔ کہ ایک مرتبہ اُستاد نے مجھے حدیث کی کتاب مخلص نہ دی تھی۔ اب اس کتاب والے کو بھی اگر آ جائیں تو میں انہیں پڑھا سکتا ہوں۔ یہ بات کسی نے آپ کے اُستاد تک پہنچا دی۔ اُس نے کہا کہ مولانا رضی الدین کا حج قبول نہیں ہُوا۔ اگر قبول ہو جاتا۔ تو ایسی بات نہ کہتے۔ خواجہ صاحب یہ بات بیان کر کے رو دیئے۔ اور اس بزرگ کے اعتقاد کی تعریف کی۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ فرمایا مل کر کھاؤ۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کچھ درویش شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں حاضر تھے۔ کھانا لایا گیا۔ تو شیخ صاحب ہر ایک سے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوئے تھیں سے ایک کو دیکھا۔ جو روٹی کو کھاتا۔ فرمایا سبحان اللہ! درویشوں میں صرف یہ درویش کھانا جانتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگوئے ہوئے) کو دوسرے کھانوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی مجھے تمام پیغمبروں پر۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر۔ واللہ اعلم۔

اتوار کے روز چودہویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ نماز باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں بہت غلو کر کے فرمایا۔ کہ اگر دو شخص ہوں۔ تو بھی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیئے۔ گو دو آدمیوں سے جماعت تو نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑے ہونا چاہیئے۔

نماز باجماعت

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی۔ مگر وہاں سوائے عبد اللہ بن عبّاس کے اور کوئی وہاں نہ تھا۔ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں مشغول ہوئے۔ تو عبد اللہ بن عبّاس پیچھے ہٹے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز توڑ کر اسکا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے ساتھ برابر کھڑا کیا۔ جب پھر نماز شروع کی۔ تو پھر عبد اللہ بن عبّاس پیچھے ہٹ آئے۔ بعد ازاں سرور کائنات حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ پیچھے کیوں ہٹتے ہو؟ عرض کی۔ مجھ میں کیا طاقت ہے؟ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوں۔ آنحضرتؐ کو آپ کا حسن ادب بہت پسند آیا۔ آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّيْنِ۔ پروردگار! دین میں اسے فقیہہ بنا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ صحابہ میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آپ ہی فقیہہ تھے۔

بعد ازاں ابن عبد اللہ بن مسعود کی نسبت فرمایا۔ کہ ان تینوں عبد اللہ کو عبادِ اللہ ثلٰثہ کہتے ہیں۔ وہ یہ

ہیں۔عبداللہ بن عباس۔عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر۔پھر عبداللہ بن مسعود کی بابت فرمایا
کہ آپ اوائل میں گڈریا تھے۔ایک روز جہاں پر آپ بکریاں چرا رہے تھے۔ وہاں رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوئے۔آپ سے کچھ دودھ طلب کیا۔آپ نے
عرض کی میں امین ہوں میں کس طرح دودھ دے سکتا ہوں۔پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ
نے فرمایا۔کہ یہ جناب حضرت رسالت مآب ہیں۔اور میں آنجناب کا یار ہوں۔اگر ایک بکری کا تھوڑا
سا دودھ درویش کو دے دیگا۔تو کوئی بڑی بات نہیں۔عرض کی میں امانتدار ہوں۔مجھے دودھ دینے
کی اجازت نہیں۔میں کیا کروں۔ بعد ازاں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کوئی گابھن بکری لاؤ۔جب لائی گئی۔تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر دست مبارک
پھیرا۔جس سے اس میں دودھ آگیا۔اور دودھ لیا۔پھر جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے
عبداللہ بن مسعود کو فرمایا۔کہ آؤ ہماری صحبت میں رہو۔خواجہ صاحب نے فرمایا۔کہ یہ عبداللہ
بن مسعود کوتاہ قد تھے۔جن کے حق میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کنیفہ علم یعنے خریطہ علم
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پست قد تھے۔

بعد ازاں فرمایا۔کہ درویش لوگ جو چھوٹی تھیلی لیتے ہیں۔اور جسے کنف کہتے ہیں۔غلط ہے
وہ کنیف ہے۔بعد ازاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مسعود کو کنیفۃ العلم پکارا کرتے۔پھر ایک
اور حکایت بیان فرمائی۔کہ ایک شخص رئیس نامی شیخ قطب الدین بختیار قدس سرہ العزیز کا مرید ہوا۔
اس نے ایک رات خواب میں ایک گنبد دیکھا۔جس کے ارد گرد بڑا ہجوم ہے۔ایک شخص پست قد
اندر باہر آتا جاتا ہے۔یہ رئیس بیان کرتا ہے۔کہ میں نے پوچھا۔کہ گنبد میں کون ہے؟ اور اندر باہر
جو آمد و رفت کرتا ہے۔ وہ کون ہے؟ معلوم ہوا۔کہ گنبد میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ
وسلم ہیں۔اور وہ پست قد عبداللہ بن مسعود ہیں۔جو لوگوں کی پیغام رسانی کرتے ہیں۔میں نے عبداللہ
بن مسعود کے پاس جاکر کہا۔کہ اندر جاکر میری طرف سے عرض کرنا۔کہ میں زیارت کا مشتاق ہوں۔
اندر جاکر یہ جواب لائے۔کہ ابھی تجھ میں اس بات کی قابلیت نہیں۔بختیار کاکی کو سلام کے
بعد کہنا۔کہ جو تحفہ درود ہر رات بھیجا کرتے تھے۔ وہ آج تین رات سے نہیں پہونچتا۔خیر تو ہے
جب میں جاگا۔تو شیخ الاسلام قطب الدین نور اللہ مضطجعہ کی خدمت میں آیا۔اور عرض کی۔کہ رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے۔شیخ الاسلام سنکر اٹھ کھڑے ہوئے۔اور پوچھا کہ حضرت
رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا۔کچھ اور بھی فرمایا ہے۔عرض کی۔کہ یہ فرمایا ہے۔کہ جو تحفہ ہر رات بھیجا کرتے تھے
آج تین رات سے نہیں پہونچا۔کیا سبب ہے خیر تو ہے۔شیخ قطب الدین قدس سرہ العزیز نے اسی
وقت اپنی منکوحہ کو بلاکر مہر اس کے حوالہ کیا۔اور اسے چھوڑ دیا۔کیونکہ وہ تین رات آپ نے نکاح وغیرہ

میں صرف کی تھیں جس کے سبب وہ تحفہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ بھیج سکے ٭

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ شیخ قطب الدین طاب اللہ ثراہ ہر رات تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھکر سویا کرتے۔ شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی بابت فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین زکریا شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ملتان میں تھے۔ کافروں کا لشکر ملتان کے قریب آ پہونچا۔ ان دنوں ملتان کا حاکم قباچہ تھا شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رات تیر قباچہ کو دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اس تیر کو دشمنوں کی طرف پھینکدو قباچہ نے ویسا ہی کیا۔ جب دن چڑھا۔ تو ایک بھی کافر نہ رہا سب راتوں رات بھاگ گئے ٭

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تفسیر کشاف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ الحمد للہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ حسن بصری الحمد للہ کی دال کی زیر سے پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ دال کی زیر للہ کے ملنے کے سبب ہے۔ کیونکہ اس لام کی حرکت مبنی ہے۔ لیکن ابراہیمی قرأت کے مطابق دال کی زبر ہے۔ اور لام کی بھی زبر ہی ہے یہ معلوم نہیں۔ کہ یہ ابراہیم نخعی ہے۔ یا اور کوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ الغرض صاحب کشاف کی رائے ہے۔ کہ حسن بصری کی قرأت سے ابراہیمی قرأت اچھی ہے۔ اس واسطے کہ حسن بصری دال کی زیر للہ کے لام کی وجہ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی لام کی زیر مبنی ہے۔ اور نیز الحمد کا دال بھی مکسور ہے۔ لیکن ابراہیم الحمد کا دال مرفوع ہونے کے سبب لام کی زبر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ الحمد کے دال کی حرکت عامل کے سبب سے ہے۔ اور جس اعراب کو عامل بدل دے۔ وہ مبنی اعراب کی نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اتنی تقریر کے بعد فرمایا۔ کہ میں نے یہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ الحمد کی دال ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر ہو۔ اور وہ اسے کہے۔ کہ یوں ہو۔ اور اس طرح ہو۔ اور للہ کا لام ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر نہیں۔ وہ جس طرح ہے۔ اسی طرح رہتا ہے ٭

یہاں سے صاحب تفسیر کشاف کے عقیدے وغیرہ کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ افسوس! باوجود اسقدر علوم اور روایات کے عقیدہ اس کا باطل تھا۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ ایک کفر ہوتا ہے۔ ایک بدعت اور ایک نافرمانی یا گناہ۔ بدعت نافرمانی سے بڑھکر ہوتی ہے۔ اور کفر بدعت سے بڑھکر۔ بدعت کفر کے نزدیک تر ہے ٭

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے مولانا صدر الدین کوفی سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ مولانا نجم الدین سنامی کے ہاں تھا۔ مجھ سے پوچھا۔ آج کل کس شغل میں ہو۔ میں نے کہا۔ تفسیر کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ پوچھا کونسی تفسیر۔ کہا۔ کشاف۔ ایجاز

اور عمدہ۔ مولانا نجم الدین نے فرمایا۔ کشاف اور ایجاز کو جلا دے۔ عمدہ ہی کو پڑھا کرو۔ مولانا صدر الدین فرماتے ہیں مجھے یہ امر ناگوار گذرا۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے یہ بات بھی ناگوار گذری۔ جب رات ہوئی۔ تو تینوں کتاب چراغ کے سامنے رکھکر پڑھ رہا تھا۔ ایجاز اور کشاف نیچے تھیں۔ اور عمدہ اوپر۔ اسی اثنا میں میں سو گیا۔ اچانک شعلہ پیدا ہوا۔ میری آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کشاف اور ایجاز تو جل گئی ہیں۔ اور عمدہ سلامت ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ صدر الدین چاہتے تھے۔ کہ نحو مفصل پڑھیں۔ اس بارے میں اپنے والد بزرگوار سے عرض کی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آج کی رات صبر کرو۔ جب رات ہوئی۔ تو شیخ صدر الدین واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑے لئے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہے۔ کہا۔ یہ زمخشری صاحب مفصل ہے۔ اسے دوزخ میں لئے جا رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

منگل کے روز ساتویں ماہ شعبان سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک مرتبہ میں سفر کرتے کرتے اُس سرزمین میں جا نکلا۔ جہاں مہتر ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہ قبر بہت عظیم الشان اور بلند تھی۔ وہاں کے لوگ ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اور نہ ہم ان کی زبان سے آشنا تھے۔ القصہ چند روز بھوکے رہ کر جب وہاں پہونچے تو اُنہوں نے جوار کی قسم کی کوئی چیز ہمارے لئے پکائی۔ اور اس پر دودھ ڈالا۔ ہم بھوکے تو تھے ہی۔ بڑے شوق سے کھائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایسے آدمی ایسے مقام پر ایسی قوم سے تنگ آتے ہیں اس حکایت کا بیان کرنے والا کچھ حلوائے گذر لایا تھا۔ اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ میں اور مولانا برہان الدین کابلی جو اِن دنوں دہلی کے نائب قاضی تھے۔ ابتدا میں ایک ہی جگہ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے ایک دفعہ مولانا برہان الدین کو دو اشرفیاں ملیں۔ کہا ایک اشرفی سے میں قرآن شریف خریدتا ہوں۔ اس نیت سے کہ میں صاحب نصاب ہو جاؤں۔ یعنی دولت مند بنجاؤں۔ اُنہوں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اشرفی کا قرآن شریف خرید لیا۔ شاید اسی دن جمال الدین نیشاپوری سپہسالار کے ہاں جو اس وقت دہلی کے کوتوال تھے گئے۔ کھانا لایا گیا۔ اس میں حلوائے گذر بھی تھا۔ کوتوال نے وہ حلوا مولانا برہان الدین کے سامنے رکھدیا۔ اور پوچھا کہ یہ حلوا کیسا ہے۔ مولانا برہان الدین نے فرمایا۔ کہ طالب علم خشک روٹی کو اسی طرح کھاتے ہیں۔ جیسے حلوائے گذر کو۔ آپ یہ فرمائیں۔ کہ حلوائے گذر کس طرح کھایا جاتا ہے۔ کوتوال کو یہ بات بہت ہی اچھی معلوم ہوئی ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ بیس یا تیس اشرفیاں لاکر برہان الدین صاحب کو دیدو۔ غرض مولانا کے

پاس اس کے بعد بہت سا مال ہو گیا۔ اور دہلی کے نائب قاضی بھی بنے ۔

جمعہ کے روز ماہ رمضان کی آخری تاریخ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ عدل اور ظلم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ اللہ تعالے کا معاملہ خلقت کے ساتھ دو طرح کا ہے۔ اور خلقت کا معاملہ آپس میں تین طرح کا۔ اللہ تعالے کا معاملہ خلق سے یا عدل ہے یا فضل لیکن خلقت کا آپس میں یا عدل ہے یا فضل۔ یا ظلم۔ اگر لوگ آپس میں عدل یا فضل کریں۔ تو اللہ تعالے اُن پر اپنا فضل کرتا ہے۔ لیکن اگر آپس میں ظلم کریں۔ تو اللہ تعالے ان سے عدل سے پیش آتا ہے جس سے اللہ تعالے عدل سے پیش آتا ہے۔ وہ عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔ خواہ پیغمبر وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات پر بندے نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالے قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسےٰ علیہ السلام کو دوزخ میں بھیجے۔ تو عدل ہی کرے گا۔ فرمایا بیشک تمام جہان اس کی ملکیت ہے۔ جو اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ وہ ظلم نہیں کرتا۔ ظلم تو اُسے کہتے ہیں۔ جو غیر کی ملکیت میں تصرف کیا جائے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اشعریہ مذہب میں اسی طرح ہے۔ کہ یہ بات جائز ہے۔ کہ حق تعالے مومن کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رکھے۔ یا کافر کو ہمیشہ کے لئے بہشت میں رکھے۔ کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مذہب میں ایسا نہیں۔ اسواسطے کہ حقتعالے قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ کہ نادان دانا کے برابر نہیں۔ اور اندھا بینا کے برابر نہیں۔ اسی طرح اور مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اب اس کی حکمت سے یہ واجب ہے۔ کہ مومن بہشت میں جائے اور کافر دوزخ میں۔ اس واسطے کہ وہ حاکم ہے۔ حکمت کے موافق کام کرتا ہے۔ جیسے کسی شخص کے پاس مال ہو۔ تو جس طرح وہ چاہے۔ خرچ کرے۔ اگر وہ اپنے مال کو کنوئیں میں بھی پھینک دے تو بھی حکمت سے خالی نہ ہوگا ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر کوئی مومن بغیر توبہ کئے مر جائے۔ تو تین باتوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالے ایمان کی برکت سے اُسے بخشدے۔ یا اپنے فضل سے اُسے بخشدے یا کسی کی شفاعت سے اُسے بخشدے۔ اگر دوزخ میں بھی ڈالے گا۔ تو اُس کے گناہوں کے مطابق اُسے عذاب کر کے آخر کار بہشت میں بھیجدے گا۔ لیکن ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رکھیگا کیونکہ وہ دُنیا سے با ایمان گیا ہے ۔

ہفتہ کے روز گیارھویں ماہ شوال سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روز میں اپنا غلام بشیر نام ہمراہ لے گیا۔ اور عرض کی۔ کہ یہ غلام نماز ادا کرتا ہے۔ اور مدت سے مجھے کہہ رہا ہے۔

کہ مجھے خواجہ صاحب کی خدمت میں لیچلو۔ تاکہ بیعت کی دولت نصیب ہو چونکہ خواجہ صاحب کی مہربانی اور شفقت عام تھی۔ یہ بات قبول فرمائی۔ بعدازاں پوچھا۔ کہ کیا تو اسے مرید ہونے کی اجازت دیتا ہے میں نے عرض کی۔ کہ جناب میں اجازت دیتا ہوں۔ بعدازاں اسے دست بیعت فرمایا۔ اور کلاہ عطاء فرمائی۔ اور اسے حکم کیا۔ کہ جاکر دوگانہ ادا کر آؤ۔ جب یہ غلام چلا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس سے پہلے ایک درویش نہایت مکلف خرقہ پہنے شیخ علی سنجری علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں آیا۔ مگر وہ درویش ہر جگہ دق کرتا تھا۔ شیخ علی رح نے اسے فرمایا۔ کہ چونکہ تو اس خانقاہ میں رہتا ہے۔ بھیک نہ مانگا کر۔ میں تجھے کچھ دوں گا۔ جس سے تو فارغ البالی سے زندگی بسر کرے گا۔ یہ کہکر اسے پانسو چیتل عنایت فرمائے۔ اس درویش نے ان پانسو چیتل سے سودا کیا۔ تھوڑے عرصے میں تیس اشرفیاں بن گئیں۔ پھر تیس اشرفیوں کا مال خریدا۔ تو سو ہو گئیں۔ ان سو سے ایک غلام خریدا۔ شیخ علی رح نے فرمایا۔ کہ ان غلاموں کو غزنی میں لے جاؤ۔ تاکہ تجھے زیادہ فائدہ ہو۔ درویش نے ایسا ہی کیا۔ اس کے پاس نہایت معتبر ایک غلام تھا۔ اسے کہا کہ تو میرا مرید ہو جا۔ غلام اس کا مرید بن گیا۔ درویش نے اس کا سر مونڈا۔ اور کلاہ اس کے سر پر رکھکر کہا۔ کہ یہ کلاہ سیدی احمد کی ہے شاید اس درویش کا تعلق اس خاندان سے ہوگا۔ الغرض جب غزنی پہونچا۔ اور غلاموں کو فروخت کر دیا باقی وہ غلام رہ گیا۔ اس کے بھی خریدار تھے۔ درویش نے کہا۔ میں اسے کس طرح بیچوں۔ یہ تو میرا مرید ہے۔ الغرض اس کے خریدنے میں لوگوں نے بہت غلو کیا۔ قیمت چوگنی ہو گئی۔ درویش کی نیت بدل گئی۔ اور اس کے بیچنے پر راضی ہو گیا۔ جب سوداگروں نے غلام کو خریدنا چاہا۔ تو اس نے آبدیدہ ہوکر درویش کو کہا۔ کہ خواجہ! جس دن میں تیرا مرید ہوا تھا۔ اور تو نے میرے سر پر کلاہ رکھی تھی۔ تو یہ کہا تھا۔ کہ یہ کلاہ سیدی احمد کی ہے۔ اب تو مجھے فروخت کرتا ہے۔ سو قیامت کے دن میرے اور سیدی احمد کے مابین جھگڑا ہوگا۔ جب غلام نے یہ کہا۔ تو خواجہ نرم دل ہو گیا۔ حاضرین کو کہا۔ آپ گواہ رہیں۔ میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ جب خواجہ صاحب یہاں تک بات ختم کر چکے۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ خواجہ صاحب نے نہایت خوش ہو کر فرمایا۔ کہ بہت اچھا کیا۔ ایسا ہی واجب تھا۔ جیسا تو نے کیا ہے۔ بعدازاں نہایت شفقت اور رحمت سے اپنے سر مبارک سے کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ الحمد للہ رب العالمین *

جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خرچ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جب کسی کے پاس دنیا کا زر و مال آئے۔ تو اسے خرچ کرنا چاہیے۔ اور جب اس سے منہ پھیر لے۔ تو بھی راہ خدا میں صرف کرے۔ کیونکہ اس نے چلے تو جانا ہی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اسے اپنے ہاتھ سے صرف کرے *

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ نے انہیں معنوں کو اس عبارت میں بیان کیا ہے۔ کہ جب آئے۔ تو وہ کیونکہ کم نہیں ہوجائیگا۔ اور جب جانے لگے۔ تو محفوظ نہ رکھ۔ کیونکہ ہاتھ نہیں آئیگا *

منگل کے روز پندرہویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ مردانِ خدا جو کھانا کھاتے ہیں۔ انکی نیت حق کی ہوتی ہے *

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز عوارف میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک درویش کھانا کھاتے وقت جو لقمہ اُٹھاتا۔ یہ کہتا۔ اَکَلْتُ بِاللّٰہِ۔ میں نے اللہ تعالےٰ کے نام یہ لقمہ اُٹھایا ہے *

سوموار کے روز اکیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پوچھا شہر سے آئے یا چھاؤنی سے۔ میں نے عرض کی چھاؤنی سے۔ اب تو رہتا بھی وہیں ہوں۔ پوچھا کبھی شہر بھی جاتے ہو۔ عرض کی بہت کم۔ دس بارہ دن کے بعد جاتا ہوں۔ زیادہ تر چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ اور جمعہ کی نماز بھی کیلوکھری مسجد میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا بہت ہے۔ کیونکہ چھاؤنی کی آب وہوا شہر کی نسبت اچھی ہوتی ہے۔ شہر کی آب وہوا گندی اور بدبودار ہوتی ہے۔ اس بارے میں زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ جس طرح بعض وقتوں کو بعض وقتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ جیسا کہ عید کے دن کو باقی دنوں پر۔ اسیطرح مکان مکان میں فرق ہوتا ہے۔ بعض میں راحت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض میں کم۔ لیکن درویش کو چاہیئے۔ کہ ان باتوں کا خیال نہ کرے۔ نہ خوشی سے خوش ہو۔ نہ غمی سے غمناک۔ یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے۔ جو دُنیا و مافیہا کو ترک کردے۔ بات کرتے وقت درویش کا دل حق کی طرف مائل ہونا چاہیئے۔ اور زبان دل سے مدد طلب کرے۔ اور دلِ حق سے مدد طلب کرے *

بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ میں نے یہ کلمات شروع شروع میں مولانا عماد الدین سنامی سے سُنے۔ ایک دفعہ میں سُلطان کے حوض کی طرف گیا۔ وہ بھی وہاں موجود تھے۔ ایک ہی جگہ بیٹھے اور اس بارے میں گفتگو کی۔ مجھے خوش وقتی حاصل تھی۔ اس کے تین یا چار سال بعد پھر ایک ہی مقام میں اکٹھے ہوئے۔ لیکن پھر دیکھا۔ تو اس میں اس بات کا مس تک نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ فرمائی۔ کہ وہ خلقت میں مشغول ہوگیا تھا *

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ العزیز دہلی آئے۔ اور تھوڑی مُدت وہاں قیام کرکے جب روانہ ہوئے۔ تو فرمایا۔ کہ جب میں اس شہر میں آیا۔ تو خالص سونے کی طرح تھا۔ اب یہاں سے چاندی ہوکر چلا ہوں *

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں اپنے کام میں حیران ہوں

اس واسطے کہ جو طاعت اور عبادت چاہئے۔ وہ میں نے کی نہیں۔ اور نہ درویشوں کے سے اوراد اور شغل مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جب کبھی سماع سُنتا ہوں۔ تو تھوڑی دیر راحت حاصل ہوتی ہے۔ یا جس وقت جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس وقت دنیا و ما فیہا سے دِل خالی ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کیا اسوقت دِل تعلّقات دنیوی سے خالی ہوتا ہے۔ عرض کی جناب اس وقت تو ہوتا ہے۔ فرمایا۔ سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہاجم دوسرے غیر ہاجم۔ ہاجم اسے کہتے ہیں۔ کہ جب سماع کے وقت کوئی آواز یا شعر سُنا جائے۔ اس سے بدن کو جنبش ہو۔ اسے ہاجم کہتے ہیں۔ اسکی تشریح نہیں ہو سکتی۔ غیر ہاجم وہ ہے۔ کہ جب سماع کا اثر ہو جائے۔ تو اسے برداشت کرے خواہ حضرت حق پر۔ یا اپنے پیر پر۔ یا کسی اور چیز پر۔ جس کا خیال دل میں گذرے۔ واللہ اعلم بالصواب ؞

فوائد الفوائد

جلد چہارم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ اوراق نور وسطور اور یہ الواح سرور حروف خواجہ بندہ نواز سُلطان دار الملک راز۔ ملک المشائخ علے الاطلاق قطب الاقطاب عالم بالاتفاق۔ نظام الحقّ والھدٰی والدّین (اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھّے۔ اور مسلمانوں کو مستفیض کرے) کہ اشارات شاملہ اور کلمات کاملہ سے محرم سنہ ۷۱۴ھ سے لیکر جمع کئے ہیں ؎

لفظ متین خواجہ راحبل المتین گرفتہ ام | کس نرسد بجاہِ غم جز بسعی ایں رسن
گفتۂ شیخ کردہ شد جمع امید آنکہ حق | درگذراند از کرم گفتہ وگرد کردۂ حسن

بُدھ کے روز چوبیسویں محرم سنہ ۷۱۴ ہجری کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس روز بندہ فوائد الفوائد کی پہلی جلد حسب الحکم لایا۔ جب مطالعہ فرمایا۔ تو بہت سراہا۔ فرمایا۔ بہت اچھا لکھا ہے۔ درویشانہ لکھا ہے ؞

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر میں ایمان لائے تھے جس کے بعد تین سال سے زیادہ حضرت رسالت پناہ صلّے اللہ علیہ وسلّم حالت حیات میں نہ رہے۔ ان سالوں میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسقدر حدیثیں جمع کیں۔ کہ سارے یاروں کی جمع کردہ

حدیثوں سے کہیں زیادہ ہیں ۞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابوہریرہ رضؓ سے پوچھا۔ کہ آپ کو کس طرح اتنی حدیثیں تھوڑی مدت میں یاد رہیں۔ اور یاروں کو جو مدت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہتے تھے۔ یاد نہ رہیں۔ فرمایا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو ایک خاص کام پر لگایا ہوا تھا میرا فرض یہ تھا۔ کہ جو حدیث سنوں اسے یاد رکھوں ۞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک روز ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! میں جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے سنتا ہوں۔ یاد کر لیتا ہوں۔ لیکن بعض حدیثیں یاد نہیں رہتیں۔ فرمایا۔ اگر تو ساری حدیثیں یاد رکھنی چاہتا ہے۔ تو جب میں بات کر رہا ہوں۔ تو دامن پھیلا دیا کر۔ اور جب میں ختم کر چکوں۔ تو آہستہ سے وہ دامن لپیٹ کر اپنے سینے پر رکھ۔ اس طرح پر جو کچھ مجھ سے سنیگا۔ تجھے یاد رہیگا ۞

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر میں صرف تین یا چار حدیثوں کی روایت کی ہے۔ اور عبداللہ بن عباس نے دس سے کم کی۔ عبداللہ بن مسعود نے باوجود ایسا فقیہہ ہونے کے اپنی ساری عمر میں صرف ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ اور وہ بھی جس دن کی مارے ہیبت کے رنگ زرد پڑ گیا۔ اور رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور دونوں کندھے مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگے۔ بعد ازاں کہا۔ وسمعت رسول اللہ .... الخ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا۔ ہذا اللفظ او معناہ' خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ بعض ذاکر جو حدیث کے بعد کہتے ہیں۔ ہذا اللفظ او معناہ یہ وہیں سے شروع ہوا ہے ۞

یہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا صحابہ کرام چار ہیں۔ اور عبادلہ ثلاثہ۔ پھر علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یاروں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر بدیں الفاظ فرمایا۔ کہ افضلکم علےٰ اقضٰی تم میں سے افضل اور سب سے بڑھکر قاضی علی رضؓ ہے۔ سب سے بڑھکر بڑا قاضی وہی ہو سکتا ہے جسے سب سے زیادہ علم ہو ۞

موافقت صحابہ کرام

بعد ازاں صحابہ کرام کی موافقت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مجمع میں ایک صحابی حاضر تھا۔ اور ایک شخص اس کے پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ ہر مرتبہ یہ کہتا تھا۔ کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ ایک روز میں فلاں مقام پر تھا۔ اور میرے ساتھ ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ تھے۔ پھر فلاں مقام میں گیا۔ تو میں ابوبکر اور عمر تھے۔ اسی طرح چند مرتبہ اس نے یاد کیا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں فلاں مقام پر تھا۔ اور ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ میرے

ہمراہ تھے - اس صحابی نے مڑ کر دیکھا - کہ کون یہ حکائیت بیان کر رہا ہے - جب غور کی - تو معلوم ہوا - کہ امیر المؤمنین علی رضؓ تھے ؂

بعد ازاں یہ حکائیت بیان فرمائی - کہ ایک مرتبہ عمر رضؓ نے فرمایا - کاش میں ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سینے پر کا ایک بال ہی ہوتا ؂

اتوار کے روز آٹھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - ایک درویش کے بارے میں یہ فرمایا - کہ وہ خدا کا پیارا ہے - بعد ازاں فرمایا - کہ جو شخص دُنیا کی آلودگی سے پاک ہو - وہی خدا کا پیارا ہے - اگر کوئی خدا کا پیارا دُنیا سے ملوث ہو - تو وہ خدا کا پیارا نہیں رہتا - بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎ تا پاک نگردی بتو آلش ندہند   تا خاک نگردی بتو آلش ندہند

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی - کہ آج چاند کی اٹھائیسویں ہے - نہ کہ انتیسویں یہاں سے یہ حکایت بیان فرمائی - کہ ایک مرتبہ سہاور میں ستائیسویں یا اٹھائیسویں رمضان کو چاند دیکھا گیا - اور یہ اسطرح ہوا - کہ اس سال تین مہینے پے درپے انتیس (۲۹) دن کے تھے - بادل اور غبار کی وجہ سے چاند دکھلائی نہ دیا - اہل شہر نے ہر مہینہ تیس دن کا شمار کیا - جب تین مہینے گذر گئے - تو ستائیسویں یا اٹھائیسویں ہی کو چاند دکھائی دیا - پھر معلوم ہوا - کہ ہم غلطی پر تھے - بعد ازاں فرمایا - کہ اس کی خرابی سہاور پر پڑی - اور دوسری شامت یہ آئی - کہ انہیں دنوں سہاور کے بعض سوداگر گجرات کی طرف گئے - ان دنوں گجرات ہندوں کے قبضے میں تھی - الغرض جب ہندوؤں نے ان سوداگروں کا اسباب خریدنا چاہا - تو انہوں نے دُگنی قیمتیں بتائیں - لیکن فروخت کرتے وقت بتائی قیمت کا نصف لیا - وہاں کے ہندوؤں کی یہ عادت تھی - کہ جو اسباب فروخت کیا کرتے تھے - اس کی قیمت ٹھیک ٹھیک بیان کرتے تھے - اور اسی ایک ہی بھاؤ فروخت کیا کرتے - الغرض جب انہوں نے سوداگروں کا یہ معاملہ دیکھا - تو ایک نے پوچھا - کہ تم کس شہر کے ہو - کہا - سہاور کے - اس ہندو نے پوچھا - کیا تمہارے شہر میں اسی طرح سوداگر کرتے ہیں - کہا - اسی طرح - بعد ازاں اس ہندو نے پوچھا - کیا وہ شہر آباد ہے کہا - ہاں - ہندو نے کہا - جس شہر میں ایسا معاملہ ہو - وہ تو آباد نہیں رہ سکتا - القصہ جب سوداگر گجرات سے لوٹے - تو اثنائے راہ میں انہوں نے سُنا - کہ کافروں نے سہاور کو برباد کر ڈالا ہے ؂

[illegible]

منگل کے روز بارھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - جو کرامت کا دعوےٰ کرتے ہیں - اور اپنے تئیں کشف میں مشہور کرتے ہیں - فرمایا - اس بات کی کچھ وقعت نہیں - پھر فرمایا - کہ " فرض اللہ تعالیٰ علے اولیائہٖ کتمان

الکرامات کما فرض علی الانبیاء اظہار المعجزۃ" اللہ تعالےٰ اپنے اولیاء پر کرامت کا پوشیدہ رکھنا ایسا ہی فرض کیا ہے۔ جیسا نبیوں پر معجزوں کا ظاہر کرنا پس اگر کوئی ولی اپنی کرامت ظاہر کرے۔ تو گویا اس نے فرض کی ترک کی ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ سلوک کے سو مراتب مقرر کئے ہیں جن میں سے سترواں مرتبہ کشف وکرامت کا ہے۔ اگر سالک اسی مرتبے میں رہ جائے۔ تو باقی کے تراسی کس طرح حاصل کرے گا ٭

پھر خدمت کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "ساقی القوم اخرھم شربا" یعنی جو لوگ قوم کو پانی دیتے ہیں۔ انہیں خود سب سے پیچھے پینا چاہئیے۔ پھر فرمایا۔ کہ کھانا کھانے میں بھی ایسا ہی کرنا واجب ہے۔ دوسروں سے پہلے کبھی نہیں کھانا چاہئیے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ میزبان کو واجب ہے۔ کہ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے۔ کیونکہ پہلے اپنے ہاتھ صاف ہوں۔ پھر دوسروں کے دھلائے۔ اور پانی پیتے وقت پہلے اوروں کو پلائے اور بعد میں آپ پئے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس بارہ میں بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ جو ہاتھ دھلائے کھڑا ہو کر دھلائے

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک شخص شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لئے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا۔ جب بیٹھا۔ تو شیخ صاحب خود اٹھ کھڑے ہوئے۔ پوچھا۔ کیوں۔ فرمایا۔ اسے واجب تھا۔ کہ کھڑا ہو کر ہاتھ دھلاتا۔ چونکہ وہ بیٹھ گیا ہے۔ اب مجھے واجب ہے کہ کھڑا ہو جاؤں ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ امام شافعی رح امام مالک رح کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ امام مالک رح نے امام شافعی رح کے ہاتھ دھلائے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی دوست کے بطور مہمان وارد ہوئے۔ اس دوست نے جو کھانا تیار کرنا تھا۔ اس کی چیزوں کی فہرست کاغذ پر بنائی۔ اور لونڈی کو کہا۔ کہ جو کھانا میں نے اس کاغذ پر لکھدیا ہے۔ وہ ضرور تیار کرنا۔ یہ کہکر خود کسی کام کے لئے باہر چلا آیا۔ امام شافعی رح نے لونڈی سے کاغذ لیکر اپنے حسب منشاء اس میں اور کھانے درج کر دیئے۔ جب لونڈی نے کاغذ دیکھا۔ تو جو کھانے امام شافعی رح نے اور لکھ دیئے تھے۔ وہ بھی پکائے۔ جب گھر کا مالک آیا۔ اور کھانا چنا گیا۔ تو کھانا بہت دیکھ کر جا کر لونڈی سے وجہ پوچھی۔ اس نے کاغذ دکھلا دیا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ امام شافعی رح نے خود اپنے حسب منشاء اور کھانے اس میں درج کر دیئے ہیں۔ تو بہت ہی خوش ہوا۔ اور اس لونڈی کو مع چھوٹے چھوٹے غلاموں کے آزاد کر دیا ٭

پھر ضیافت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - فرمایا - کہ بغداد میں ایک درویش تھا جس کے دسترخوان پر ہر روز ایک ہزار دو سو پیالے کھانے کے خرچ ہوتے - اور جس کے اٹھارہ باورچیخانے تھے ٭ الغرض ایک روز خدمتگاروں کو پوچھا - کہ کیا کھانا تقسیم کرتے وقت کسی کو بھول تو نہیں جاتے کہا نہیں ہم سب کو کھانا دیتے ہیں - پھر شیخ نے پوچھا - کہ سوچو - کہا ہم کسی کو نہیں بھولتے سب کو کھانے کے وقت بلا لیتے ہیں - اور جسے دینا ہوتا ہے - دیتے ہیں - پھر شیخ نے کہا - کہ اس کام میں فروگذاشت نہیں کرنی چاہئے - خدمتگاروں نے کہا - شیخ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوگئی - فرمایا آج تین دن سے مجھے کھانا نہیں ملا - چونکہ باورچیخانے زیادہ تھے - وہ اس خیال میں رہتے - کہ شاید دوسرے باورچیخانے سے شیخ صاحب کو کھانا پہونچ گیا ہوگا - ہر ایک یہی جانتا تھا - کہ کسی اور باورچیخانے سے کھانا مل گیا ہوگا - جب تین دن اسی طرح گذر گئے - تو شیخ نے یہ بات ظاہر کی ٭

پھر سلطان کے حوض کے پانی کی بابت گفتگو شروع ہوئی - فرمایا کہتے ہیں کہ سلطان شمس الدین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھکر پوچھا - کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا - کہا مجھے اس حوض کے عوض بخشدیا ٭

بدھ کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی - اس سے ایک دن پہلے یعنی منگل کو نصیر الدین محمود سے جو مرید خوش اعتقاد تھا - مشورہ کیا - کہ کل آخری بدھ ہے جسے لوگ منحوس خیال کرتے ہیں - آؤ - ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں - کہ وہاں تمام نحوستیں سعادت سے بدل جائینگی - القصہ بدھ کو میں اور وہ حاضر خدمت ہوئے - اور منگل کا واقعہ بیان کیا - مسکرا کر فرمایا - ہاں لوگ اس دن کو منحوس خیال کرتے ہیں - لیکن نہیں جانتے - کہ یہ دن بہت ہی باسعادت ہے - اسقدر مسعود ہے - کہ اگر کوئی بچہ اس روز پیدا ہو - تو وہ بہت ہی بزرگ ہوتا ہے ٭

تغیر مزاج

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی - کہ بعض کا مزاج جلدی بگڑ جاتا ہے - فرمایا جس کی طبع لطیف ہو - وہ جلدی برہم ہو جاتا ہے - ان معنوں کے مناسب مولانا فخر الدین رازی کی یہ رباعی پڑھی - رباعی

آنم کہ بہ نیم ذرہ ناخوش گردم ۔۔۔ وز نیمۂ نیم ذرہ دلکش گردم

از آب لطف ترمزاجے دارم ۔۔۔ در یاب مرا وگرنہ آتش گردم

قلوب الملوک

پھر بادشاہوں کے مزاج کے تغیر کی بابت فرمایا - کہ کلمات قدسی میں سے ایک یہ ہے کہ "قلوب الملوک بیدی" رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - کہ حقتعالےٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں - یعنی جب خلقت اللہ تعالےٰ سے راہ راست پر

ہوتی ہے۔ تو میں اُن کے دلوں کو نرم کر دیتا ہوں۔ اور جب راستی پر نہ ہو۔ تو اُن کے دلوں کو سخت کر دیتا ہوں +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ نظر دیاں پر رکھنی چاہیئے۔ اور ہر چیز وہیں سے خیال کرنی چاہیئے۔ ان معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں قباچہ مُلتان کا حاکم تھا۔ اور سلطان شمس الدین دہلی کا بادشاہ ان میں باہم دشمنی ہو گئی۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور مُلتان کے قاضی نے سُلطان شمس الدین کی طرف خط لکھے۔ وہ خط قباچہ کے ہاتھ لگے۔ جنہیں دیکھکر وہ بہت برافروختہ ہوا قاضی کو مروا ڈالا۔ اور شیخ صاحب کو گھر بلایا۔ شیخ صاحب حسب معمول بے دھڑک اندر چلے گئے۔ اور قباچہ کی دائیں طرف بیٹھ گئے۔ قباچہ نے آپ کا خط آپ کے ہاتھ میں دیا۔ شیخ صاحب نے مطالعہ کر کے فرمایا۔ ہاں میں نے ہی لکھا ہے۔ اور سچ لکھا ہے۔ جو تیری مرضی ہے کر۔ تو خود کر ہی کیا سکتا ہے۔ قباچہ نے جب یہ سُنا۔ تو سوچ میں پڑ گیا۔ اشارہ کیا۔ کہ کھانا لاؤ۔ معمول یہ تھا کہ شیخ صاحب کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ قباچہ کا یہ منشا تھا۔ کہ جس وقت کھانا نہیں کھائینگے۔ اسوقت تکلیف دونگا۔ جب کھانا لایا گیا۔ تو سب نے کھانا شروع کیا۔ شیخ صاحب نے بھی بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھکر قباچہ کی ناراضگی دُور ہو گئی۔ اور شیخ صاحب سلامت گھر آئے۔ میرے دِل میں (مؤلف کتاب) مُدت سے ایک بات تھی جس کے عرض کرنیکے لئے موقعہ نہیں ملتا تھا۔ وہ یہ تھی۔ کہ اگر کوئی مرید ہو۔ جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو۔ لیکن ورود وغیرہ بہت کم کرتا ہو۔ مگر شیخ کی محبت اس کے دل میں بہت ہو۔ اور پیر پر اسکا اعتقاد نہایت پکا ہو۔ اور دوسرا مرید جو طاعت و تسبیح اور اوراد وغیرہ بہت کرتا ہو۔ اور اس نے حج بھی کئی کئے ہوں۔ لیکن اس کا اعتقاد پیر کے حق میں درست نہ ہو۔ تو ان میں سے مرتبے میں کون افضل ہے۔ فرمایا۔ جو پیر کا محب اور معتقد ہے۔ اسکا مرتبہ دوسرے سے افضل ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو پیر کا محب اور معتقد ہے۔ اس کا ایک وقت دوسرے کے سارے وقتوں کے برابر ہے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ بعض کا تو یہ مذہب ہے۔ کہ اولیاء کو انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اس واسطے کہ انبیاء زیادہ تر لوگوں میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن یہ مذہب باطل ہے۔ کیونکہ اگرچہ انبیاء لوگوں میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر بھی جس وقت حق میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ وقت اولیاء کے تمام اوقات پر شرف رکھتا ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی

حکایت زاہد کہ در بنی اسرائیل بود

کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی طاعت کی۔ ستر سال کے بعد۔ اسے کوئی ضرورت پیش آئی۔ وہ حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب

کی۔ لیکن روانہ ہوئی ۔

بعد ازاں ایک گوشے میں جاکر نفس سے جھگڑنا شروع کیا۔ کہ اے نفس! تو نے اللہ تعالیٰ کی ستر سال عبادت کی۔ بیشک تیری طاعت میں اخلاص نہ ہوگا۔ اگر اخلاص ہوتا۔ تو ضرور حاجت پوری ہو جاتی جب وہ اپنے نفس سے جھگڑ رہا تھا۔ تو پیغمبر وقت کو حکم ہوا۔ کہ اس زاہد کو کہو کہ تیرا نفس کے ساتھ جھگڑنا اس ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے ۔

منگل کے روز ستر ہویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حاضرین میں سے

معنی عرس

ایک نے عرس کے معنے پوچھے۔ فرمایا۔ عرس کے معنے عروسی کرنے کے ہیں۔ اور عرس کے معنے رات کے وقت قافلے کا ڈیرا جمانا ہے۔ پھر مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز ان کے صدق اور نگاہداشت فرمانِ پیر اور طلب حق کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ شیخ نجیب الدّین متوکل نے شیخ الاسلام فرید الدّین قدس اللہ سرہ العزیز سے سوال کیا۔ کہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ کہ جس وقت آپ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد یارب کہتے ہیں۔ تو "لبیک عبدی" کی آواز سنتے ہو۔ فرمایا۔ نہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ "الارجاف افواہ مقدمۃ السکون" جھوٹی خبریں اڑائی ہوئی خاموشی کا پیش خیمہ تھیں یعنی جھوٹ ہے۔ بعد ازاں شیخ نجیب الدّین نے پوچھا۔ کہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ بعد ازاں شیخ نجیب الدّین نے پوچھا۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس مردانِ غیب آتے ہیں۔ اسکا بھی جواب نفی ہی میں دیا۔ صرف اتنا فرمایا۔ کہ تو بھی ابدال میں سے ہے یہاں سے شیخ فرید الدّین نوّر اللہ مرقدہ کی بزرگی اور آپ کی والدہ بزرگوار کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ والدین کی صلاحیت بچے پر بڑا اثر کرتی ہے ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ کبیر کی والدہ صاحبہ بہت ہی بزرگ تھیں۔ ایک رات کوئی چور آپ کے گھر آیا۔ سب سوئے ہوئے تھے۔ صرف شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ جاگتی تھیں۔ اور یاد الٰہی میں مشغول تھیں۔ جب چور آیا۔ تو اندھا ہو گیا۔ باہر نہیں جا سکتا تھا۔ آواز دی۔ کہ اگر کوئی مرد گھر میں ہے۔ تو وہ میرا باپ ہے۔ اور اگر عورت ہے۔ تو میری بہن ہے۔ جو بھی ہے۔ اس کے خوف نے مجھ پر اثر کیا ہے۔ اور میں اندھا ہو گیا ہوں۔ کہ جب تک زندہ رہوں گا۔ چوری نہیں کروں گا۔ شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ نے دعا کی۔ وہ بینا ہو گیا۔ اور چلا گیا۔ جب دن ہوا۔ تو شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ نے کسی سے اس بات کا ذکر نہ کیا۔ ایک گھڑی بعد ایک شخص کو دیکھا۔ کہ سر پر چھاچھ کا مٹکا دھرے اپنی بیوی کو ہمراہ لئے آیا۔ اس سے پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں اس رات اس گھر میں چوری کرنے آیا تھا۔ ایک بزرگ عورت یہاں بیدار تھی۔

میں اس کی ہیبت سے اندھا ہو گیا۔ پھر اس نے دعا کی۔ تو میں بینا ہوا۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب میں بینا ہو جاؤں گا۔ تو پھر کبھی چوری نہیں کروں گا۔ اب میں خود بھی آیا ہوں۔ اور اپنی بیوی کو بھی ہمراہ لایا ہوں۔ تاکہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ الغرض اس عورت کی برکت سے سارے مسلمان ہوئے۔ اور چوری سے بالکل توبہ کی۔ الحمد للہ رب العلمین ٭

بعد ازاں ایک اور حکایت اسی بارے میں بیان فرمائی۔ کہ جن دنوں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز اجودہن میں سکونت پذیر تھے۔ ان دنوں شیخ نجیب الدین کو والدہ صاحبہ نے وہاں بلانے کے لئے بھیجا۔ شیخ نجیب الدین جا کر لائے۔ تو اثنائے راہ میں درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے۔ پانی کی ضرورت ہوئی۔ شیخ نجیب الدین پانی کی تلاش میں گئے۔ جب واپس آئے۔ تو والدہ صاحبہ کو نہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وائیں بائیں دیکھ بھال شروع کی۔ بہتیری کوشش کی۔ لیکن پتہ نہ ملا۔ حیران ہو کر شیخ کبیر کی خدمت میں آکر ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ کھانا پکاؤ۔ اور صدقہ دو۔ مدت بعد جب شیخ نجیب الدین کو پھر اس مقام پر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو درختوں تلے آکر خیال آیا۔ کہ یہاں دیکھوں تو سہی۔ شاید والدہ صاحبہ کا نشان مل جائے۔ ویسا ہی کیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آدمی کی چند ہڈیاں ملیں۔ دل میں خیال کیا۔ شاید یہی والدہ صاحبہ کی ہڈیاں ہیں۔ شیر یا کسی اور درندے نے ہلاک کر ڈالا ہوگا۔ ساری ہڈیاں جمع کر کے تھیلے میں ڈالیں۔ اور شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں لاکر سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا تھیلی مجھے دکھاؤ۔ جب تھیلی جھاڑی۔ تو ایک ہڈی بھی نہ ملی۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ بات عجائب روزگار سے ہے ٭

ذکر ملاقات حضرت خضر با حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز

پھر مردانِ غیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ شروع میں کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا۔ کہ لوگوں سے مل جل بیٹھوں۔ پھر سوچتا۔ کہ یہ کیسی خواہش ہے۔ کسی اور مصلحت کے درپے ہونا چاہئے۔ یہاں پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ شروع حال میں جب روش میں تھے۔ (اس شہر میں کنارے پر ایک غیر آباد مسجد تھی۔ اس مسجد کے ایک مینار کو ہفت منارہ کہتے تھے) تو آپ کو معلوم ہوا۔ کہ ایک دعا ہے۔ جو اس مینار پر پڑھی جائے۔ تو مہتر خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ دعا تو ایک تھی۔ لیکن اُسے ہفت دعا کہتے تھے۔ ساتھ ہی اس کے ایک دوگانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ جو دوگانہ اس مسجد میں ادا کرے۔ اسے بھی مہتر خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی۔ الغرض شیخ قطب الدین قدس اللہ

سرہ العزیز کو اشتیاق ہوا۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھیں۔ ماہ رمضان کی ایک رات اس مسجد میں جاکر دوگانہ ادا کیا۔ اور اس منارے پر جاکر دعا پڑھی۔ نیچے اُترے تو ایک گھڑی ٹھہرے رہے۔ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیا۔ نا امید ہوکر مسجد سے باہر نکلے۔ تو ایک آدمی کو کھڑے دیکھا اُس نے آپ کو بُلایا۔ اور کہا کہ ایسے بے وقت یہاں کیوں آئے تھے۔ فرمایا میں یہاں خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے آیا تھا۔ دوگانہ ادا کرکے دُعا بھی پڑھی۔ لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب گھر جاتا ہوں۔ اس مرد نے پوچھا۔ تو خضر علیہ السلام کو کیا کریگا۔ وہ تو تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے۔ تو اسے دیکھکر کیا کریگا۔

اِسی اثناء میں پوچھا۔ کہ تو دُنیا طلب کرتا ہے شیخصاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ پھر پوچھا کیا تو مقروض ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ اس نے کہا۔ تو پھر خضرؑ کو کیا کروگے۔ پھر اس مرد نے کہا۔ کہ اس شہر میں ایک مرد ہے۔ کہ خضر اس کے دروازے پر بارہ مرتبہ گیا ہے۔ لیکن اندر جانا نصیب نہیں ہوا۔ وہ انہیں باتوں میں تھے۔ کہ ایک مرد نورانی صورت پاکیزہ لباس پہنے نمودار ہوا۔ اس مرد نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ قطب الدین طاب اللہ ثراہ نے فرمایا۔ کہ جب وہ مرد میرے پاس آیا۔ تو پہلے مرد کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ یہ درویش مقروض نہیں۔ اور نہ دُنیا طلب کرتا ہے۔ صِرف آپ کی ملاقات کا خواہشمند ہے۔ اِسی اثناء میں نماز کی اذاں سُنی۔ ہر طرف سے درویش اور صوفی ظاہر ہوئے۔ اور تکبیر کہکر جماعت کی۔ ایک نے امام بنکر تراویح میں بارہ سیپارے پڑھے۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ اگر اَور بھی زیادہ پڑھے۔ تو بہتر ہوگا۔ الغرض جب نماز ختم ہوئی۔ تو انہوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں اپنی جگہ آگیا۔ جب دوسری رات ہوئی۔ تو میں سویرے ہی وضو کرکے اس مسجد میں جا بیٹھا۔ اور صبح تک وہیں رہا۔ کوئی آدمی نمودار نہ ہوا۔

جُمعہ کے روز بیسویں ربیع الاوّل سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تحمّل تجربے اور لڑائی سے دُور رہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ دو چیزیں ہیں۔ ایک قلب۔ دوسرے نفس۔ جب کوئی نفس سے پیش آئے۔ تو اس سے قلب سے پیش آنا چاہئے یعنی نفس میں دشمنی۔ غوغا۔ اور فتنہ ہے۔ اور قلب میں سکوت رضا اور نرمی۔ یعنی جب کوئی لڑے۔ تو اس سے نرمی سے پیش آئے۔ تاکہ نفس مغلوب ہوجائے۔ لیکن اگر کوئی شخص نفس سے پیش آئے۔ اور دوسرا بھی نفس سے پیش آئے۔ تو پھر دشمنی کی کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر تحمّل اور حلم کی فضیلت میں یہ شعر پڑھا ؎

زہر یار سے جو کا ہے گر بلرزی　　اگر کوہے شوی کا ہے تلرزی

جمعرات کے روز چودھویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ فتوح کے قبول کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی۔ اگر کوئی بغیر مانگے کچھ دیدے۔ تو اُس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ لے لینی چاہئے۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ ہے جناب یہ کسی فقیر کو عنایت فرمائیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو چیز بغیر مانگے تجھے ملے۔ اسے کھا بھی اور صدقہ بھی کر۔

اتوار کے روز انتیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ میری تنخواہ مدت سے رُکی ہوئی تھی۔ جو مجھے ملی۔ جب خواجہ صاحب کو میری ملازمت اور ثابت قدمی معلوم ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ کاموں میں ثابت قدمی اور انہیں ہمیشہ کرتے رہنا بڑے کام کی چیز ہے۔

بعد ازاں فرمایا۔ شیخ الاسلام کے نواسے کبیر ملک نظام الدین کو توال کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نظام الدین کوتوال اس بات سے تنگ آ گیا۔ اور کہدیا۔ کہ آئندہ اس گھر میں نہ آنا۔ لیکن وہ کسی طرح نہ رُکا۔ انہیں دنوں نظام الدین نے چھ اشرفیاں میرے پاس بھیجیں۔ جو میں نے نامنظور کیں۔ اور واپس بھیجدیں۔ جب واپس گئیں۔ تو نظام الدین نے کبیر کو دیدیں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ہر ایک کام کی بابت پھل دیتی ہے۔ پھر میری تنخواہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے اللہ تعالےٰ کی بہت سال طاعت کی۔ آخر اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے پیغمبر کے پاس وحی بھیجی۔ کہ اس شخص کو کہہ دے کہ طاعت کے لئے تو اسقدر تکلیف کیوں اُٹھاتا ہے۔ ہم نے تو تجھے ماتم پُرسی کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب پیغمبر نے یہ پیغام پہنچایا۔ تو مارے خوشی کے چکر لگانے لگا۔ پیغمبر نے پوچھا۔ خوشی کا یہ کونسا موقعہ ہے۔ کہا۔ بارے مجھے یاد تو کیا ہے ؎

او سخن از کشتنِ من میکند　　　　من بہمیں خوش کہ سخن میکند

بعد ازاں تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو اسی اثنا میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت فرمائی۔ کہ آپ دشمنوں کی بدگوئی کرنے میں بڑے متحمل اور صبر دبار تھے بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو قتل کرتا ہے کرنے دو۔ آخر قتل کرنیوالا قاتل ہی ہے۔

بعدازاں میں نے عرض کی۔ کہ لوگ جو دعا۔ پڑھتے ہیں "ایعنوا فی عباد اللہ رحمکم اللہ" یہ کس طرح ہے۔ میری اصلی غرض اس سے یہ تھی۔ کہ اللہ تعالےٰ کے غیر سے مدد طلب کرنا روا ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ دعا تو اسطرح ہے۔ لیکن اس میں عباد اللہ مسلمین ومخلصین مضمر ہے۔ جائز ہے کہ یہ دُعا پڑھی جائے۔ اور بزرگوں نے بھی یہ دُعا۔ پڑھی ہے۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل یہ دعا۔ پڑھا کرتے تھے ؛

یہاں سے شیخ نجیب الدین کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ میں نے ان جیسا کوئی آدمی اس شہر میں نہیں دیکھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہوتا۔ کہ آج دن کونسا ہے۔ یا مہینہ کونسا ہے۔ یا غلہ کس بھاؤ بکتا ہے۔ یا گوشت کس نرخ بیچتے ہیں۔ غرضیکہ کسی چیز کی اسے واقفیت نہ تھی۔ صرف یاد الٰہی میں مشغول رہنا۔ بعدازاں اس دعا۔ کے بارے میں فرمایا۔ کہ حاجت برآری کے لئے سبعات عشر کا پڑھنا بھی آیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ کیا ہر روز وقتِ مقررہ پر پڑھنا چاہیئے۔ فرمایا۔ اگر کوئی دینی یا دُنیاوی مشکل پیش آوے۔ تو اس نیت سے علیحدہ پڑھنا چاہیئے۔ انشاء اللہ بفضل خداوہ مہم سرانجام ہوگی ؛

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ مبارک رمضان کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جو قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ایک درویش خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں رات کو آیا۔ وہ رات شاید ماہ رمضان کی پہلی رات تھی۔ اس درویش نے التماس کی۔ کہ تراویح کی نماز کی امامت میں کرتا ہوں شیخصاحب نے اجازت دی۔ الغرض تیس راتوں میں تیس ہی مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ شیخصاحب ہر رات اس کے حجرے میں ایک روٹی اور پانی کا ایک کوزہ بھجوا دیتے۔ جب تراویح ختم ہوئی۔ اور عید ہوئی تو شیخصاحب نے اُسے وداع کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حجرے میں آکر دیکھا۔ کہ تیسوں روٹیاں پڑی ہیں۔ صرف پانی کے کوزہ پر گذارہ کرتا رہا ؛

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ اور ایک دن اور ایک رات کو کرتے۔ جو مل ملا کر اکسٹھ ختم ہو جاتے یعنی ایک تراویح کا تیس دن کے اور تیس رات کے ؛

ہفتہ کے روز گیارہویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اِن دنوں ایام تشریق تھے۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جمعہ کے دن عید تھی۔ پُچھ آپس میں مبارکبادی کی ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس سے چار روز پہلے نوروز تھا۔ میں نے ایک شعر کہا ہے۔ اسمیں نوروز اور عید دونوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے۔ یہ شعر شیخ کو بہت محظوظ ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شمس دبیر شیخ الاسلام

فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شیخ کی مدح میں کچھ شعر بنا لایا۔ اور پڑھنے کے لئے اجازت مانگی۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ پڑھو۔ اس نے اٹھکر پڑھے۔ پھر فرمایا بیٹھ جا۔ فرمایا پھر پڑھو شمس دبیر نے پھر پڑھے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے ہر ایک شعر کو بیان فرمایا۔ خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ مشائخ کم شعر سنا کرتے ہیں۔ خاصکر وہ اشعار جن میں انکی مدح ہو۔ شیخ کے احوال کی کمالیت دیکھو۔ کہ سُنے اور پھر تعریف بھی کی۔ الغرض یہ شعر سنکر فرمایا۔ کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ شمس دبیر نے عرض کی۔ کہ تنگی ہے۔ میری بڑھیا ماں ہے اسکی پرورش کرتا ہوں۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ جاؤ۔ شکرانہ لاؤ۔ یہاں پر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جس کام میں شیخ الاسلام کسی کو فرمایا کرتے۔ کہ جاؤ شکرانہ لاؤ۔ وہ کام ضرور ہی ہو جاتا۔ الغرض شمس دبیر گیا۔ اور چند جیتل لایا۔ ان دنوں جیتل تیروں کے ہوتے تھے۔ الغرض پچاس یا کم و بیش لا کر حاضر خدمت کئے۔ شیخ الاسلام قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ بانٹ دو۔ ان میں سے چار میرے حصے بھی آئے۔ تب شیخصاحب نے دُعا کی۔ اور شمس دبیر کو فراخی اور منزلت حاصل ہوئی۔ چنانچہ سلطان غیاث الدین کے بیٹے کا دبیر مقرر ہوا۔ اسکا کام بنگیا۔ اگرچہ شیخصاحب انتقال فرما گئے تھے۔ لیکن اس نے شیخصاحب کے فرزندوں اور اہلِ بیت کی اتنی خدمت نہ کی۔ شاید کسی نے اسے جتلایا نہیں ✤

بعد ازاں شمس دبیر کے حسنِ اخلاق اور خوبیِ طبع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ میری اس سے رشتہ داری ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کبھی اس کے ساتھ ملکر بھی رہے ہو۔ میں نے عرض کی۔ کہ جن دنوں سلطان غیاث الدین لکھنوتی گیا۔ تو اس سفر میں لشکر کے ساتھ میں، اور وہ خشکی اور تری میں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کیا وہ تمہارا ہم قوم تھا۔ میں نے عرض کی جناب وہ میرا ہم قوم تھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ شمس دبیر نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھے ✤

پھر فرمایا کہ میں شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ اکٹھے ہی شیخصاحب کی خدمت سے روانہ ہوئے۔ اور چند منزلیں ملکر طے کیں۔ پھر ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے ایک راستہ سنام کو جاتا تھا۔ اور دوسرا ہانسی کو۔ جب ایک دوسرے کو وداع کیا۔ تو شیخ جمال الدین نے شمس دبیر کیطرف دیکھکر یہ مصرعہ کہا۔ مصرعہ

آے یار قدیم راست میروی۔

اسوقت اس مصرعہ سے ہم تینوں کو بڑا ذوق حاصل ہوا ✤

ھفتہ کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس سے مجھے کچھ فکر

وامنگیر تھی - کہ شاید کسی نے آپ کی خدمت میں میری طرف سے بدظنی پیدا کی ہے۔ جب حاضر خدمت ہوا - تو آپ نے پہلے ہی یہ بات فرمائی - کہ اگر کوئی کسی کے پاس کسی کی بدی کرے - تو ہمیں اس بات کی تمیز حاصل ہے - کہ وہ بات سچی ہے - یا جھوٹی - یا اسمیں کچھ لگاؤ رہا ہے جب میں نے یہ بات سُنی تو میرا دل خوش ہو گیا - میں نے عرض کی - کہ ہم خدمتگاروں کو اسی بات پر بھروسہ ہے - کہ آنجناب کا باطن ہی حاکم ہے ۔

پھر اولیاء کی کشف و کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - تو شیخ سعد الدین حمویہ کے بارے میں فرمایا - کہ آپ پیر بزرگ تھے - لیکن وہاں کا حاکم آپ کا چنداں معتقد نہ تھا ایک روز وہ حاکم شیخ صاحب کی خانقاہ کے پاس سے گذرا - تو دربان کو اندر بھیجا - کہ اس صوفی بچے کو باہر لاؤ - تاکہ میں اسے دیکھوں - دربان نے اندر جاکر پیغام پہونچایا - شیخ نے اس کی بات پر توجہ بھی نہ کی - اور نماز میں مشغول ہوئے - دربان نے باہر آکر صورتِ حال بیان کی - بادشاہ کی ناراضگی جاتی رہی - اندر آیا - تو شیخ صاحب تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور بشاشت ظاہر کی - دونو ایک ہی جگہ بیٹھے - پاس ہی ایک باغ تھا - شیخ سعد الدین نے فرمایا - کہ تھوڑے سے سیب لاؤ - جب لائے گئے - تو شیخ صاحب ٹکڑے کر کے خود بھی کھاتے - اور بادشاہ کو بھی دیتے - اس تھال میں ایک سیب بہت بڑا تھا - بادشاہ کے دل میں خیال آیا - کہ اگر اس شیخ میں کچھ کرامت اور صفائی ہے - تو وہ سیب اٹھا کر مجھے دے گا - جونہی اس کے دل میں یہ خیال آیا - شیخ صاحب نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اُٹھا لیا - اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا - کہ میں ایک مرتبہ سیر کرتے کرتے ایک شہر میں جا نکلا - وہاں پر کیا دیکھتا ہوں - کہ لوگوں کا مجمع ہے - اور ایک شخص کھیل رہا ہے - اس کھیل میں ایک گدھا ہے جس کی آنکھیں کپڑے سے بند ہیں - اسی اثنا میں کھلاڑی نے اپنی انگوٹھی ناظرین میں سے ایک کو دی - اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا - کہ یہ گدھا اب بتا دے گا - کہ انگشتری کس کے پاس ہے - پھر گدھے کو اسی طرح آنکھیں باندھے ہوئے مجمع میں پھرایا - وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا - حتیٰ کہ اس شخص کے پاس جاکر ٹھیر گیا جس کے پاس انگوٹھی تھی - کھلاڑی نے آکر اس شخص سے انگوٹھی لے لی - الغرض شیخ سعد الدین نے اسقدر تقریر کے بعد بادشاہ کو فرمایا - کہ اگر لوگ کرامت یا کشف دکھائیں - تو اس گدھے کی طرح ہیں - اور اگر نہ دکھائیں تو تمہارے دل میں خیال گذرتا ہے - کہ اس میں صفائی اور کرامت ہی نہیں - یہ کہکر سیب اسکی طرف پھینکدیا ۔

بعد ازاں شیخ سعد الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ علیہما کی بابت حکایت بیان فرمائی - کہ ایک رات شیخ سعد الدین حمویہ کو خواب میں دکھایا گیا

کہ شیخ سیف الدین باخرزی کی جاکر ملاقات کرو جب شیخ سعدالدین بیدار ہوئے۔ تو اپنے مقام سے روانہ ہوئے۔ وہاں سے شیخ سیف الدین کے مقام تک تین مہینے کا راستہ تھا۔ نیز شیخ سیف الدین کو بھی خواب میں بتلا دیا۔ کہ شیخ سعدالدین حمویہ کو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ الغرض جب تین منزلیں رہ گئیں۔ تو کسی کو شیخ سیف الدین کے پاس بھیجا کہ میں نے تین مہینے کی راہ طے کی ہے۔ آپ تین منزل جو میرا استقبال کریں۔ جب یہ پیغام شیخ سیف الدین نے سُنا۔ تو فرمایا۔ کہ وہ فضول ہے۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکیگا۔ چنانچہ اسی منزل پر انتقال فرمایا۔ اور شیخ سیف الدین کا دیدار نصیب نہ ہُوا ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی زبانی سُنا ہے۔ کہ ایک روز شیخ بہاؤ الدین رہ اپنے مقام سے باہر نکلے۔ اور اِنّا لِلّٰہ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ کہا۔ پوچھا۔ کیوں۔ فرمایا۔ شیخ سعدالدین حمویہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ تھوڑے دنوں بعد معلوم ہُوا۔ کہ ٹھیک اسی وقت شیخ سعدالدین کا انتقال ہُوا تھا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ پہلے شیخ سعدالدین حمویہ نے انتقال فرمایا۔ اور اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی نے اور اُس کے تین سال بعد شیخ بہاؤ الدین زکریا نے اور اس کے تین سال بعد شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے ٭

جمعرات کے روز پندرھویں ماہ محرم ۷۱۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہُوا۔ دُنیا کی صفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ کس چیز میں دُنیا ہے۔ اور کس میں نہیں۔ فرمایا۔ کہ ایک لحاظ سے صورت و معنی میں دُنیا ہے۔ اور ایک لحاظ سے نہ صورت میں ہے۔ نہ معنی میں۔ اور ایک لحاظ سے صورت میں ہے۔ معنی میں نہیں۔ اور ایک لحاظ سے صورت میں نہیں لیکن معنی میں ہے ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو چیز خرچ سے زیادہ ہے۔ وہ صورت و معنی میں دُنیا ہے۔ اور جو صورت و معنی میں دُنیا نہیں۔ وہ با اخلاص طاعت ہے۔ اور جو ظاہر میں دُنیا نہیں۔ لیکن حقیقت میں ہے۔ وہ ایسی طاعت ہے جو نفع اُٹھانے کی خاطر کیجائے۔ اور جو ظاہر میں دُنیا ہے۔ لیکن حقیقت میں نہیں۔ وہ اپنے حرم کی حق ادائی ہے۔ یعنی اپنی بیوی سے اِس نیّت سے ہم بستری کرنا۔ کہ اس کا حق ادا ہو جاوے۔ اگرچہ ظاہر میں یہ فعل دُنیا ہے لیکن حقیقت میں دُنیا نہیں ٭

اتوار کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہُوا۔ اور اوراد اور ادعیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مجھ سے پوچھا کہ کونسا ورد آجکل کیا کرتے ہو۔ میں نے

عرض کی۔ جو زبان مبارک سے سُنا ہے۔ پانچوں وقت کی نماز کے بعد جو سورۃ فرمائی ہے۔ وہ بھی پڑھتا ہوں۔ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورہ نبا، اور مقررہ سورتیں جو سنتوں میں فرمائی ہیں۔ اور دو وقت سبعات عشر اور سو بار لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہُ الملک ولہُ الحمد وھو علیٰ کلِّ شیءٍ قدیرٌ پڑھتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ دس تسبیحیں اور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سو مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ تاکہ ہزار بار ہو جائے۔ اگر کوئی سو مرتبہ نہ پڑھ سکے۔ تو دس مرتبہ پڑھے۔ جس کا مجموعہ سو مرتبہ ہو جائیگا۔ وہ دس تسبیحیں یہ ہیں۔ اوّل لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حیّ لا یموت ابداً ابدا ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علیٰ کلِّ شیءٍ قدیر۔ دوسری سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تیسری سُبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العلی العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ من کل ذنبٍ واتوب الیہ۔ چوتھی۔ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واسئلہ التوبۃ استغفر اللہ من کل ذنب اذنبتہٗ عمداً اوخطاءً سراً او علانیۃً واتوبُ الیہ۔ پانچویں۔ سبحان الملک القدوس سبوح قدوس ربّ الملٰئکۃ والرّوح۔ چھٹی اللّٰھم لا مانع لما اعطیتَ ولا معطی لما منعتَ ولا رادّ لما قضیتَ ولا ینفع ذا الجدّ منک الجد۔ ساتویں۔ اللّٰھم اغفرلی ولوالدیّ ولاستاذیّ ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات۔ آٹھویں۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد وبارک وسلّم وصلِّ علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین۔ نویں۔ اعوذ باللہ السّمیع العلیم من الشّیطان الرّجیم۔ اعوذ بک من ھمزات الشّیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون۔ دسویں۔ بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ ربّ الارض والسماء بسم اللہ الّذی لا یضرّ مع اسمہٖ شیءٌ فی الارض ولا فی السّماء وھو السّمیع العلیم۔

اتوار کے روز گیارہویں ماہ مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ عشق اور عقل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ علماء اہل عقل ہیں۔ اور درویش اہلِ عشق۔ علماء کی عقل درویشوں کے عشق پر غالب ہے۔ اور درویشوں کا عشق علماء کی عقل پر۔ انبیاء میں دونوں حالتیں تھیں۔ بعد ازاں غلبۂ عشق کی صفت میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

عقل را با عشق کارے نیست زور بیشہ کُن ۔۔۔ تا چہ خواہی کرد آں اشتر دل جو لا بیر را

اس مضمون کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ملتان میں علی کھوکھری نام ایک شخص ہو گذرا ہے وہ جس میں عشق اور درد نہ ہوتا۔ اس کا معتقد ہی نہ ہوتا۔ خواہ وہ کیسا ہی زاہد اور عابد کیوں نہ ہوتا اور کہا کرتا۔ کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں۔ اسے تو اشک (عشق) بھی نہیں۔ اس کی زبان

سے بات تک درست نہ نکلتی تھی۔ عشق کو اشک کہتا تھا۔ اسی بارے میں فرمایا۔ کہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ محبت کا ایک ذرّہ تمام آدمیوں اور پریوں کی عبادت سے کہیں بڑھکر ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا ایک شخص کو فرماتے کہ اللہ تعالےٰ تجھے دردِ عطا کرے۔ وہ حیران تھا۔ کہ یہ کیسی دعا ہے۔ اسوقت اسے معلوم ہوا۔ کہ اس دعا کا کیا مطلب تھا ؞

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ آپ بداؤں پہونچے۔ تو ایک روز گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ کہ ایک شخص چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے پاس سے گذرا۔ وہ شخص مواسی کا رہنے والا تھا۔ جو بداؤں کے پاس ہی ایک گاؤں ہے جسے کھینر بھی کہتے ہیں۔ وہاں پر راہزن اور لٹیرے اور ڈاکو بہت رہتے تھے۔ وہ چھاچھ فروش بھی انہیں میں سے ایک تھا۔ الغرض جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین رح کے روئے مبارک پر پڑی۔ تو دیکھتے ہی اسکا دل پھر گیا۔ جب پھر غور سے دیکھا۔ تو کہا۔ دین محمدی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لایا۔ شیخصاحب نے اسکا نام علی رکھا۔ جب وہ مسلمان ہو گیا۔ تو گھر سے ایک لاکھ چیتل (نام سکہ) شیخصاحب کی خدمت میں لایا۔ شیخصاحب نے قبول کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ جہاں میں کہونگا۔ وہاں صرف کرنا۔ مختصر یہ کہ وہ روپیہ ہر ایک کو دینا شروع کیا۔ کسی کو سو درم۔ کسی کو پچاس۔ کسی کو کم و بیش۔ اور جس شخص کو کم سے کم ملتے۔ اسے بھی پانچ ملتے۔ اس سے کم کسی کو نہ ملتے۔ تھوڑی مدت میں سارا روپیہ صرف ہو گیا۔ صرف ایک درم باقی رہ گیا۔ علی کہتا ہے۔ کہ میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ اب صرف ایک درم رہ گیا ہے۔ اور کم از کم پانچ درم دیئے جاتے ہیں۔ اب اگر کسی کو دینے کے لئے فرمائینگے۔ تو کیا کروں گا۔ اسی سوچ میں تھا۔ کہ ایک سائل آیا۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ اسے ایک درم دے دو ؞

شیخ جلال الدین تبریزی کے مناقب میں فرمایا۔ کہ جب آپ بداؤں سے لکھنوتی کی طرف روانہ ہوئے۔ تو علی بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ فرمایا۔ واپس چلا جا۔ عرض کی۔ میں کس کے پاس جاؤں۔ آپ کے سوا میں کسی کو جانتا بھی نہیں۔ پھر فرمایا۔ واپس چلا گیا۔ عرض کی آپ ہی میرے پیر اور مخدوم ہیں۔ آپ کے بغیر میں یہاں کیا کرونگا۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ واپس جا۔ کیونکہ یہ شہر تیری حمایت میں ہے ؞

پھر متعبدوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو طاعت بہت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں میں دنیاوی خیالات ہوتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ خلقت کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل

وہ جن کا ظاہر آراستہ لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔ دوسرے جن کا ظاہر خراب اور باطن آراستہ ہوتا ہے تیسرے جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں۔ چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جنکا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہوتا ہے۔ وہ منتعب ہوتے ہیں جو طاعت بہت کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے دل دُنیا میں مشغول ہوتے ہیں۔ وہ گروہ جن کے باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتے ہیں۔ وہ دیوانے ہیں۔ جو باطن میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ظاہر میں ان کا سروسامان نہیں ہوتا۔ وہ لوگ جنکا ظاہر و باطن خراب ہوتا ہے وہ عالم لوگ ہیں۔ اور جن کا ظاہر و باطن درست ہوتا ہے۔ وہ مشائخ ہیں ❊

بُدھ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو فرمایا کہ راہِ حق میں جس لباس میں چاہے آئے۔ انجام صدق پر ہی ہوتا ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک فقیر کی نگاہ بادشاہ کی لڑکی پر پڑی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہوگیا۔ ادھر لڑکی بھی فقیر پر عاشق ہوگئی۔ لڑکی نے کہلا بھیجا۔ کہ درویش صاحب موجودہ صورت میں میل جول تو ناممکن ہے۔ لیکن ایک طریقہ ہے۔ اگر تو وہ کرے۔ تو شاید ملاقات ہو جائے۔ وہ یہ کہ تو اپنے تئیں منتعب بنائے۔ اور مسجد میں بیٹھ کر طاعت و عبادت کرے۔ اور تیرا شہرہ ہو جائے۔ پھر میں باپ سے اجازت لیکر تیرے دیدار کو آسکتی ہوں۔ اُس نے ویسا ہی کیا۔ ایک مسجد میں جاکر عبادت میں مشغول ہوا۔ جوں جوں ذوق کی طاقت زیادہ ہوتی گئی۔ اُسیقدر زیادہ عبادت کرتا گیا۔ پھر اسکا شہرہ ہوگیا۔ تو بادشاہ کی لڑکی اجازت لیکر دیدار کے لئے آئی۔ تو درویش بھی وہی تھا۔ اور جمال بھی وہی۔ لیکن لڑکی نے اُس میں خواہش یا حرکت کے آثار نہ دیکھے۔ تو کہا۔ آخر میں نے ہی تجھے یہ طریقہ سکھایا تھا۔ اب تو میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا۔ درویش نے کہا۔ تو کون ہے۔ میں تجھے کیا جانوں۔ تو ہے کون۔ میں تو تجھے نہیں پہچانتا۔ الغرض اس سے روگردان ہوکر یادِ الٰہی میں مشغول ہوگیا ❊

در دل ما غم دنیا غم معشوق شود　　بادہ گر خام بود پختہ کند شیشہ ما

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہونچے۔ تو آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ جسکو یہ ذوق حاصل ہو جائے پھر اسے غیر کی کیا پرواہ ہے ❊

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ عبد اللہ مبارک جوانی کے ایام میں ایک عورت پر عاشق ہوگئے ایک رات اُس کی دیوار تلے آکر اس سے جوں باتیں کرنی شروع کیں۔ کہ دن کر دیا۔ جب صبح کی اذان ملی۔ تو آپ نے سمجھا شاید عشاء کی اذان ہے۔ لیکن تھی صبح کی۔ اسی اثنا میں غیب سے آواز آئی۔ کہ اے عبد اللہ! تو نے ایک عورت کے عشق میں ساری رات کھڑے کھڑے گذار دی۔ کبھی ہمارے لئے بھی ایسا کیا ہے۔ یہ سُنکر توبہ کی۔ اور حق تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہوگئے۔ آپکی

توبہ کا سبب یہی بات تھی +

اِسی اثنا میں کھانا لایا گیا۔ ایک آیا۔ اور سلام کرکے بیٹھ گیا۔ اسوقت خواجہ صاحب نے فرمایا ایک مرتبہ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر تھے۔ یاروں کے ہمراہ کھانے میں مشغول تھے۔ کہ امام الحرمین جو امام غزالی رح کے اُستاد تھے۔ آئے اور سلام کہا۔ شیخ ابوالقاسم اور ان کے یاروں نے بالکل توجہ نہ کی۔ جب کھانا کھا چکے۔ تو امام الحرمین نے فرمایا۔ کہ میں نے آکر سلام کیا۔ لیکن تم نے جواب تک نہیں دیا۔ یہ کیا باعث ہے۔ شیخ ابوالقاسم نے فرمایا۔ کہ رسم یہی ہے۔ کہ جو شخص کسی جماعت میں آئے۔ جو کھانے میں مشغول ہو۔ تو آکر سلام نہ کرے۔ آتا ہی بیٹھ کر کھانا شروع کردے۔ جب کھانے سے فارغ ہوں۔ تو ہاتھ دھوکر سلام کہے۔ امام الحرمین نے پوچھا۔ کہ یہ از روئے عقل کہتے ہو۔ یا از روئے نقل۔ فرمایا۔ از روئے عقل۔ پوچھا کس طرح۔ فرمایا جو کھانا طاعت کی قوت کے لئے کھایا جاتا ہے۔ اسوقت وہ انسان عین طاعت میں ہوتا ہے۔ پس جو اللہ تعالےٰ کی طاعت میں ہو۔ مثلاً نماز وغیرہ میں۔ تو وہ کس طرح علیکم السلام کہے۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا۔ کہ جو ہندو کلمہ پڑھے۔ اور اللہ تعالےٰ کو ایک جانے۔ اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی قائل ہو۔ لیکن جب مسلمان آئیں۔ تو چُپ کر جائے۔ اُسکا انجام کیسے ہوگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اُسکا معاملہ حق سے ہے۔ خواہ اُسے بخشے خواہ عذاب کرے +

پھر فرمایا۔ بعض ہندوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اسلام سچا ہے۔ لیکن پھر مسلمان نہیں ہوتے +

یہاں سے ابوطالب کی حکایت شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جب وہ بیمار ہوے۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پاس جاکر فرمایا۔ کہ آپ ایک مرتبہ تو اللہ تعالےٰ کی واحدانیت کے قائل ہو جائیں۔ خواہ زبان سے خواہ دل سے۔ تاکہ میں اللہ تعالےٰ کو کہہ تو سکوں۔ کہ یہ ایمان لائے ہیں۔ بہتیرا سمجھایا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اِسی طرح کفر کی حالت میں فوت ہو گئے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کا چچا گمراہی میں مرا ہے۔ فرمایا۔ اسے غسل اور کفن میں لپیٹ کر بغیر لحد اوپر سے گرا دو۔ یعنی اُسے کسی خاص وضع سے نہ رکھو +

ہفتہ کے روز نویں جمادی الاولےٰ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو خراج۔ جزیہ اور قسطوں کے لینے میں خلقت پر زیادتی کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ سہاور کے علاقے میں ایک گاؤں میں کوئی درویش رہتا تھا۔ اور کھیتی باڑی کیا کرتا تھا۔ اور اس سے اپنا گذارہ کیا کرتا تھا۔ کوئی آدمی اس سے کوئی چیز نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک کوتوال مقرر ہوا۔ اس نے اس درویش سے حصہ مانگا۔ اور کہا۔ کہ اتنے سالوں سے غلہ لے

جا رہا ہے ۔ یا تو گذشتہ سالوں کا جزیہ دے ۔ یا کوئی کرامت دکھا ۔ درویش نے کہا ۔ کرامت کیا چیز ہوتی ہے ۔ میں مسکین آدمی ہوں ۔ کوتوال نے کہا ۔ جب تک کوئی کرامت نہ دکھائیگا ۔ میں تجھے نہیں چھوڑونگا درویش گھبرایا ۔ اور تھوڑی دیر ٹھیر کر کوتوال کیطرف دیکھا ۔ اور کہا ۔ کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے ۔ گاؤں کے پاس ندی تھی ۔ اس نے کہا پانی پر چلو ۔ درویش پانی پر پاؤں رکھکر اس طرح گذر گیا ۔ جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے ۔ جب پار پہونچا ۔ تو کشتی طلب کی ۔ تاکہ واپس آئے ۔ اسے کہا گیا جس طرح گیا ۔ اسی طرح واپس آجا ۔ کہا ۔ نہیں نفس موٹا ہو جاتا ہے ۔ اور خیال کرتا ہے ۔ کہ میں کچھ ہوگیا ہوں ۔

ذکر بابت طعام و مہمان

پھر کھانے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ اس بارے میں یہ حدیث وارد ہے ۔ "من زار حیًا و لم یذق منہ شیئًا فکانما زار میتًا" جس نے کسی زندہ کی زیارت کی ۔ اور اس کی کوئی شے نہ چکھی ۔ گویا اس نے مردہ کی زیارت کی ۔ پھر بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا ۔ کہ آپ میں یہ عادت نہ تھی ۔ آپ کے پاس خلقت آتی ۔ تو بغیر کھائے پئے چلی جاتی ۔ ایک نے آپ سے پوچھا ۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے ۔ من زار حیًا و لم یذق منہ شیئًا فکانما زار میتًا ۔ شیخ صاحب نے فرمایا ہاں ۔ اس نے پوچھا ۔ پھر آپ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے ۔ شیخ صاحب نے فرمایا ۔ لوگ اس حدیث کے معنی نہیں جانتے ۔ لوگ دو قسم کے ہیں ۔ ایک عوام ۔ دوسرے خواص ۔ مجھے عوام سے کچھ سروکار نہیں ۔ اور جو خواص ہیں ۔ وہ خود اس حدیث کے معنی جانتے ہیں ۔ میں خدا و رسولؐ اور سلوک کے بارے میں ان سے باتیں کرتا ہوں ۔ انکو فائدہ ہوتا ہے ۔

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا ۔ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یار حاضر ہوتے ۔ تو کوئی نہ کوئی چیز کھاتے ۔ پھر واپس جاتے ۔ کھانے کی چیز ۔ خواہ کھجور روٹی ۔ یا اور کچھ ہوتا ۔ بعد ازاں فرمایا ۔ کہ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو فرماتے ۔ کہ پانی ہی پلا دو ۔

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا رح کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ ایک خدا کا پیارا شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں آیا ۔ اور کہا ۔ کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سماع سنا ہے ۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا ۔ کہ چونکہ شیخ شہاب الدین نے سماع سنا ہے اس لئے زکریا رح کو بھی سننا چاہیئے ۔ بعد ازاں اس عبد اللہ کو اپنے پاس رکھا ۔ رات ہوئی ۔ تو ایک شخص کو کہا ۔ کہ عبد اللہ کو حجرے میں لے چلو ۔ اور ایک اس کے یار کو ۔ تیسرا شخص کوئی نہ تھا ۔ دو آدمی وہ اور ایک آپ ۔ یہ عبد اللہ کہتا ہے ۔ کہ مجھے اور میرے یار کو حجرے میں لے گئے ۔

جب عشاء کی نماز ادا کی۔ اور شیخ صاحب وِردوں سے فارغ ہو لئے۔ تو تنہا حجرے میں آئے۔ یا دو شخص ہم تھے۔ یا آپ شیخ صاحب بیٹھ گئے۔ اور پھر ورد میں مشغول ہو گئے۔ تقریباً آدھا سیپارہ پڑھا۔ بعد ازاں حجرے کی زنجیر لگا دی۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ کچھ کہو۔ میں نے سماع شروع کیا۔ شیخ صاحب جنبش کرنے لگے۔ اُٹھکر چراغ گُل کیا۔ حجرے میں اندھیرا ہو گیا۔ ہم اسی طرح سماع کئے گئے۔ صرف اسقدر معلوم ہوتا تھا۔ کہ شیخ صاحب گھوم رہے ہیں۔ جب پاس آتے تھے۔ تو دامن دکھائی دیتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ شیخ صاحب جنبش اور حرکت کر رہے ہیں۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ ضرب پر حرکت کرتے ہیں۔ یا بغیر ضرب۔ الغرض جب سماع ختم ہوا۔ تو شیخ صاحب نے دروازہ کھولدیا۔ اور اپنے مقام پر آ بیٹھے۔ میں اور میرا یار وہیں رہے۔ ہم کو کھانا وغیرہ کچھ نہ دیا۔ رات گذری اور دن ہوا۔ تو ایک خادم آیا۔ اور ایک عمدہ کپڑا اور بیس اشرفیاں لایا۔ اور مجھے دیکر کہا۔ کہ شیخ صاحب نے دیا ہے یہ لے اور واپس چلا جا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہی عبداللہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ مدت بعد پھر اس عبداللہ نے مُلتان جانے کا ارادہ کیا۔ شیخ الاسلام کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ کہ میں مُلتان کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لیکن رستہ پُرخطر ہے۔ آپ دُعا کریں۔ تا کہ میں صحیح سلامت مُلتان پہنچ جاؤں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ یہاں سے فلاں گاؤں تک جو اسقدر فاصلے پر ہے۔ وہاں پر ایک حوض ہے۔ وہاں تک میرا علاقہ ہے وہاں تک تو تُو سلامت جائیگا۔ وہاں سے مُلتان تک شیخ بہاؤالدین کا علاقہ ہے۔ یہ عبداللہ کہتا ہے۔ کہ یہ بات شیخ صاحب سے سُنکر میں روانہ ہُوا۔ جب اس حوض کے نزدیک پہونچا تو معلوم ہُوا۔ کہ وہاں ڈاکہ پڑتا ہے۔ مجھے شیخ صاحب کی بات یاد آ گئی۔ میں بیدھڑک چلا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس ڈاکو کو اُس راہ سے دُور پھینک دیا۔ وہ رستہ بھول گئے اور میں صحیح سلامت اس حوض تک جا پہونچا۔ وہاں پہونچکر وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ بعد ازاں شیخ بہاؤالدین کو یاد کیا۔ اور کہا۔ کہ یہاں تک تو شیخ فریدالدین کی حد تھی۔ سلامت پہونچ گیا ہوں۔ اب آگے آپ کی حد ہے۔ اب آپ ذمہ وار ہیں۔ جب میں حوض سے آگے بڑھا۔ تو بغیر کسی تکلیف کے صحیح سلامت مُلتان پہونچ گیا۔ جب حاضرِ خدمت ہُوا۔ تو میں گودڑی اوڑھے ہوئے تھا۔ جب مجھے شیخ صاحب نے گودڑی پہنے دیکھا۔ تو جھنجھلا کر فرمایا۔ جو کچھ تو نے پہن رکھا ہے یہ شیطانی لباس ہے۔ اور بھی بہت کچھ کہا۔ میں نے بھی تُند ہو کر کہا۔ اگر میں نے گودڑی پہنی ہے تو کونسا عیب کیا ہے۔ لوگوں کے پاس اس قدر دُنیاوی سونا چاندی ہے۔ کہ میں کچھ

نہیں کہتا۔ اگر میں نے گودڑی پہن لی ہے۔ تو کیوں اسقدر ناراض ہوتے ہیں۔ شیخ صاحب نے دیکھا کہ میں (عبداللہ) یکبارگی آپ سے باہر ہو گیا ہوں۔ تو فرمایا۔ کیوں اسقدر باتیں بناتا ہے آخر وہ حق بات کرتے ذکر تیا ہے نے تیرے حق میں کونسی کمی کی ہے ❖

۷۱۰ھ کے روز سولھویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ غصے اور شہوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ جس طرح بے موقعہ شہوت رانی کرنا حرام ہے۔ اسیطرح بے موقعہ ناراض ہونا بھی حرام ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر ایک شخص دوسرے پر ناراض ہو۔ اور وہ برداشت کر جائے۔ تو نیکی اُسے حاصل ہوگی۔ جو برداشت کرتا ہے۔ نہ کہ اسکو جو ناراض ہوتا ہے ❖

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو نصیحت کرے۔ تو برملا نہ کرے کیونکہ اسطرح اسکی رسوائی ہوتی ہے۔ ملامت یا نصیحت جو کچھ کرے۔ خلوت میں کرے پھر فرمایا۔ کہ ابو یوسف قاضی رحمتہ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ یاروں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ اور صوفیانہ کلاہ سر پر رکھی تھی۔ وہ کلاہ سفید نہ تھی۔ سیاہ تھی۔ اور لاطیہ نہ تھی۔ بلکہ ناشرہ تھی۔ لاطیہ کلاہ وہ ہوتی ہے۔ جو سر کے ساتھ ملی رہے۔ ناشرہ وہ جو قدرے سر سے اونچی رہے۔ الغرض اسی اثنا میں ایک نے آ کر ابو یوسف سے سوال کیا۔ کہ کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی ٹوپی سر پر رکھی ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ پھر پوچھا۔ سیاہ کلاہ پہنی ہے۔ یا سفید۔ فرمایا سفید۔ پھر سوال کیا۔ کہ لاطیہ تھی۔ یا ناشرہ۔ ابو یوسف نے فرمایا۔ لاطیہ۔ سائل نے پوچھا۔ تو پھر آپ نے ناشرہ اور سیاہ ٹوپی کیوں سر پر رکھی ہے۔ اس صورت میں گویا آپ نے دو باتیں خلافِ سنت کی ہیں۔ پھر آپ حدیثیں کیوں بیان کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نادم ہوئے۔ اسے فرمایا۔ کہ یہ بات جو تو نے کی ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا حق کی خاطر کی ہے۔ اس صورت میں چونکہ برملا نصیحت کی ہے۔ اس لئے تجھے اسکا ثواب نہیں ملیگا۔ اگر میری تکلیف کے لئے کہی ہے تو تجھ پر افسوس ہے۔ افسوس ہے۔ افسوس ہے ❖

۷۱۰ھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ توبہ تین قسم کی ہے۔ حال۔ ماضی اور مستقبل۔ حال وہ ہے کہ پشیمان ہو۔ اور کئے ہوئے گناہ سے شرمندگی حاصل ہو۔ ماضی وہ ہے۔ کہ دشمنوں کو خوش کرے۔ اگر کسی سے ایک درم چھین لے۔ اور ساتھ ہی یہ کہے۔ کہ توبہ توبہ۔ الہی توبہ تو یہ توبہ شمار نہ ہوگی توبہ یہی ہے۔ اس کا درم اسے واپس دے۔ اور اسے خوش کرے۔ پھر اس کی توبہ توبہ تصور ہوگی اور اگر کسی کو برا بھلا کہا ہے۔ تو معافی مانگے۔ اور اسے خوش کرے۔ اور اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہے

فوت ہو جائے۔ تو اسے جتنا بُرا کہا تھا۔ اس سے زیادہ نیکی سے یاد کرے۔ اور اگر کسی کو مار ڈالا ہو۔ اور اس کا کوئی رشتہ دار یا والی زندہ نہ ہو۔ تو غلام آزاد کرے۔ یعنی مُردے کو زندہ تو نہیں کر سکتے۔ اس لیے غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ جو شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے۔ وہ گویا مُردے کو زندہ کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی منکوحہ یا لونڈی سے زنا کرے۔ تو ان سے معافی نہ مانگے بلکہ خدا تعالےٰ کی پناہ ڈھونڈے ⁂

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ کہ اگر شرابی توبہ کرے۔ تو میٹھا شربت اور ٹھنڈا پانی لوگوں کو پلائے۔ ان معانی کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ توبہ کرتے وقت ہر گناہ کے مناسب معذرت کرنی چاہیئے ⁂

مستقبل توبہ یہ ہے۔ کہ یہ نیّت کرے کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا ⁂

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب میں شیخ الاسلام فریدالدّین قدس اللہ سرّہ العزیز کا مُرید ہوا۔ اور توبہ کی۔ تو کئی مرتبہ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ دشمنوں کو خوش کرنا چاہیئے۔ اور صاحب حق کے راضی کرنے کے بارے میں نہایت غلو فرمایا۔ مجھے یاد آگیا۔ کہ میں نے بیس درم جیتلی دینے ہیں۔ اور ایک کتاب کسی سے مستعار لی ہوئی تھی۔ اور وہ کتاب مجھ سے گم ہو گئی تھی۔ جس وقت شیخ کبیر قدس اللہ سرّہ العزیز نے دشمنوں کے خوش کرنے کے بارے میں ذکرِ بلیغ فرمایا۔ تو میں تاڑ گیا۔ کہ مخدوم کو عالم اسرار کا کشف حاصل ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اب کی مرتبہ دہلی جاؤنگا۔ تو انہیں خوش کرونگا۔ جب میں اجودھن سے دہلی آیا۔ تو جس کے بیس درم دینے تھے۔ وہ بزاز تھا جس سے میں نے کپڑا خریدا تھا۔ نہ بیس جیتل جمع ہوتے۔ نہ میں ادا کرتا۔ وجہ معاش تنگ تھی کبھی پانچ جیتل ہاتھ لگتے۔ کبھی دس۔ ایک مرتبہ جب دس جیتل ہاتھ لگے۔ تو میں بزاز کے گھر گیا۔ اسے آواز دی۔ باہر آیا۔ تو اسے کہا۔ کہ تیرے بیس جیتل میں نے دینے ہیں۔ وہ ایک وقت تو ادا نہیں ہو سکتے۔ سو دس لایا ہوں۔ یہ لو۔ اور باقی دس بھی انشاء اللہ جلدی ادا کر دونگا۔ جب اس نے یہ سُنا۔ تو کہا۔ ہاں تو مسلمانوں کے پاس سے آرہا ہے۔ یہ کہکر مجھ سے دس جیتل لے لیئے۔ اور کہا۔ باقی کے دس میں نے تجھ کو بخشے۔ بعد ازاں میں اس شخص کے پاس گیا۔ تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا جناب آپ سے میں نے ایک کتاب مستعار لی تھی۔ سو مجھ سے کھوئی گئی ہے۔ اب میں ویسی ہی کتاب لکھوا کر آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا۔ جب اس نے یہ بات سُنی۔ تو کہا۔ ہاں جہاں سے تو آ رہا ہے۔ اس کا ثمرہ یہی ہے۔ پھر کہا۔ کہ وہ کتاب میں نے تجھے بخشی ⁂

پھر توبہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ جو شخص گناہ کرتا ہے۔ اسکا نفس گناہ کی طرف ہوتا ہے

اور پیٹھ حق کی جانب۔ اور جب اسوقت توبہ کرے۔ تو چاہئے۔ کہ اس کی پیٹھ گناہ کی طرف ہو۔ اور اسکا چہرہ پورے طور پر حق کیطرف ہو ✦

پھر فرمایا۔ کہ جو تائب ہوتا ہے۔ اسے طاعت سے پورا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اور جو پھر گناہ میں مشغول ہوتا ہے۔ اسے طاعت سے ذوق حاصل نہیں ہوتا ✦

پھر خرچ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے رفیقوں میں ایک درم خرچ کرنا۔ دس درم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ اگر دس درم رفیقوں میں خرچ کئے جائیں۔ تو وہ سو درم صدقہ کرنے سے بہتر ہیں۔ اور اگر رفیقوں میں سو درم خرچ کرے۔ تو گویا اس نے غلام آزاد کیا ✦

(مجلس بیستم)

بدھ کے روز ستائیسویں شعبان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ معاملہ خلق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ نیک کون ہیں۔ فرمایا۔ کہ ہمارے زمانے میں اگر کسی کو کہیں۔ کہ وہ بُرا نہیں۔ تو اُسے اسی قدر نیک کہہ سکتے ہیں ✦

پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص لوگوں کی غیبت نہ کرے۔ اور نہ کسی کو بُرا کہے۔ اگرچہ وہ بد بھی ہو۔ تو بھی اسے نیک کہینگے۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

گر با عیبی عیب نہ جوئی نیکی وربد باشی بدی نگوئی نیکی ✦

پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص بُرا ہو اور خلق خدا بھی اُسے بُرا کہے۔ تو اس بُرائی کی کوئی حد نہیں پھر میری طرف مخاطب ہوکر پوچھا۔ کہ چھاؤنی میں سے رہتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ جناب چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا۔ شہر میں راحت نہیں رہی۔ اور نہ ہی ہوگی۔ پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ قدیم ایام میں میرا بھی دل شہر میں رہنے کو نہیں چاہتا تھا ایک روز میں قتلغ خاں کے حوض پر تھا۔ ان دنوں قرآن شریف حفظ کیا کرتا تھا۔ وہاں پر ایک درویش دیکھا۔ جو یاد الٰہی میں مشغول تھا۔ اسے جاکر پوچھا۔ کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں فرمایا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا۔ کیا آپ کا دل شہر میں رہنے کو چاہتا ہے۔ فرمایا۔ نہیں دل تو نہیں چاہتا۔ لیکن مجبور ہوں۔ بعد ازاں اس درویش نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش کو دروازہ کمال کے باہر اس قبرستان میں دیکھا۔ جو خندق کے کنارے واقعہ ہے۔ اور دروازے کے نزدیک ہی ہے۔ اس قبرستان میں بہت سے شہید مدفون ہیں۔ الغرض اس درویش نے مجھے کہا۔ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس شہر سے نکل جاؤ۔ اسی وقت میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ اس شہر سے باہر چلا جاؤں۔ لیکن ایسے موانعات پیش آتے رہے۔ کہ میں جا نہ سکا۔ اب اس بات کو پچیس سال کا عرصہ گذرا

ہے۔ اس عرصے میں میرا ارادہ وہی ہے۔ لیکن جا نہیں سکتا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب میں نے یہ بات اس درویش سے سُنی۔ تو دل میں ٹھان لی۔ کہ اب میں اس شہر میں نہیں رہوں گا۔ کئی مقام پر میرا دل بسانے کو چاہتا۔ کبھی تو قصبہ پٹیالی میں جانے کو جی چاہتا۔ وہاں پر ایک ترک رہتا تھا۔ (اس ترک سے آپ کی مراد امیر خسرو تھی) اور کبھی جی چاہتا تھا۔ کہ شفالے جاؤں۔ جو ایک منفرد مقام ہے۔ چنانچہ میں وہاں تین دن رہا بھی۔ لیکن کوئی مکان قیمتاً یا کرایے پر نہ ملا۔ بطور مہمان تین شخصوں کے ہاں تین دن گزرے۔ پھر واپس چلا آیا۔ لیکن دل میں یہی خیال تھا۔ ایک مرتبہ باغ جیرت میں رانی کے حوض پہ آیا۔ تو بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی۔ (وقت خوش تھا۔) کہ میں اس شہر سے جانا تو چاہتا ہوں۔ اب میں کوئی مقام مقرر تو نہیں کرتا۔ جہاں تیری مرضی ہو۔ بعید سے اسی اثنا میں میں نے غیاث پور کی آواز سُنی۔ میں نے غیاث پور کا کبھی نام بھی نہیں سُنا تھا۔ کہ کہاں ہے۔ جب یہ آواز سُنی۔ تو ایک دوست کے ہاں گیا۔ جو نیشاپوری لقیب تھا۔ تو وہاں سے سُنا۔ کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ شاید وہی غیاث پور ہے۔ الغرض میں غیاث پور آیا۔ ان دنوں یہ مقام چنداں آباد نہ تھا۔ ایک نامعلوم مقام تھا۔ اور آبادی کم۔ میں نے وہاں سکونت اختیار کی۔ جب کیقباد آکر کیلوکھری میں رہا۔ تو ان دنوں یہاں پر بہت لوگ آباد ہوئے۔ اور امراء وغیرہ آنے شروع ہوئے۔ میں نے کہا۔ اب یہاں سے بھی چلنا چاہیئے۔ اسی اثنا میں میرا اُستاد شہر میں فوت ہو گیا۔ میں نے کہا۔ کل اس کا تیسرا ہے۔ اُس کی زیارت کے لئے جاؤں گا۔ اور شہر ہی میں رہوں گا۔ یہ ارادہ کر لیا۔ تو اسی روز ایک اور جوان آیا۔ جو نہایت خوبصورت لیکن خستہ حال اور لاغر تھا۔ واللہ اعلم مردانِ غیب سے تھا۔ یا کون تھا۔ الغرض جب وہ آیا۔ تو پہلی بات مجھ سے یہ کی ؎

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی   کانگشت نمائے جہاں خواہی شد

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ چند اور باتیں بھی اس نے کہیں۔ جو میں نے اور جگہ لکھ رکھی ہیں۔ الغرض پھر اس نے مجھے یہ کہا۔ کہ پہلے ہی اتنا مشہور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مشہور ہو جائیں تو ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ قیامت کے دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر یہ بات کہی۔ کہ یہ کیا قوت اور حوصلہ ہے۔ کہ خلقت سے گوشہ نشینی اختیار کر کے یادِ الٰہی کی جاوے۔ یعنی حوصلہ اور قوت اس قسم کی ہونی چاہیئے۔ کہ خلقت میں رہ کر یادِ الٰہی کی جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب وہ یہ باتیں ختم کر چکا۔ تو میں تھوڑا سا کھانا لایا لیکن اس نے نہ کھایا۔ میں نے اسی وقت نیت کر لی۔ کہ یہیں رہوں گا۔ جب یہ نیت کی۔ تو اس

نے تھوڑا کھانا کھایا۔ اور چلا گیا۔ پھر اسے میں نے نہیں دیکھا۔ واللہ اعلم بالصواب ٭

ذکر فضیلت سورۂ اخلاص

ھفتہ کے روز دسویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ سورۂ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ سورۂ اخلاص قرآن شریف کا ثلث ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد جو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کوئی کمی رہ گئی ہو۔ تو یہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص کا پڑھنا اُسے مکمل کر دے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۂ الحمد پڑھتے ہیں۔ اور چند آیتیں سورۂ البقر کی بھی۔ یہ اس واسطے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کہ آدمیوں میں سے نیک کون ہے۔ فرمایا "الحال المرتحل" حال اُسے کہتے ہیں جو کسی مقام میں آکر اُترے۔ اور مرتحل اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کسی مقام سے روانہ ہو۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے۔ کہ جو شخص قرآن مجید ختم کرتا ہے۔ وہ گویا منزل میں اُترتا ہے۔ پھر جب وہ شروع کرتا ہے تو وہ گویا مرتحل ہے۔ اسی واسطے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الحال المرتحل" ٭

ذکر نماز جنازہ غائب

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بعض غائب جنازے کی نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ کس طرح ہے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جائز ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر بھی نماز ادا کی۔ وہ حبشہ میں مر گیا تھا۔ اور امام شافعی رحمۃ نے بھی اس بات کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر مُردے کا کوئی عضو مل جائے۔ تو اُسی پر نماز ادا کرے۔ پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی حکایت بیان فرمائی۔ جب شیخ نجم الدین صغریٰ کو جو دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔ اُن سے عداوت ہوئی۔ تو شیخ جلال الدین کو ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ الغرض جب شیخ جلال الدین نور اللہ مرقدہٗ بداؤں پہونچے۔ تو ایک روز دریائے بودہ کے کنارے بیٹھے تھے۔ اُٹھ کر تازہ وضو کیا۔ اور حاضرین کو کہا۔ کہ آؤ تا کہ شیخ الاسلام دہلی کی نمازِ جنازہ ادا کریں۔ کیونکہ اسی گھڑی اُن کا انتقال ہوا ہے۔ واقعی ایسا ہی تھا۔ جب شیخ جلال الدین رحمۃ نے فرمایا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کو فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام دہلی نے ہمیں دہلی سے نکالا ہے۔ تو ہمارے شیخ نے اُسے دُنیا سے نکال دیا ہے ٭

پھر ان متحیروں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو یادِ حق میں اسطرح مشغول ہوتے ہیں۔ کہ کسی فرد بشر کو اسکی اطلاع نہیں ہوتی۔ حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ میں ایک مرتبہ ایسے مقام پر پہونچا۔ جہاں پر ایسے سات آٹھ متحیر تھے۔ جو آسمان

کیطرف ٹکٹکی لگائے دن رات حیرت میں کھڑے تھے۔ نماز کے وقت نماز ادا کرکے پھر متحیر ہوجاتے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں انبیاء معصوم ہیں۔ اور اولیاء محفوظ۔ واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسا تو نے بیان کیا ہے۔ اگرچہ دن رات متحیر رہتے ہیں لیکن نمازیں ناغہ نہیں ہونے پاتا۔ اس تحیر کی نسبت شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ چار روز تک اسیطرح عالم تحیر میں رہے۔ اور نیز وفات کے وقت بھی۔ یہ اس طرح پر ہوا۔ کہ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سماع تھا۔ اور شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز حاضر تھے۔ قوال ایک قصیدہ کہہ رہا تھا۔ جب اس شعر پہ پہونچا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ۔ ہر زماں از غیب جان دیگر است

تو شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ کو حالت ہوئی۔ جب وہاں سے اپنے مقام میں آئے۔ تو مدہوش اور متحیر تھے۔ فرمایا۔ یہی شعر پڑھو۔ چنانچہ یہی شعر پڑھا گئے۔ اور آپ اسی طرح متحیر تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو نماز ادا کر لیتے۔ اور پھر یہی شعر کہلواتے جس سے حالت اور حیرت پیدا ہوتی۔ چار دن رات اسی حالت میں رہے۔ پانچویں رات رحلت فرمائی۔ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس رات حاضر تھا۔ جب حضرت قطب العالم کی رحلت کا وقت نزدیک آ پہونچا۔ تو مجھے کچھ غنودگی سی ہوئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز خود اس مقام سے نکلکر اوپر کیطرف جا رہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ کہ دیکھ اللہ تعالےٰ کے دوستوں کو موت نہیں آتی جب میں جاگا۔ تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ؁

سوموار کے روز پندرھویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مشائخ کی بہت سی لوگوں کے رغبت کرنیکے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جن دنوں کیلی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ میں چند روز اس شہر میں رہا۔ جمعہ کے روز جمعہ مسجد میں جاتا۔ اور خلقت میری مزاحم ہوتی۔ ایک روز میں مسجد سے نکلا ہی تھا۔ اور کوچے میں جا رہا تھا۔ ایک مرد نے پیچھے سے آکر پوچھا۔ کہ کیا تو تنگ آگیا ہے۔ کہا ہاں۔ بعد ازاں اس مرد نے کہا۔ کہ میرا خسر شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید تھا۔ جن دنوں آپ دہلی میں تھے۔ تو جمعہ کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہوتا۔ تاکہ خلقت کی مزاحمت کم ہوجائے۔ لیکن خلقت اسی طرح آکر دستبوسی کرتی۔ یہاں تک کہ خلقت کا ہجوم ہوجاتا۔ اور حلقہ سا بن جاتا۔ شیخ صاحب اس حلقے سے آگے بڑھتے۔ تو پھر اور حلقہ بندھ جاتا۔ یہانتک کہ تنگ آ گئے۔ بعد ازاں

میرے خسر نے عرض کی۔ کہ آپ کیوں تنگ آتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی نعمت ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین اوچہ اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ تو اجودہن پہونچکر سارا لشکر شیخ صاحب کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ شیخ صاحب انبوہ دیکھکر حیران ہوگئے۔ شیخ صاحب کی آستین گلی کیطرف لٹکائی گئی۔ لوگ آکر بوسہ دیتے اور چلے جاتے۔ وہ آستین بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ پھر مسجد میں آکر مریدوں کو حکم دیا۔ کہ میرے گرداگرد حلقہ باندھو۔ تاکہ کوئی آدمی اندر نہ آسکے۔ دُور ہی سے سلام کرکے چلے جائیں۔ مریدوں نے ویسا ہی کیا۔ ایک بوڑھا فراش آکر مریدوں کے حلقے سے گذر شیخ صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ اور پائے مبارک کو بوسہ دینے کے لئے کھینچا۔ شیخ صاحب تنگ آگئے۔ اس فراش نے کہا یا شیخ المشائخ حضرت شیخ فریدالدین آپ کیوں تنگ آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی نعمت کا اس سے بھی اچھا شکریہ ادا کرو۔ جب فراش نے یہ کہا۔ تو شیخ صاحب نے نعرہ مارا۔ اور فراش کے حال پر نوازش فرمائی۔ اور اس سے معافی مانگی *

بیان نرم دلی اور خوش خلقی

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ نرم دل ہونا چاہیئے۔ اور خلقت کے ساتھ شفقت سے پیش آنا چاہیئے۔ پھر فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وان ابابکر اسیف۔ یعنی ابوبکر اسیف ہے۔ اسیف اسے کہتے ہیں۔ جو جلدی رو دے۔ نیز خوش خلقی اور تواضع کے بارے میں فرمایا۔ کہ عمرو بن عاص نے زمانۂ جاہلیت میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنا۔ تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ اے پروردگار! عاص کے بیٹے نے میری ہجو کی ہے۔ میں شاعر نہیں ہوں۔ میری طرف سے تو ہی اُس کی ہجو کردے *

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی شان عمرو بن عاص کی لفظ حربرہ نے ہجو کی۔ حربرہ اُس شخص کو کہتے ہیں۔ جو مکار ہو۔ یعنے عمرو بن عاص لوگوں میں مشہور ہوگیا۔ اگرچہ وہ بعد میں ایمان لے آیا۔ لیکن ہجو کے سبب مکاری میں مشہور ہوگیا۔ اور قیامت تک رہیگا۔ پس جب ہجو کرنا مکر اور مکاری ہے۔ تو مدح کرنا نرمی اور خوش خلقی اور تواضع ہے واللہ اعلم بالصواب *

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک عزیز کسی کا بھیجا ہوا آیا تھا۔ یہ معافی مانگنے کے لئے کہ خواجہ صاحب نے کسی کی سفارش کے لئے فرمایا تھا۔ اور اس میں دیر ہوگئی تھی۔ جب اس آدمی نے بھیجنے والے کی زبانی معافی مانگی۔ تو خواجہ صاحب نے معاف فرمایا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اگرچہ ناراض ہونے کا مقام ہے

لیکن میں ناراض نہیں ہوتا۔ بلکہ معاف کرتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص کسی پیر کا مرید بنتا ہے۔ تو اس فعل کو تحکیم کہتے ہیں۔ یعنے اپنے پیر کو اپنا حاکم بناتا ہے۔ پس جو کچھ پیر کہے۔ اور مُرید نہ سنے۔ وہ تحکیم نہ ہوئی۔ پھر فرمایا۔ اگرچہ ناراضگی کا موقعہ ہے۔ لیکن میں نے معاف کیا۔ اسی اثناء میں مَیں نے (مؤلف کتاب) عرض کی۔ کہ پیر اگرچہ بہ سبب اپنی عنایت کے مُرید کی خطا معاف کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ وہ کس طرح معاف کر سکتا ہے۔ فرمایا پیر کا معاف کرنا حقتعالےٰ کے فرمان سے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جو کچھ پیر فرمائے مرید کو وہی کرنا چاہیئے ؂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایسا ہی آیا ہے۔ کہ اگر پیر نامشروع بات بھی فرمائے۔ تو کیا کرنا چاہیئے اس کا انکار کردے یا نہ۔ فرمایا۔ پیر بھی ایسا ہونا چاہیئے۔ جو شریعت۔ طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو۔ جب خود ایسا ہوگا۔ تو کوئی نامشروع بات مرید کو کرنے کے لئے نہ کہیگا۔ اگر کچھ کہیگا بھی تو مختلف فیہ ہوگی۔ یعنی بعض کے نزدیک جائز ہوگی۔ اور بعض کے نزدیک ناجائز پس مرید کو وہی کرنا چاہیئے۔ جو پیر کہے۔ کیونکہ وہ بھی کسی قول کے موافق حکم کرتا ہے۔ اگرچہ بعض اس سے مخالف رائے ہوں۔ پھر بھی اسے پیر کا فرمان بجالانا چاہیئے ؂

پھر اسی بارے میں فرمایا۔ کہ فرض کرو۔ ایک شخص دوسرے کو کوئی بات کہتا ہے۔ یا سفارش کرتا ہے۔ اور وہ اسے مانتا نہیں۔ تو اس بات کو اسپر محمول کرنا چاہیئے۔ کہ وقت نہ تھا۔ یا اسکو معلوم نہ تھا۔ فرمایا۔ اپنی ہی خطاء خیال کرنی چاہیئے۔ شاید ایسا ہی ہو ؂

پھر فرمایا۔ کہ اجودہن میں ایک عامل تھا۔ جسے والئے اجودہن تکلیف دیا کرتا تھا۔ اس عامل نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آکر سفارش کے لئے التماس کی۔ شیخ نے کسی آدمی کو والئے اجودہن کے پاس اس عامل کی نسبت بات کہلا بھیجی لیکن والئے اجودہن اپنی بات پر جما رہا۔ بعد ازاں شیخصاحب نے اس عامل کو فرمایا۔ کہ میں نے تو کہا تھا۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ شائد موقعہ مناسب نہ تھا۔ یا تیرے پاس کسی نے سفارش کی ہو۔ اور تو نے نہ سُنی ہو۔ تب وہاں کے حاکم نے آکر معافی مانگی۔ تو شیخصاحب نے معاف کر دیا۔ پھر معاف کرنے اور کئے ہوئے جُرم کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید ممن نام ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ اس کی نسبت کسی نے شیخصاحب کو کہا۔ کہ وہ شراب خوری کرتا ہے۔ جب وہ شیخصاحب کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو آپ نے پوچھا۔ کہ مَیں نے سُنا ہے۔ تم شراب پیتے ہو۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ یہ کسی نے جھوٹی خبر دی ہے۔ شیخصاحب نے فرمایا شاید ایسا ہی ہو

جیسا تو کہتا ہے۔ اُنہوں نے ہی جھوٹ کہا ہو۔ الغرض اس سے بڑی خوشی سے باتیں کرنے لگے۔ اور اُسکا عُذر قبول کر لیا ٭

بعد ازاں مشائخ کے حکم کرنے اور مریدوں کے قبول کر لینے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بُڑھیا آ کر کئی مرتبہ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جھاڑو دیتی۔ کئی مرتبہ جب کر چکی۔ تو شیخصاحب نے اس سے پوچھا۔ کہ اِس خدمت سے تیرا کیا مطلب ہے بیان کر۔ تاکہ میں پُورا کروں۔ اُس نے کہا مطلب تو ہے لیکن وقت پر بتاؤنگی۔ القصہ وہ بُڑھیا یہ خدمت بجا لایا کی۔ ایک روز ایک خوبصورت جوان شیخصاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُس بُڑھیا نے آ کر شیخصاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اب مدعا کے اظہار کا وقت ہے۔ فرمایا۔ بیان کر۔ عرض کی۔ اِس جوان کو حکم کریں۔ کہ مُجھ سے شادی کر لے۔ شیخصاحب سوچ میں پڑ گئے۔ اور دِل میں کہنے لگے۔ کہ یہ عورت بدصورت اور بُڑھیا ہے۔ اور وہ مرد خوبصورت اور نوجوان ہے۔ خلوت میں چلے گئے۔ تین دن اور رات نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اس کے بعد اس جوان اور بُڑھیا دونوں کو بُلا کر جوان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس بُڑھیا سے نکاح کر لے۔ اس جوان نے چار و ناچار قبول کیا۔ بعد ازاں اُس بُڑھیا نے التماس کی۔ کہ شیخصاحب حکم دیں۔ تاکہ عورتوں کی طرح مجھے جلوہ دیں۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ ایسا ہی کرو۔ ضیافت کی رسم بجا لائے۔ اور کھانا دو چند پکایا گیا۔ پھر بڑھیا نے التماس کی۔ کہ شیخصاحب اس جوان کو فرمایئے کہ مجھے اپنے ہاتھ سے زمین پر سے اُٹھا کر تخت پر بٹھائے۔ شیخ کے فرمان کے مطابق اس جوان نے ویسا ہی کیا۔ پھر بڑھیا نے شیخصاحب کی خدمت میں التماس کی۔ کہ اس جوان کو حکم دیں کہ مجھے زمین پر نہ دے پٹکے۔ یعنی اس کام میں وفادار رہے پیٹھ نہ دکھا جائے۔ القصہ شیخصاحب نے حکم کیا۔ اور اس جوان نے قبول کیا۔ فرمایا۔ دراصل یہ حکایت اس بارے میں ہے۔ کہ مُرید اپنے پیر کا حکم مانیں ٭

پھر شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا۔ کہ میں تقریباً دس بارہ سال آپکی خدمت میں رہ چکا ہوں۔ نعت پڑھا کرتا تھا۔ ایک شخص ابوبکر خراط نامی جسے ابوبکر قوال بھی کہتے تھے۔ میرے اُستاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ وہ مُلتان سے آیا تھا۔ اس نے کہا۔ کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رح کو میں سماع سُنایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ شعر میں نے پڑھے ؎

کلّ صبح و کلّ اشراقی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ ‌ ‌ بھبّک عینی بدمع مشتاقی
قد لسعت حیۃ الھوی کبدی ‌ ‌ ‌ فلا طبیب لھا ولا راقی

دو مصرعے باقی کے مجھے یاد نہ تھے۔ شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ وہ یہ ہیں :- ؎

الا الحبیب الذی قد شغفت بہ فعندہ رقیتی و تریاقی

؎

از مار غمش گزندہ دارم جگرے کو را نکند ہیچ فسونگر اثرے

جز دوست کہ من شیفتہ عشق ویم افسوں علاج من چہ داند دگرے

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کرنے شروع کئے۔ کہ وہاں پر ذکر اس طرح ہوتا ہے۔ اور عبادت اس طرح اور اوراد اس طرح کہ وہاں پر جو لونڈیاں پسنہاریاں ہیں۔ وہ بھی ذکر کرتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں کہیں۔ لیکن ان باتوں کا میرے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر کہا۔ کہ میں وہاں سے اجودھن آیا۔ وہاں پر ان صفات سے موصوف ایک بزرگ دیکھا الغرض جب شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب میں نے سنے تو میرے دل میں محبت۔ ارادت اور صدق قائم ہوگیا۔ چنانچہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ شیخ فریدالدین کہا کرتا۔ پس وہ محبت بہت ہی بڑھ گئی۔ یاروں کو بھی معلوم ہوگیا۔ اگر مجھ سے کوئی بات پوچھنے یا قسم دلانی چاہتے۔ تو کہتے۔ کہ شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ کی قسم کھاؤ۔

القصہ بعد ازاں دہلی کا ارادہ کیا۔ ایک بوڑھا عوض نام میرے ہمراہ ہوا۔ اثنائے راہ میں اگر کہیں شیر وغیرہ یا چوروں کا ڈر ہوتا۔ تو وہ کہتا۔ یا پیر حاضر ہوجیو۔ آپ ہمارے پیر ہم آپ کی پناہ میں ہیں میں نے پوچھا۔ اس پیر سے کونسا پیر مراد ہے؟ کہا حضرت شیخ فریدالدین نور اللہ مرقدہٗ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کے سننے سے اور ہی ذوق اور شوق پیدا ہوگیا۔ اس راہ میں ایک اور مرد ہمراہ ہولیا۔ جسے مولانا حسین ہنس مکھ کہتے تھے۔ اور جو ایک نیک مرد تھا۔ جب ہم دہلی پہونچے۔ تو اتفاقاً شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر کے پاس ہی اترے۔ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالےٰ کو یہ دولت دینی منظور تھی۔ اسواسطے ایسے اسباب مہیا کئے۔

پھر شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ آپ کو سماع سے کمال درجہ کا حظ حاصل ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے سماع سننا چاہا۔ تو قوال موجود نہ تھا۔ بدرالدین اسحاق علیہ الرحمۃ والرضوان کو فرمایا۔ کہ حضرت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ نے خط بھیجا ہے۔ اسے لاؤ۔ آپ نے تمام خطوط جمع کرکے تھیلی میں ڈال رکھے تھے۔ بدرالدین اسحاق نے جب تھیلی میں ہاتھ ڈالا۔ تو وہی خط ہاتھ آیا۔ جو شیخ صاحب کی خدمت میں لایا گیا۔ فرمایا کھڑے ہوکر پڑھو۔ بدرالدین نے پڑھنا شروع کیا۔ مکتوب کی یہ عبارت تھی۔ "فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشان است و از سر و دیدہ خاک قدم ایشان" شیخ صاحب نے جب اسقدر سنا۔ تو حالت اور ذوق طاری ہوئے۔ پھر اسی مکتوب کی یہ رباعی پڑھوائی رباعی

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد — و آں روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال — آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اس مکتوب کو خیال میں رکھ کر یہ فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ نے شیخ صاحب کی خدمت میں خط لکھا تھا جس میں کچھ نظم بھی درج تھی۔ خواجہ صاحب نے انہیں سے دو چار شعر سنائے جس میں سے مجھے (مؤلف کتاب) صرف دو شعر یاد رہے۔ رباعی

دریں خاطرم گر جمع بودے — بمدح تو کردے گوہر فشانی

فرید الدین و ملت یار مہتر — کہ بادش در کرامت زندگانی

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما کی آپس میں ملاقات کس طرح ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ تو چاہا۔ کہ حضرت شیخ قطب الدین رح میرا استقبال کریں۔ اپنے گھر سے نکل آئے شیخ صاحب کا مکان کیلوکھری کے پاس تھا۔ وہاں سے نکل تنگ کوچوں میں چلنا شروع کیا۔ شارع عام کی راہ نہ گئے۔ شیخ جلال الدین قدس سرہ العزیز بھی شارع عام سے نہ آئے انہوں نے بھی تنگ کوچوں سے آنا شروع کیا۔ اسی طرح دونوں بزرگوں کی باہم ملاقات ہوئی۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ملک عزیز الدین بختیار کی مسجد میں جو اس کے حمام کے بالمقابل ہے۔ یہ دونوں بزرگوار آپس میں ملے ؛

اتوار کے روز پندرھویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو ایام تشریق میں شرف مصافحت حاصل ہوا۔ نماز کے حال کی بابت پوچھا۔ اس عید پر بارش سخت ہوئی۔ اور قدرے اولے بھی پڑے بہت سے لوگ نماز میں شامل بھی نہ ہوسکے۔ چنانچہ میں بھی شامل نہ ہو سکا ؛

القصہ جب خواجہ صاحب کو اس بات کی اطلاع دی گئی۔ کہ میں نہیں گیا تھا۔ فرمایا۔ ہاں بہت لوگ نہیں آسکے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے بھی ایک ہی رکعت ادا کی تھی۔ دوسری رکعت کے وقت بارش ہونے لگی جب نماز ختم ہوئی۔ تو خطیب اور میں رہ گئے۔ باقی سارے لوگ گھروں کو واپس آ گئے۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ اگر اس عید کی نماز اس روز ادا نہ ہو سکے۔ تو کیا دوسرے روز ادا کرنی جائز ہے۔ فرمایا۔ ہاں عید الضحیٰ کی نماز تو دوسرے روز بلکہ تیسرے روز بھی ادا کرنی جائز ہے لیکن عید الفطر کی نماز اگر قضا ہو جائے۔ تو دوسرے روز ادا نہیں کرنی چاہئے ؛

پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اس عید پر میرے دل میں خیال تھا۔ کہ اگر بارش بہت ہو جائیں اور نماز ادا نہ کی جائے۔ تو دوسرے روز ادا کریں۔ لیکن چونکہ سب لوگ آئے ہوئے

تھے۔ اور خطیب نماز ادا کر چکا تھا +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ نماز استخارہ جو ہر روز ادا کی جاتی ہے۔ وہ ہر روز کی خیریت اور ہر جمعہ کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے۔ نیز اس ہفتے اور عید کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے نیز سارے سال کی خیریت کے لئے بھی۔ میں نے پوچھا۔ عید الضحیٰ کے روز یا عید الفطر کے دن فرمایا۔ دونوں دن ادا کرنی چاہیئے +

ھفتہ کے روز سولھویں محرم ۷۱۶ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں اس روز اپنے عزیزوں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لایا تھا۔ عرض کی۔ کہ اسے قرآن شریف پڑھنے کیلئے بھیجنا ہے۔ پہلے آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ تاکہ جناب کی نظر کی برکت سے اللہ تعالےٰ قرآن شریف کا پڑھنا اس کے نصیب کرے۔ آپ نے دُعا کی۔ اور پھر تختی دست مبارک میں لیکر اسپر یہ عبارت لکھی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رب یسر و لا تعسر ابت ثج" اور زبانِ مبارک سے یہ حروف اُسے پڑھائے۔ پھر فرمایا۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایسے لوگ بھی ہونگے جنکو جبراً کھینچکر بہشت میں لایا جائیگا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اس حدیث کی نسبت تین قول مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ یہ بچے ہونگے۔ جو جبراً معلم کے پاس لائے جاتے ہیں۔ جو بتدریج حروف سے معنی کو پہونچتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے۔ کہ وہ غلام ہونگے۔ جن کو دار الحرب سے دار السلام میں زنجیر ڈالکر لایا جاتا ہے۔ اسوقت خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا۔ کہ تیسرا قول یہ ہے۔ کہ وہ لوگ ہونگے۔ جو محبان حق ہیں۔ قیامت کے دن انہیں بہشت میں جانے کا حُکم ہوگا۔ لیکن وہ کہینگے۔ کہ ہم نے بہشت یا دوزخ کے لیے تیری پرستش نہیں کی۔ ہم نے محض تیری محبت کی خاطر تیری پرستش کی ہے حُکم ہوگا۔ کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ لیکن دیدار اور وصال کا وعدہ بہشت میں پورا ہوگا۔ وہاں چلو۔ وہ پھر بھی نہیں جائینگے۔ پھر فرشتوں کو حُکم ہوگا۔ کہ انہیں نوری زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لیجاؤ +

منگل کے روز ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قناعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ دُنیا کے طلب نہ کرنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ مولانا حافظ الدین نے جو کتابیں کافی اور شافی لکھی ہیں۔ ان میں لکھا ہے۔ کہ کُتے کو شکار کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ جب تین مرتبہ شکار پکڑ لیتا ہے۔ اور مالک کو لاکر دیتا ہے۔ تو اسے معلم کہتے ہیں۔ واقعی اسے استاد پکڑنا چاہیئے۔ چیتے کو بھی شکار کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ لیکن چیتے کو اسوقت چھوڑا جاتا ہے جب شکار بالکل نزدیک آجاتا ہے۔ تو وہ اُچھلکر اسپر جا پڑتا ہے۔ اگر نہیں ملتا۔ تو اُس کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ برخلاف اس کے کُتا شکار کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ القصہ اس بزرگ نے وہاں یہ بھی

ذکر طلب دنیا

لکھا ہے۔ کہ لوگوں کو چاہیئے۔ کہ چند خصلتیں چیتے سے سیکھیں۔ ایک یہ کہ کتّے کی طرح رزق کے پیچھے مارے مارے نہ پھریں۔ اگر کچھ مل جائے۔ تو اُس پر قابض ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ جب چیتا شکار پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر شکار مل جاتا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اسکا پیچھا نہیں کرتا۔ اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیئے کہ اگر دُنیا طلب کریں۔ تو تھوڑی کریں۔ نہ اسکی خاطر پریشان خاطر رہیں۔ تیسرے یہ کہ اگر چیتا شکار کرنے میں سُستی کرے۔ تو کتّے کو لاکر اس کے روبرو پیٹا جاتا ہے۔ تاکہ چیتا ڈر جائے۔ لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کہ دوسروں کو دیکھکر عبرت پکڑیں ؁

ھفتہ کے روز بیسویں ماہ ربیع الاوّل ۷۱۶؁ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس روز ایک آدمی کو پکڑا تھا جس کے ہاتھ میں چھُری تھی۔ واللہ اعلم وہ کون تھا۔ جب خدمتگار اسے پکڑ کر خواجہ صاحب کی خدمت میں لائے۔ اور حال بیان کیا۔ تو خواجہ صاحب نے اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ اُسے تکلیف پہونچائی جائے۔ پاس بُلا کر فرمایا۔ کہ آئندہ اس بات کا اقرار کرو۔ کہ کبھی مسلمان کو ضرر نہ دوگے۔ اس نے عہد کیا۔ تو خواجہ صاحب نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور رستے کا خرچ بھی دیا۔ جب اس روز میں حاضر خدمت ہؤا۔ تو اسی بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک روز شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز صبح کی نماز ادا کرکے زمین پر سر رکھکر یاد الٰہی میں مشغول تھے۔ اکثر اسی طرح یاد الٰہی میں مشغول ہؤا کرتے تھے۔ اس دن شاید سردی کی وجہ سے پوستین اوپر ڈال رکھی تھی۔ اور وہاں میرے سوا اور کوئی خادم موجود نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے آکر بلند آواز سے سلام کہا۔ جس سے شیخصاحب یاد الٰہی سے رُک گئے شیخصاحب نے اسی طرح زمین پر سر رکھے ہوئے اور پوستین اوڑھے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ شخص جو آیا ہے وہ ایک میانہ قد زرد رنگ کا ترک ہے۔ میں نے اسے دیکھا۔ تو واقعی اُسی شکل و صورت کا تھا۔ میں نے عرض کی جناب اسی شکل کا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ اس کی کمر میں زنجیر بھی ہے۔ عرض کی۔ کہ ہاں ہے پھر فرمایا۔ کہ اُس کے کان میں کچھ چیز ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اُس کے کان میں بالے ہیں۔ ان سوال و جواب سے اس ترک کا رنگ متغیر ہو گیا شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ اسے کہو چلا جائے۔ ورنہ زیادہ رسوا ہوگا۔ یہ سُنکر وہ غائب ہو گیا۔ اسی مجلس میں یہ حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک شخص مولانا حسام الدین بنہ نام غزنی میں رہتا تھا۔ جو شمس العارفین کی اولاد سے تھا۔ اور خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا۔ وہ اور ایک اور یار دونوں کھڑے تھے۔ کہ خواجہ صاحب نے پہلے ان کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اُن کی طرف دیکھ کر زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اسوقت تم میں سے ایک کیلئے شہادت کی خلعت تیار کی گئی ہے۔ جب دونوں خواجہ صاحب سے رُخصت ہوئے۔ تو آپس میں کہا۔ دیکھیے کس کو یہ دولت نصیب ہوتی

ہے - مولانا حسام الدین ذاکر تھے - اسی دن تذکیر کر کے منبر سے جب اُترے - تو بہت لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے - اور دست بوسی کرنے لگے - ان میں سے ایک نے چھری نکال آپ کو شہید کیا جب گھر لائے گئے - تو کوئی دم باقی تھا - کسی کے ہاتھ اپنے یار کو کہلا بھیجا - کہ وہ خلعت مجھے ملی ہے ٭

ذکر برکت قرآن و حفظ آں

اتوار کے روز ستائیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا - قرآن شریف کی برکت اور حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - فرمایا - بداؤں میں ایک شخص قرآن شریف ساتوں طرح کی قرأتوں سے پڑھ سکتا تھا - اور نہایت صالح مرد صاحب کرامت اور ایک ہندو کا غلام تھا - جسے شادی مقری کہتے تھے - اس کی ایک کرامت تو یہی تھی - کہ جو شخص اس سے قرآن شریف کا ایک ورق پڑھ لیتا - اللہ تعالےٰ اسے سارا قرآن شریف نصیب کرتا - میں نے بھی اس سے ایک سیپارہ پڑھا - اُس کی برکت سے مجھے قرآن شریف حفظ ہو گیا - الغرض اس شادی مقری کا ایک آقا تھا - جو سہاور میں رہتا تھا - اور جسے خواجگی مقری کہتے تھے - وہ بھی بہت ہی بزرگ تھا - القصّہ ایک دفعہ کوئی شخص سہاور سے آیا - شادی مقری نے اس سے پوچھا - کہ کیا میرا آقا راضی خوشی تو ہے - اُسکا آقا مر چکا تھا - لیکن اُس شخص نے وفات کی خبر نہ کی - اور کہا - کہ ہاں سلامت ہے - پھر سہاور کے حالات بیان کرنے شروع کئے - کہ برسات بڑے زور کی ہوئی جس سے کئی گھر برباد ہو گئے - اور ایک مرتبہ آگ بھی لگی - جس سے کئی گھر جلکر راکھ ہو گئے - جب وہ شخص اتنی باتیں بیان کر چکا - تو شادی مقری نے کہا - شاید میرا آقا زندہ نہیں - کہا - ہاں - وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا - واللہ اعلم ٭

ذکر زیارت کعبہ معظمہ

اتوار کے روز بیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پائبوسی کی سعادت حاصل ہوئی - سست اعتقاد گروہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی - نیز ان لوگوں کے بارے میں جو کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں - اور جب واپس آتے ہیں - تو پھر دُنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں - میں نے عرض کی - کہ مجھے تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے - جو آپ کے مرید ہو کر پھر کسی طرف ہو جائیں جس وقت میں نے یہ عرض کی - اسوقت میرا یار بلیج نام حاضر خدمت تھا - میں نے عرض کی - کہ بندے نے ایک مرتبہ اس بلیج سے ایک بات سُنی - جس نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا - وہ بات یوں بیان کی - کہ حج کو وہ شخص جائے - جسکا پیر نہ ہو - خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی - تو آبدیدہ ہو کر یہ مصرعہ فرمایا - مصرعہ

آں رہ بسوئے کعبہ برد و ایں بسوئے دوست

بعد ازاں فرمایا - کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کے بعد مجھے حج کا شوق

عظیم پیدا ہوا میں نے کہا۔ کہ پہلے اجودہن جاکر شیخ صاحب کی زیارت کروں۔ جب زیارت کی۔ تو میرا مقصود حاصل ہوگیا۔ اور کچھ اور بھی مِلگیا۔ دوسری مرتبہ جب پھر حج کی خواہش پیدا ہوئی۔ تو پھر بھی شیخ کی زیارت کی۔ اور مطلب حاصل ہوگیا ٭

اتوار کے روز گیارہویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت فرمایا۔ کہ ایک رات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک نیا کھدا ہوا کنؤاں ہے۔ اور اسپر ڈول پڑا ہے۔ اس میں پانی تو تھا۔ لیکن اس کی عمارت تیار نہ تھی۔ یعنی اینٹوں وغیرہ سے تیار نہیں کیا گیا تھا۔ صرف گڑھے کیطرح تھا۔ ایسے ایسے کنوئیں کو قلیب کہتے ہیں۔ اور جس کی عمارت وغیرہ ہر طرح سے بالکل تیار ہو۔ اسے طوی کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آنجنابؐ نے ڈول سے تھوڑا پانی کھینچا۔ پھر دست مبارک اُٹھالیا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ اور انہوں نے دو تین ڈول کھینچے۔ تو تھک گئے۔ پھر عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے آکر بارہ ڈول کھینچے۔ تو وہ ڈول بڑا ہوگیا جس کے سبب بہت سی زمین سیراب ہوئی ٭

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے۔ کہ کنوئیں سے اصلی مراد پانی ہے خواہ کنوئیں پر عمارت وغیرہ بنائیں۔ یا نہ بنائیں۔ تکلف کریں۔ یا نہ کریں۔ بہر حال اصلی مقصد تو پانی ہے۔ یعنی ہر کام میں کوئی نہ کوئی علت غائی ہوتی ہے ٭

بیان تجرد و تأہل

اسی اثنا میں حاضرین میں سے ایک نے محمد گوالیوری مرید کا سلام پہونچایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں میں جانتا ہوں۔ وہ خدا کا پیارا ہے۔ اُس نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ مجرد رہنا اچھا ہے۔ یا شادی کرلینی بہتر ہے۔ میں نے کہا۔ کہ بہتر تو تجرد ہے۔ لیکن لیکن شادی کی بھی اجازت ہے۔ اگر کوئی شخص یاد الٰہی میں اس طرح مشغول ہو۔ کہ اسے اس بات کی خبر نہ ہو۔ اور نہ ہی جانتا ہو۔ کہ بات کیا ہے۔ تو اس کے تمام اعضاء آنکھ۔ زبان وغیرہ بیشک محفوظ رہینگے۔ ایسے شخص کو مجرد رہنا چاہیئے۔ لیکن جس کے دل میں اس بات کا خیال گذرے۔ اُسے شادی کرلینی چاہیئے۔ اس بارے میں اصلی کام نیت ہے۔ جب نیت حق کی مشغولی کی ہوگی۔ تو سارے اعضاء پر اس کا اثر پڑے گا۔ جب اسکا باطن اور طرح کا ہو جائیگا۔ تو اس کے اعضاء پر بھی وہی اثر پڑیگا ٭

بیان تاریخ وفات سلطان شمس الدین

پھر محمد گوالیوری کی عمر کی بابت فرمایا۔ کہ وہ اتنے سال کا ہے۔ یہاں سے سلطان شمس الدین کی تاریخ وفات یاد آگئی۔ تو یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

بسال ششصد وسی وسه از ہجرت ٭ نماند شاہ جہاں شمس الدین عالمگیر

—— پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جب مرید پیر کو وداع کرتے ہیں۔ تو پھر حاضر خدمت

نہیں ہوتے۔ مگر اس کے بعد کہ کسی مہم یا سفر میں واپس آئیں۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب علی بکی کو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے وداع کیا۔ تو دوسرے روز ہی اجودہن کے گرد نواح میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اسی روز پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ کہ کل تو تو رخصت ہو کر چلا گیا تھا۔ آج پھر آ نکلا۔ عرض کی۔ کہ آج ساتھیوں نے یہیں مقام کیا تھا۔ میں پھر خدمت میں حاضر ہو گیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا، مرحبا۔ جب رات ہوئی۔ تو پھر جا کر قافلے میں رہا۔ تیسرے روز پھر مقام وہیں تھا۔ پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا۔ کہ دو روٹیاں لا کر اسے دو۔ جب رخصت کیا۔ تو پھر نہ آیا ✤

پھر اسی علی بکی کے بارے میں فرمایا کہ وہ نیک اور بابرکت آدمی تھا۔ بارہا دعا کیا کرتا تھا کہ پروردگار! مجھے ایسی جگہ موت آئے۔ کہ میں اپنے شہر میں نہ ہوں۔ یعنی راستے میں جہاں مجھے کوئی پہچان نہ سکے۔ کہ کون ہے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ بدایوں کی طرف روانہ ہوا۔ تو اثنائے راہ میں بیمار ہوا۔ جب قصبہ نجلانہ سے باہر نکلا۔ تو بیماری اور بھی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ اسی حدود میں مر گیا۔ اور بدایوں نہ پہنچ سکا ✤

پھر اسی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ میں نے اس سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ کرمان میں بطور مسافر وارد تھا۔ کرمان میں ایک قاضی تھا جس نے ایک روز شہر کے بڑے بڑے رؤسا اور مشائخ کو بلایا۔ اور مجلس آراستہ کی۔ ایک لاغر و ناتوان زرد رو درویش بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ اگرچہ اسے بلایا تو نہیں گیا تھا۔ لیکن اس نے سنا تھا۔ کہ آج قاضی کے ہاں دعوت ہے۔ آ کر ایک کونے میں بیٹھ رہا۔ جب سماع شروع ہوا۔ تو اس درویش میں جنبش نمودار ہوئی۔ اٹھ کر رقص کرنا چاہا۔ قاضی اس بات سے ناراض ہوا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ پہلے صاحب صدر یا کوئی اور بزرگ رقص کرے یہ درویش کیوں پہلے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے آواز دی۔ کہ اے درویش بیٹھ جا۔ درویش ناراض ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک گھڑی بعد جب سماع گرم ہوا۔ تو قاضی اٹھا۔ اٹھتے ہی درویش نے کہا۔ قاضی صاحب بیٹھ جائیے۔ درویش نے یہ الفاظ کچھ ایسے لہجے میں کہے۔ کہ حاضرین دم نہ مار سکے قاضی اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ القصہ جب مجلس سماع برخاست ہوئی۔ تو اور لوگ بھی واپس چلے گئے۔ اور وہ درویش بھی۔ لیکن قاضی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ چند مرتبہ اٹھنا چاہا۔ لیکن نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ سات سال اسی حالت میں رہا۔ آخر سات سال بعد درویش واپس آیا۔ اسے معلوم تو تھا۔ کہ کارروائی کی ہوئی ہے۔ قاضی کو آ کر دیکھا۔ کہ لاغر ہو گیا ہے۔ پاس کھڑے ہو کر کہا۔ قاضی اٹھ!

قاضی۔ لیکن قاضی نہ اُٹھا۔ پھر دوسری مرتبہ کہا۔ قاضی اُٹھ۔ قاضی صاحب اسیطرح بیٹھے رہے تیسری مرتبہ کہا بھلا اسی طرح بیٹھا رہ۔ اور اسی طرح مرجانا۔ یہ کہکر چلتا بنا۔ بعد ازاں قاضی نے آدمیوں کو دوڑایا کہ اسے واپس لائیں۔ لیکن اسکا پتہ نہ ملا۔ پھر نہ ملا۔ اور قاضی صاحب پھر اسی حالت میں مرگئے ٭

بُدھ کے روز اٹھائیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مجھ سے پوچھا۔ کہ جمعہ کی نماز کہاں ادا کرتے ہو۔ عرض کی کیلوکھری کی جامع مسجد میں۔ لیکن میرا آنجناب کا مزاحم نہیں ہوتا۔ اس واسطے اس دن عوام کا ہجوم بہت ہوتا ہے۔ فرمایا۔ میں نے کہا ہوا ہے کہ جو خاص یار گھر پر میرے پاس آتے ہیں۔ انہیں ضرورت نہیں۔ کہ عام انبوہ میں میرے مزاحم ہوں ٭

[illegible]

پھر اس بارے میں کہ ایسے موقعوں پر مزاحم نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک حکایت بیان فرمائی کہ مولانا برہان الدین بلخی عالم کامل تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں کچھ پڑھنے کے لئے آتا۔ تو آپ اسے فرماتے۔ کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں کرلو۔ پھر میں پڑھاؤنگا وہ شرائط یہ ہیں۔ اوّل ایک وقت کھانا کھانا۔ جو کھانا پسند اور مرغوب طبع ہو۔ صرف ایکدفعہ کھانا۔ تاکہ علم کے لئے بھی کچھ جگہ رہے۔ دوسرے یہ کہ ناغہ نہ کرنا۔ اگر ایک روز بھی ناغہ کروگے۔ تو دوسرے روز سبق نہیں دونگا۔ تیسرے یہ کہ جب راستے میں تجھے ملے تو سلام کرکے گذر جانا۔ ہاتھ پاؤں پڑنے اور زیادہ تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو بعد ازاں فرمایا۔ کہ خلقت میرے پاس آتی ہے۔ اور سجدہ کرتی ہے۔ چونکہ شیخ الاسلام فریدالدین اور شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہما العزیز نے منع نہیں فرمایا تھا۔ میں بھی منع نہیں کرتا۔ اس اثناء میں بندے نے عرض کی۔ کہ جب میں آکر جناب کو تعظیمی سجدہ کرتا ہوں۔ تو ایسا کرنے میں مجھ میں کچھ زیادتی ہوجاتی ہے۔ اور نفس شکنی ہوتی ہے۔ لیکن آپ کو اللہ تعالےٰ ہی نے بڑائی عنایت کر رکھی ہے۔ کچھ مریدوں کی خدمت پر منحصر نہیں ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ انہیں گذشتہ دنوں میں ایک بزرگ شخص روم و شام کی سیر کرکے آیا۔ جب بیٹھا۔ تو اتنے میں وحیدالدین قریشی نے حسب معمول سجدہ کیا۔ اس بزرگ نے اسے منع کیا۔ کہ یہیں کیا کرتے ہو۔ سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اس بارے میں مجھ سے بحث کرنے لگا۔ میں نے تو جواب دینا نہ چاہا۔ لیکن جب حد سے بڑھ گیا۔ تو میں نے صرف اسقدر کہا۔ کہ سنو۔ اتنا جوش نہ دکھاؤ۔ جب کوئی امر فرض ہو۔ اور بعد میں اس کی فرضیت جاتی رہے۔ تو وہ مستحب رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایام بیض اور ایام عاشورہ جو پہلی اُمتوں پر فرض تھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اُن کی فرضیت جاتی

رہی۔ صرف استحباب (مستحب ہونا) باقی رہ گیا۔ اب رہا سجدہ۔ سو پہلی اُمتوں کے لئے مستحب تھا جیسے رعیت بادشاہ کو یا شاگرد اُستاد کو یا اُمت پیغمبر کو تعظیماً سجدہ کیا کرتے۔ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے عہد میں بالکل جاتی رہی۔ صرف مباح رہ گیا ہے مستحب نہیں۔ سو مباح کے لئے نفی اور منع کا کہاں ذکر ہوا ہے۔ ایک بھی ایسی مثال بتا دو۔ صرف یہ انکار کس کام کا۔ جب میں نے اسے اسقدر کہا۔ تو کوئی جواب نہ دے سکا۔ خواجہ صاحب جب یہ بات ختم کر چکے۔ تو فرمایا۔ کہ میں یہ کہکر پشیمان ہوا۔ کہ میں نے یہ بات کیوں کہی جس سے وہ کھسیانا ہوا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ میں دو وجہ سے پشیمان ہوا۔ ایک اسواسطے کہ کیوں ایسے یہ بات کہی جس سے وہ ملزم بنا۔ دوسرے چونکہ وہ مسافر تھا۔ مجھے چاہیئے تھا۔ کہ اسے کپڑا یا روپیہ پیسہ دیتا۔ ان باتوں سے مجھے پشیمانی ہوئی۔ بعد ازاں پیش آنے کے بارے میں یہہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ اُسے کچھ دینا چاہیئے۔ اس مباحثہ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ کوئی بوڑھا شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ میں شیخ قطب الدین بختیار طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں تھا۔ میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا۔ شیخصاحب نے اسے نہ پہچانا تھا جب سارے نشان بتائے۔ تو پھر پہچان لیا۔ الغرض وہ بوڑھا ایک چھوکرا بھی ہمراہ لایا تھا۔ اسی اثناء میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو لڑکا بے ادبوں کی طرح بحث کرنے لگا۔ چنانچہ اونچی آواز سے باتیں ہونے لگیں۔ شیخصاحب بھی بلند آواز سے بولنے لگے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور مولانا شہاب الدین جو شیخصاحب کے فرزند تھے۔ باہر دروازے پر بیٹھے تھے۔ جب غلبہ دیکھا۔ تو ہم اندر آئے۔ وہ لڑکا اُسی طرح گستاخانہ گفتگو کئے گیا۔ مولانا شہاب الدین نے اندر آکر اُسے دھپڑ مارا۔ تو اس لڑکے نے بے ادبی کرنی چاہی میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی اثناء میں شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ باہم صفائی کرو۔ مولانا شہاب الدین نے کچھ روپیہ لاکر اُس لڑکے اور اُس کے باپ کو دیا۔ جسے لیکر دونوں خوش ہوکر چلے گئے۔ شیخصاحب کی یہ عادت تھی۔ کہ ہر رات افطار کے بعد مجھے اور مولانا رکن الدین کو پاس بلاتے۔ اور کبھی کبھی مولانا شہاب الدین بھی موجود ہوتے۔ پھر گذشتہ روز کے واقعات کی نسبت پوچھتے۔ اس روز بھی حسب معمول مجھے اور مولانا رکن الدین کو بلایا۔ اور اس دن کا ماجرا پوچھا۔ اس بوڑھے کے آنے اور لڑکے کے بحث کرنے اور مولانا شہاب الدین کے ادب کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ شیخ کبیر نے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے اس

لڑکے کا ہاتھ پکڑا تھا جبکہ اس نے مولانا شہاب الدین کی بے ادبی کرنی چاہی تھی شیخ صاحب نے ہنسکر فرمایا۔ کہ نیک نے نیک کام کیا ❊

بدھ کے روز چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پا بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گزشتہ دنوں میں میرے پاؤں کی انگلی درد کرتی تھی۔ اس لئے قدمبوسی حاصل نہ کرسکا۔ اس روز جو آیا۔ یہ تو پہلے بیماری کی بابت سارا حال عرض کیا۔ پوچھا نارو اتھا۔ یا کوئی اور بیماری۔ میں نے عرض کی۔ کہ نارو ا تو نہ تھا۔ یکایک پاؤں کی انگلی میں ورم ہوگئی۔ اور سخت درد کرنے لگی۔ پوچھا کبھی ناروئے کی بیماری ہوچکی ہے۔ میں نے عرض کی۔ جناب پہلے تو ہوچکی ہے۔ لیکن پانچ سال سے نہیں ہوئی۔ جب پہلے ہوئی۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ پھوڑے پھنسی کے دفعیہ کے لئے آیا ہے۔ کہ عصر کی نماز کی سنتوں میں سورۂ بروج پڑھی جائے۔ تو پھوڑا پھنسی دور ہوجاتا ہے۔ آجتک ایسا ہی کرتا آیا ہوں۔ سو خدا کا فضل رہا ہے کبھی پھوڑے پھنسی یا ناروئے کی شکایت نہیں ہوئی۔ بعد ازاں عرض کی۔ کہ جناب کی زبان مبارک سے یہ بھی سنا ہے۔ کہ عصر کی سنتوں میں یہ چار سورتیں پڑھنی چاہئیں ایک اذا زلزلت الارض۔ اور تین اور جو اس کے ساتھ ہیں۔ سو بندہ انہیں بھی پڑھتا ہے جب یہ عرض کی۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ بروج اور بعد ازاں اذا زلزلت الارض پڑھتا ہوں۔ فرمایا اچھا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ عصر کی سنتوں میں سورہ والعصر کا دس مرتبہ پڑھنا بھی آیا ہے پہلی رکعت میں چار مرتبہ دوسری میں تین مرتبہ تیسری میں دو مرتبہ۔ اور چوتھی میں ایک مرتبہ بعد ازاں پوچھا۔ کہ کیا نماز با جماعت ادا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ جناب با جماعت ادا کرتا ہوں۔ ایک مخلص امام ملگیا ہے۔ جو آپ کا مرید ہے۔ اور صالح مرد ہے۔

پوچھا کیا محلوق ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا محلوق بہتر ہوتا ہے۔ اسواسطے کہ غسل جنابت میں جس کے بال ہوں وہ مشکل سے احتیاط رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے۔ تو جنابت باقی رہتی ہے۔ لیکن محلوق منڈھا ہوا بے شبہ غسل کرسکتا ہے ❊

بعد ازاں سر منڈانے کے فوائد کی بابت فرمایا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ تین چیزیں ہیں۔ جو خود کرنی چاہئیں۔ اور دوسروں کو نہیں سکھلانی چاہئیں۔ یعنی ان کا فائدہ صرف اسی شخص کو پہونچ سکتا ہے۔ اوّل خود محلوق ہونا چاہئے۔ لیکن دوسرے کو محلوق ہونے کی بابت نہیں کہنا چاہئے۔ دوسرے افطار سے پہلے شوربا پینا۔ تیسرے پاؤں کے تلوے کو چرب کرنا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں لیکن ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ لوگوں کو ایسا ہونا چاہئے۔ کہ خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں

اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک اعرابی ہمیشہ یہ دعا کیا کرتا تھا۔ "اللّٰھم ارحمنی ومحمدا و لم ترحم معنا احدا" اے پروردگار! مجھ پر اور محمدؐ پر رحم کر۔ لیکن ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ جب یہ خبر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ تو اعرابی کو فرمایا۔ کہ قد تحجرت واسعا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس کی شرح یوں فرمائی۔ کہ اگر کوئی شخص جنگل میں اپنے لئے گھر بنائے۔ تو اسے تحجر کہتے ہیں۔ یعنی چند پتھر بطور حد رکھے کہ اسقدر میرے گھر کی حد ہے۔ پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اس تمثیل کے ذریعے آگاہ کردیا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت عام ہے۔ ایسی دعا کیوں کرتے ہو؟ کہ پروردگار! مجھے اور محمدؐ کو بخش۔ لیکن ہمارے ساتھ کسی اور کو نہ بخش۔ گویا تو تحجر کرتا ہے۔ اور تنگ کرتا ہے۔ یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے۔ "قد تحجرت واسعا"۔

سوموار کے روز انتیسویں ماہ رجب ۷۰۸ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب دھوپ سے چھاؤں میں آئے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ کہ دھوپ میں نہ بیٹھا کرو کیونکہ اس سے چہرے کی طراوت جاتی رہتی ہے۔

پھر شمس دبیر کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو مجھ سے پوچھا۔ کیا تو نے شمس دبیر کو دیکھا تھا میں نے عرض کی۔ جناب میرا رشتہ دار تھا۔ فرمایا۔ اس نے قاضی حمید الدین ناگوری کے سوانح شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھے تھے۔ وہ بڑا نیک آدمی تھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شیخ کبیر افطار کرتے۔ تو بعد ازاں یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ شام سے عشاء تک شمس دبیر کھانا تیار کرتا۔ اور دو تین یاروں کو بلا کر افطار کراتا میں بھی اسوقت موجود ہوتا۔ پھر فرمایا۔ کہ اوائل حال میں وہ مفلس تھا۔ جب وہ تونگر ہوا۔ تو اسکی وہ حالت نہ رہی۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ دنیاوی اقبال بھی ایک قسم کی آب ہے۔

پھر تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو مجھ سے پوچھا۔ کہ نماز مسجد میں ادا کرتے ہو۔ یا گھر میں۔ میں نے عرض کی۔ کہ گھر میں ادا کرتا ہوں۔ ایک امام صالح مل گیا ہے۔ بعد ازاں پوچھا۔ کہ جامع مسجد میں اس سے پہلے تراویح میں قرآن مجید ختم ہوا کرتا تھا۔ عرض کی۔ مولانا شرف الدین ہر رات ایک سیپارہ پڑھا کرتے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بھی ایک رات اس کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ اگرچہ اس رات بارش ہوئی تھی۔ اور گلیاں کیچڑ سے پر تھیں۔ لیکن پھر بھی میں گیا۔ اور نماز ادا کی۔ واقعی حروف کو بڑی خوبی اور وضاحت سے کما حقہٗ ادا کرتا تھا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ملکِ شام کا رہنے والا ایک عالم مولانا دولت یار نامی بھی بہت عمدہ قرأت کرتا چنانچہ ویسی خوبی کی قرأت میں نے کسی سے نہیں سنی پھر فرمایا۔ کہ میں نے شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز سے چھ سیپارے پڑھے ہیں۔ اور تین کتابیں بھی۔ ایک سنی ہے۔ اور دوسری دو پڑھی ہیں۔ جس روز میں نے شیخ کبیر کی خدمت میں التماس کی۔ کہ میں آپ سے قرآن شریف پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس روز فرمایا۔ کہ پڑھو۔ بعد ازاں جمعہ کے روز یا کسی اور فرصت کے وقت میں کچھ پڑھتا۔ الغرض چھ سیپارے خواجہ صاحب سے پڑھے۔ جب میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ الحمد للہ پڑھو۔ جب میں ولا الضالین پر پہونچا۔ تو فرمایا۔ کہ ولا الضالین کا تلفظ اس طرح ادا کرو جس طرح میں ادا کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ سبحان اللہ۔ کیا ہی فصاحت اور بلاغت تھی جس طرح شیخ صاحب ولا الضالین کا تلفظ ادا فرماتے۔ کوئی نہ کر سکتا۔ پھر فرمایا۔ کہ ضاد خاص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو دوسروں کے لئے نہ تھا۔ پھر فرمایا۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول الضاد" کہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ رسول الضاد سے یہ مراد ہے۔ کہ ضاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

(حاشیہ: ذکر لفظ ضاد و ضاد خاص بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نازل شد)

اتوار کے روز دسویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ تراویح سنت ہے۔ اور تراویح میں قرآن شریف ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے۔

پھر زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ تراویح سنت ہے۔ اور جماعت سنت ہے۔ اور تراویح میں ایک ختم بھی سنت ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت کے مطابق صرف تین دن ادا کی ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق صرف ایک دن لیکن اس سنت کو ہمیشہ عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نباہا ہے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے آپ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے پوچھا۔ کہ کیا سنت صحابہ بھی سنت نبوی ہے۔ فرمایا۔ ہمارے مذہب میں تو ہے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق وہی سنت ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

(حاشیہ: ختم قرآن در تراویح سنت نبوی است)

پھر امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ ماہ مبارک رمضان میں اکسٹھ مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ ایک تراویح میں۔ اور تیس دنوں کو۔ اور تیس راتوں کو۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ آپ نے چالیس سال عشاء کی

نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے +

پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اسقدر عالم گذرے ہیں۔ کوئی جانتا ہے۔ کہ وہ کہاں گئے۔ اور کون تھے۔ یہ شہرہ جو باقی رہ جاتا ہے۔ یہ اُن کے حُسن معاملہ کے سبب رہجاتا ہے۔ اور یہی معنوی زندگی ہوتی ہے۔ یہ آسانی سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ شیخ شبلی رح اور شیخ جنید رح کو گذرے کس قدر عرصہ ہوگیا ہے۔ لیکن لوگ یہی جانتے ہیں۔ کہ ابھی کل اُن کا انتقال ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے حسن معاملہ کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب +

جُمعہ کے روز پندرھویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مجھ سے پُوچھا کہ کیا جو کلمات مجھ سے سُنتے ہو۔ لکھتے جاتے ہو۔ میں نے عرض کی جناب لکھتا جاتا ہوں۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ تمہاری یادداشت کی نسبت متعجب ہوں۔ میں نے عرض کی سب کچھ یاد رہتا ہے۔ اگر نہیں رہتا۔ تو جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر دوبارہ سُنکر لکھ لیتا ہوں۔ جیسا کہ جناب سے گذشتہ مجلس سے فرمایا تھا۔ کہ ایک مرتبہ رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ کہ دھوپ میں نہ بیٹھا کرو۔ اس سے چہرے کی تروتازگی جاتی رہتی ہے۔ میں نے یہ بات دل میں رکھی۔ کہ پھر اس حدیث کی نسبت پوچھوں گا۔ کہ یہ کس طرح ہے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ میں نے یہ کسی کتاب میں لکھی نہیں دیکھی۔ مولانا علاؤالدین اصولی رح سے جو میرے اُستاد تھے بدایوں میں سُنی۔ وہ بہت بزرگ اور کامل مرد تھے۔ یہاں سے مولانا علاؤالدین کے مناقب کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ آپ بہت ہی بزرگ مرد تھے لیکن کسی کی بیعت نہ کی تھی۔ اگر کسی کے مُرید ہوجاتے۔ تو کامل حال شیخ بنجاتے +

بعدازاں فرمایا۔ کہ جسوقت آپ بچّے ہی تھے۔ اور بدایوں کے ایک کوچہ میں پھر رہے تھے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی دہلیز پر بیٹھے تھے۔ جب شیخصاحب کی نگاہ مولانا علاؤالدین پر پڑی۔ تو آپ کو بُلایا۔ اور جو لباس خود پہنا ہوا تھا۔ آپ کو پہنایا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مولانا علاؤالدین میں جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ پائے جاتے ہیں۔ وہ سب اسی جامے کی برکت سے ہیں +

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ مولانا علاؤالدین کی ایک لونڈی نو آوردہ بوڑھی مواسی کی رہنے والی تھی۔ جو بدایوں کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ جسے کانبھر بھی کہتے ہیں۔ ایک روز وہ رو رہی تھی۔ آپ نے وجہ پوچھی۔ کہا۔ میرا ایک لڑکا ہے۔ اُس سے جُدا ہوگئی ہوں۔ مولانا نے کہا۔ اگر تجھے حوض تک جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے۔ اور وہاں سے کانبھر کو راستہ جاتا ہے۔ چھوڑ آؤں۔ تو پھر اپنے گاؤں میں چلی جائیگی۔ کہا۔ ہاں اس سے آگے مجھے رستہ

معلوم ہے چلی جاؤنگی۔ مولانا سحری کے وقت لیکر اسے گھر سے نکلے۔ اور حوض پر جاکر اسے چھوڑ دیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہاں تک بات ختم کی۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ علمائے ظاہر اس بات کے منکر ہیں۔ لیکن یہ جان سکتے ہیں۔ کہ اُس نے کیا کیا ❊

پھر مولانا علاؤالدین کی علمیت۔ دانشمندی اور بحث میں انصاف کو مدنظر رکھنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ اگر کوئی مشکل لغت پیش آجاتی۔ یا کسی مشکل مسئلے کو کافی طور پر حل نہ کر سکتے۔ تو فرماتے کہ بھائی میرا خود اطمینان نہیں ہوا۔ اسے کسی اور جگہ سے حل کراؤ۔ اور بحث کرو۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو کیا اعلےٰ درجہ کا انصاف ہے۔ نیز یہ فرمایا۔ کہ ایک دفعہ مولانا علاؤالدین ایک کتاب کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ایک نسخہ آپ کے پاس تھا۔ اور ایک میرے پاس۔ کبھی آپ پڑھتے۔ تو میں سُنتا۔ اور کبھی میں پڑھتا۔ تو وہ سُنتے۔ وہ کتاب ہدایہ تھی۔ پڑھتے پڑھتے ایک مصرعہ آیا۔ جو ناموزون اور بے معنی لکھا تھا۔ اُس کی بابت دیر تک سوچتے رہے لیکن وہ مشکل حل نہ ہوئی۔ اتنے میں مولانا ملک یار آئے۔ مولانا علاؤالدین نے فرمایا۔ کہ اس مصرعہ کی صحت کی بابت مولانا ملک یار سے پوچھینگے۔ اس نے یہ مصرعہ موزون اور بامعنی پڑھا جس سے میرے دل کو تشفی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں مولانا علاؤالدین نے مجھے فرمایا۔ کہ مولانا ملک یار نے یہ معنی ذوق کے سبب کہے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اُس روز مجھے ذوق کے معنے معلوم ہوئے۔ پیشتر اس کے ہیں ذوق کے معنی یہی مستی کے لیا کرتا تھا۔ اس روز مجھے معلوم ہوا۔ کہ معنوی ذوق کیا چیز ہوتی ہے ❊

پھر فرمایا۔ کہ مولانا ملک یار بہت کچھ لکھے پڑھے تو نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انہیں خاص علم عنایت کر رکھا تھا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب مولانا ملک یار کو بدایوں کی مسجد کی امامت ملی۔ تو بعض نے پوچھا۔ کہ آیا مولانا ملک یار اس کام کے لائق بھی ہیں۔ یا نہیں۔ جب یہ خبر مولانا علاؤالدین نے سُنی۔ تو فرمایا۔ کہ اگر اسے بغداد کی جامع مسجد کی امامت بھی دی جائے۔ تو بھی کم ہے۔ کیونکہ اس کی لیاقت کہیں بڑھکر ہے ❊

صدقہ مروت و وقایہ

بدھ کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ صدقہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ تین چیزیں ہیں۔ صدقہ۔ مروّت۔ اور وقایہ۔ صدقہ یہ ہے کہ محتاجوں کو کوئی چیز دی جائے۔ مروّت اسبات کا نام ہے۔ کہ کسی دوست کو کپڑا یا ہدیہ یا کوئی چیز دے۔ اور وہ بھی اُس مقابلہ میں کچھ دے۔ وقایہ یہ ہے۔ جو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ یعنی اگر کسی شخص کو کچھ نہ دیا جائے۔ تو وہ کمینگی سے پیش آتا ہے۔ تو اپنے بچاؤ کے لئے اُسے کچھ دیا جائے۔ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تینوں کام کئے ہیں ❊

پھر فرمایا۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں تالیف قلوب کیلئے کچھ عنایت کیا کرتے تھے۔ جب اسلام نے قوت پکڑی۔ تو پھر دینا بند کر دیا۔ ان دنوں لشکر کے کوچ کی افواہ تھی۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی۔ کہ کیا لشکر میں مصحف مجید لے جا سکتے ہیں کیونکہ اس کی محافظت مشکل ہوتی ہے۔ فرمایا۔ لے جانا چاہیئے ×

پھر فرمایا۔ کہ اسلام کے شروع شروع میں جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ شکست ہو جائے۔ اور قرآن شریف کافروں کے ہاتھ آ جائے۔ لیکن جب اسلام نے زور پکڑا۔ اور لشکر تعداد میں زیادہ ہو گیا۔ تو پھر قرآن شریف ہمراہ لیجاتے۔ میں نے عرض کی۔ کہ خیمے میں مصحف کے رکھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ فرمایا اسے سر کی طرف رکھنا چاہیئے ×

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا ہے۔ فرمایا۔ ایک رات میں ایسے گھر میں تھا۔ جہاں ایک طاق میں قرآن شریف رکھا تھا میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ جہاں مصحف مجید ہے۔ وہاں میں کس طرح سو سکتا ہوں۔ پھر دل میں کہا۔ کہ اسے باہر بھیجدینا چاہیئے۔ پھر خیال آیا۔ کہ اپنے آرام کی خاطر اسے کیوں باہر بھیجوں۔ الغرض وہ رات بیٹھکر جاگتے کاٹی۔ جب موت کا وقت آیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس قرآن شریف کے عوض مجھے بخشدیا ×

پھر میں نے عرض کی۔ کہ لوگ جب چڑھائی پر جاتے ہیں۔ تو میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر میری قضا وہیں آ جائے۔ تو نوکروں کو وصیت کر دوں۔ کہ مجھے یہیں دفن کر دینا۔ کیونکہ دور دراز فاصلے سے مُردے کو شہر میں لانا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ فرمایا۔ کہ وہیں دفن کرنا بہتر ہے جہاں فوت ہوا ہے۔ یہ جو امانت رکھتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے لاتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں زمین اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے۔ امانت کس طرح ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر دوسرے ملک میں مر جائے۔ تو وہاں سے لانا جائز ہے لیکن جو شہر سے چھاؤنی میں جائے۔ اور مسافت بہت ہو۔ تو یہی بہتر ہے۔ کہ جہاں فوت ہو۔ وہیں دفن کیا جائے ×

پھر فرمایا۔ کہ جو شخص سفر کو جائے۔ اور خویش و اقربا سے دور غربت میں اسے موت آ جائے تو اسے وہیں دفن کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ جتنا فاصلہ اس کے گھر سے وہاں تک ہے۔ اس قدر زمین اُسے بہشت میں ملیگی ×

پھر خوش اعتقاد بادشاہوں اور نیک امرا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک صاحب کشف اور صالح شاہزادہ ایک روز اپنے منظر میں بیٹھا تھا۔ اور ساتھ اس کا حرم بھی تھا۔ وہاں سے

اُس کی نگاہ نیچے بھی پڑ سکتی تھی۔ اس اثناء میں شہزادے نے آسمان کیطرف دیکھا۔ اور دیر تک نگاہ جمائے رہا۔ پھر نیچے کیطرف دیکھا۔ پھر آسمان کیطرف دیکھا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھا۔ پھر آسمان کیطرف دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھ کر رو دیا۔ حرم نے پوچھا۔ کہ اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ پہلے تو دیر تک آسمان کیطرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کیطرف۔ پھر میری طرف۔ پھر آسمان کیطرف اور پھر میری طرف دیکھ کر رو دیا۔ شاہزادے نے کہا۔ اس سوال کو جانے دو کیونکہ یہ کہنے کے لائق نہیں۔ اس کے حرم نے جب بہت دفعہ کہا۔ کہ کہو۔ تو شاہزادے نے کہا۔ چونکہ تو نے بہت منت سماجت کی ہے۔ اسلئے کہے دیتا ہوں۔ سُن۔ اسوقت میری نگاہ لوح محفوظ پر تھی۔ میں دیکھ رہا تھا۔ کہ میرا نام زندوں میں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ اب میں دُنیا سے سفر کرونگا۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ میری جگہ کون ہوگا؟ تو دیکھا۔ کہ حبشی جو نیچے بیٹھا ہے۔ وہ میرا قائم مقام ہوگا۔ اور تو اُس کے نکاح میں آئیگی۔ جب حرم نے سُنا۔ تو پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے۔ اور کیا کریگا۔ اس نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں جو کچھ اللہ تعالے نے حکم کیا ہے۔ وہی ہو کر رہیگا میں راضی ہوں۔ پھر حبشی کو نیچے سے بُلا کر اپنی پوشاک اُسے دی۔ اور اپنا ولیعہد بنایا۔ پھر اس حبشی کو لشکر دیکر ایک طرف چڑھائی کا حکم دیا۔ اور اور راجاؤں اور امراء کو اُس کے پیچھے روانہ کیا حبشی فرمان کے مطابق گیا۔ اور دشمن کو مار کر اس کا مال و اسباب لوٹ لایا۔ اور شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس رات شہزادے کی خدمت میں آیا۔ دوسرے روز شہزادہ فوت ہوگیا۔ جب وہ حبشی چڑھائی پر گیا تھا تو لوگوں سے ایسا سلوک کیا۔ کہ سب کے دل اُس کی طرف مائل ہوگئے۔ جب شاہزادہ مر گیا۔ تو ملک اس حبشی کو ملا۔ اور اسکا حرم بھی اُس حبشی کے نکاح میں آیا ❊

[illegible]

پھر حکماء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک روز فاراب حکیم خلیفہ کی مجلس میں آیا۔ اسوقت مختصر اور معمولی لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ نزدیک بیٹھا تھا۔ اسوقت خلیفہ سماع سُن رہا تھا۔ اُسی نے چنگ لیکر بجانا شروع کیا۔ اس حکیم نے سماع کی تین قسمیں کی ہیں اوّل مضحک یعنی ہنسانے والا۔ دوسرا مبکی یعنی رُلانے والا۔ تیسرا منوّم۔ یعنی نیند لانیوالا۔ الغرض جب اس نے چنگ بجانا شروع کیا۔ تو پہلے سب اہل نے خوب قہقہے لگائے پھر جب بجایا۔ تو سب رونے لگے۔ پھر جب بجایا۔ تو بیہوش ہوگئے۔ اسوقت حکیم نے ایک جگہ پر لکھ دیا۔ کہ حکیم فاراب آیا تھا۔ سو چلا گیا۔ جب اہل مجلس وہوش میں آئے۔ اور یہ بات لکھی ہوئی دیکھی۔ تو کہا۔ کہ یہ حکیم فاراب تھا۔ ہمیں معلوم نہ تھا ❊

پھر فرمایا۔ کہ یہی حکیم تھا جس نے خلیفہ کو یہ اعتقاد کرنا چاہا۔ کہ آسمان کی حرکت ارادی ہے یہ سنت وجماعت کے مذہب کے برخلاف ہے۔ جب شیخ شہاب الدین سُہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ معلوم

ہوا۔ کہ خلیفہ اس حکیم کے مذہب کیطرف مائل ہے۔ تو اپنی کرامت سے خلیفے اور حکیم کو فرشتہ دکھا کر جو آسمان کو پھرا تا ہے۔ اس فساد کو دور کیا۔ الغرض خواجہ صاحب اسی حکایت میں تھے۔ کہ ایک نے آکر عرض کی۔ کہ رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اسکا نام عمر اور لقب شہاب الدین کرنا۔ اسواسطے کہ شیخ شہاب الدین عمر کا ذکر ہو رہا تھا۔ حاضرین میں سے ایک نے اسے کہا۔ کہ نام تو عمر رکھا ہے لیکن اس نام کی تحقیر بالتصغیر نہ کرنا۔ اس بارے میں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا احمد تھا۔ بارہا شیخ صاحب جب انپر ناراض ہوتے۔ تو عین غضب کے وقت اس طرح مخاطب ہوتے تھے۔ کہ اے خواجہ محمد تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور اے خواجہ احمد تو نے ایسا کیوں کیا۔ خواہ کیسے ہی ناراض ہوتے۔ اُن کے نام اسی طرح پُکارتے۔ نام پُکارنے کے بارے میں فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہتوں کے نام تبدیل فرمائے اگر کسی کا نام بُرا سا ہوتا۔ تو اسے تبدیل فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ نام پوچھا۔ تو عرض کی۔ قاصی۔ فرمایا۔ میں تیرا نام مطیع رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک اور آدمی آیا۔ نام پوچھا۔ عرض کی مضطجع (مضطجع اُس شخص کو کہتے ہیں۔ جو پہلو کے بل زمین پر بیٹھے) فرمایا۔ میں تیرا نام منبعث رکھتا ہوں۔ (منبعث اسے کہتے ہیں۔ جو پہلو زمین پر سے اُٹھا لے اور اُٹھ کھڑا ہو) ایک مرتبہ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی۔ نام پوچھا۔ عرض کی شعب الضلالہ فرمایا۔ تیرا نام شعب الہدیٰ رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نام حمل رکھا۔ اور یہ اسطرح ہوا کہ وہ مرد چونکہ طاقتور تھا۔ ایک مرتبہ لوگ ایک منزل سے دوسری منزل جا رہے تھے۔ ایک نے آکر مطہرہ اسے دیا۔ کہ اسے منزل پر پہونچا دینا دوسرے نے آکر کپڑا دیا تیسرے نے اور کوئی چیز۔ اسی طرح کئی آدمیوں نے چیزیں دیں۔ اس نے سب اُٹھا کر دوسری منزل پر پہونچا دیں۔ اسواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا نام حمل رکھا +

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امیر المومنین حسن رضؓ پیدا ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبارکبادی کیلئے تشریف لائے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا۔ کہ نام کیا رکھا ہے عرض کی۔ حزن۔ فرمایا۔ نہ اسکا نام حسن رضؓ رکھو۔ پھر جب امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ تو پھر مبارکباد دینے کیلئے تشریف لائے۔ اور پوچھا۔ کہ اسکا نام کیا رکھا ہے عرض کی۔ حرب۔ فرمایا۔ نہ۔ اسکا نام حسین رضؓ رکھو +

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ بہت سے لوگ پیروں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور مرید ہو کر جب چلے جاتے ہیں۔ تو مزاج وہ نہیں رہتا۔ اسی موقعہ کے

مناسب یہ حکائیت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس وقت میرے پاس کوئی آتا ہے۔ اور پھر جب واپس جاتا ہے۔ تو ایک ستون کے حائل ہو جانے سے اس کا مزاج برقرار نہیں رہتا ٭

پھر فرمایا۔ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ اگر مجھے اس بات کا اختیار دیا جائے۔ کہ یا تو تیری جان گھر کے اندر کے دروازے پر یا ایمان لے لی جائے۔ یا بیرونی دروازے پر شہادت دی جائے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ وہ دروازہ جو گھر کے اندر ہوتا ہے۔ اسے باب البیت کہتے ہیں۔ اور جو باہر ہوتا ہے۔ اسے باب الدار کہتے ہیں۔ تو میں یہی کہونگا کہ باب البیت پر یا ایمان جان قبض ہو کیونکہ کون جانتا ہے۔ کہ باب البیت سے باب الدار تک ایمان سلامت جائیگا یا نہ ٭

بعد ازاں فرمایا۔ کہ لوگوں کے مزاج میں جو تغیر واقع ہوتا ہے۔ وہ اسی زمانہ میں نہیں۔ بلکہ قدیم الایام سے ہی ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ جب حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ اگر تم مال کی زکوٰۃ نہ لوگے۔ تو ہم اسلام پر قائم رہینگے۔ ورنہ نہیں۔ آپنے اس بارے میں یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا۔ اگر آپ ان سے نرمی کریں۔ تو شاید وہ ایمان سے برگشتہ نہ ہوں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر فرمایا۔ کہ جو اللہ تعالےٰ کا حق ہے۔ اس میں اگر اونٹ کے گھٹنے باندھنے والی رسی کے برابر بھی کم دیں۔ تو میں اس تلوار سے ان کے ساتھ لڑوں گا۔ جب یہ خبر امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سُنی۔ تو فرمایا۔ کہ واقعی خلیفہ نے نیک حکم دیا ہے۔ اگر وہ زکوٰۃ نہ دینے کا حکم دیتے۔ تو دوسرے خلیفہ کے عہد میں نماز بھی معاف کرا لیتے۔ اور اس طرح ہوتے ہوتے اسلام کے تمام احکام معاف ہو جاتے ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ ایک شخص میرا مرید ہوا۔ جب مجھ سے چلا گیا۔ تو کچھ مدت بعد اسکا مزاج بدل گیا۔ برقرار نہ رہا۔ ایک اور شخص میرا مرید ہوا۔ جب وہ مجھ سے دور چلا گیا۔ تو اس کا دل اسی طرح تھا جیسا میرے پاس تھا۔ اگرچہ مدت تک وہ دور رہا۔ لیکن اُس کے مزاج میں ذرا تبدیلی نہ آئی۔ آخر کار عرصہ دراز کے بعد اسکا مزاج بھی برقرار نہ رہا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہ مرد جب سے میرا مرید ہوا ہے اسکا مزاج اسی طرح ہے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ٭

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہونچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ آجتک آپ کی محبت دل میں برقرار ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ٭

ھفتہ کے روز دسویں ماہ ذی القعدہ ۷۱۶ھ ہجری کو دستبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ خواجہ شاہی موئے تاب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو بدایوں میں رہتے تھے۔ فرمایا۔ کہ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو شاہی روشنضمیر کہا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ جن دنوں آپ کو خرقہ دیا گیا کسی کے ہاتھ خواجہ محمود موئے تاب کو کہلا بھیجا۔ کہ ہم نے آج یہ کام کیا ہے۔ کہ بادشاہ کو خرقہ دیا ہے۔ کیا آپ اس بات پر راضی ہیں۔ شیخ محمود موئے تاب نے فرمایا۔ کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے ٹھیک کیا ہے +

یہاں سے پھر آپ کے بھائی خواجہ دیوگیر موئے تاب کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے جو کہ خاص مرید ہیں۔ یوں تقریر فرمائی۔ کہ ایک رات اٹھکر تازہ وضو کیا۔ اور رکعتیں ادا کر کے وفات پائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ "کما تعیشون تموتون" جس طرح زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح انہیں موت آتی ہے +

یہاں سے پھر خواجہ شاہی موئے تاب کی بابت ذکر ہوا۔ کہ خلقت کا بڑا ہجوم آپ کے گرد رہتا جہاں جاتے خلقت گرد جمع ہو جاتی۔ انہیں دنوں بدایوں میں ایک درویش مسعود نجاشی نام رہتا تھا جب وہ اس ہجوم میں خواجہ شاہی موئے تاب کو دیکھتا۔ تو کہتا۔ کہ اے حبشی! (کیونکہ خواجہ شاہی موئے تاب سیہ فام تھے) تو حمام گرم کر کے جل مریگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ واقعی ایسا ہی ہوا جیسا اس درویش نے کہا تھا۔ یعنی عین جوانی ہی میں انتقال ہوا +

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ کرامت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ فرمایا۔ کہ کرامت پیدا کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں مسلمانی راست رو اور بیچارہ گدا ہونا چاہئے۔ پھر خواجہ ابوالحسن نوائی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ آپ نے دجلہ کے کنارے ایک مچھلیاں پکڑنے والے کو دیکھا۔ اسے فرمایا۔ کہ جال دریا میں پھینکو۔ اور مچھلیاں پکڑو۔ اگر میں صاحب ولایت اور کرامت ہوں۔ تو ڈھائی سیر کی مچھلی نہر سے جال میں آئے گی۔ نہ اس سے کم ہوگی نہ زیادہ اس نے جال پھینکا۔ اور مچھلی پکڑی۔ جب اس کا وزن کیا۔ تو ٹھیک ڈھائی سیر نکلی۔ نہ زیادہ تھی۔ نہ کم۔ القصہ جب یہ بات شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنی۔ فرمایا۔ کاش اس جال میں بجائے مچھلی سیاہ سانپ ہوتا۔ جو ابوالحسن کو ڈستا۔ اور ہلاک کر دیتا۔ پوچھا۔ کیوں؟ فرمایا۔ اگر سانپ اسے ہلاک کرتا۔ تو وہ شہید کی موت مرتا۔ اب چونکہ زندہ رہیگا۔ معلوم نہیں اسکا خاتمہ بالخیر ہو۔ یا نہ ہو۔ یا کس طرح ہو +

یہاں سے ایک درویش کی بابت فرمایا۔ کہ اگر کسی کو پیٹ درد ہوتا۔ تو کہتا۔ کہ اسے شکستہ دو۔ تا کہ کھائے۔ جس کے کھانے سے وہ تندرست ہو جاتا۔ غرض جو کچھ وہ کہتا تھا۔ اسی طرح ہو جاتا

تھا۔ شیخ علی شوریدہ نے اسے کہا ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ اس سے نقصان ہوگا۔ آخر کار ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوا۔ تو شیخ علی شوریدہ نے آکر کہا۔ کیا میں نہیں کہتا تھا۔ کہ ایسی باتیں نہ کیا کرو نقصان دینگی۔ تو نے میری بات نہ مانی تبھی اس بلا میں پھنسا۔ اس درویش نے کہا۔ میں نے بُرا کیا اب دُعا کرو۔ تاکہ میں تندرست ہو جاؤں۔ شیخ علی شوریدہ نے دعا نہ کی۔ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

پھر شیخ احمد نہروانی کی بابت فرمایا۔ کہ اگر احمد نہروانی کی عبادت کا وزن کیا جائے۔ تو دو صوفیوں کے برابر ہو۔ جب آپ جامع مسجد میں جایا کرتے تو یار ہمراہ ہوتے۔ آپ اس انبوہ کیساتھ مسجد جایا کرتے۔ ایک اور درویش شیخ علی شوریدہ نام احمد علی کو منع کیا کرتا۔ کہ اتنا ہجوم ساتھ لیکر مسجد نہ جایا کرو۔ پھر ایک روز شیخ احمد علی یاروں کے لئے مسجد میں آئے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص دوسرے کو زدوکوب کر رہا تھا۔ شیخ احمد معہ یاروں کے جا پہونچے۔ اور گرد اگرد حلقہ باندھ لیا اور اس مظلوم کو چھڑا لیا۔ اتنے میں شیخ علی شوریدہ آپہونچا۔ شیخ احمد نے جب اسے دیکھا۔ تو کہا ایسے کاموں کے لئے یاروں کے ہمراہ گھر سے باہر نکلتا ہوں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ شیخ احمد نہروانی مرید کس کے تھے۔ فرمایا۔ واللہ اعلم کس کا مرید تھا۔ کہتے ہیں۔ کہ اسے یہ نعمت اجمیر کی جامع مسجد کے امام فقیہ مادھو سے حاصل ہوئی ایک روز شیخ احمد ہنڈولے گا رہے تھے۔ آواز بہت عمدہ تھی۔ جب فقیہ مادھو نے سنی تو کہا ایسی آواز اور ہنڈولے گانا بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو قرآن شریف یاد کر۔ شیخ احمد نے قرآن شریف یاد کیا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جس سماع میں شیخ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہوا شیخ احمد بھی حاضر مجلس تھا۔ اور شیخ قطب الدین بختیار کا حال لکھا جا چکا ہے۔

پھر بدایوں کے درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ بدایوں میں ایک درویش عزیز بشیر نام رہتا تھا۔ وہ بدایوں سے دہلی آیا۔ اور قاضی حمید الدین ناگوری کے لڑکے مولانا ناصح کی خدمت سے خرقہ حاصل کرنا چاہا۔ اس نیت سے بہت درویش جمع کئے۔ اور سلطان کے حوض پر مجلس آراستہ کی۔ اس اثنا میں ہر ایک نے سلطان کے حوض کے پانی کی مٹھاس کا ذکر کیا۔ عزیز بشیر نے جو خرقہ کی طلب میں آیا تھا۔ کہا۔ یہ حوض تو معمولی ہے۔ بدایوں میں اس سے بھی اچھا حوض ہے۔ خواجہ محمد کرنبم بھی وہاں موجود تھے۔ جب اس سے یہ بات سُنی۔ تو مولانا ناصح الدین کو کہا۔ کہ اسے خرقہ نہ دینا۔ کیونکہ یہ گیجا معلوم ہوتا ہے۔ مولانا ناصح الدین نے ویسا ہی کیا۔ اسے خرقہ نہ دیا۔

پھر بدایوں کے کوتوال نے خواجہ عزیز کی بابت فرمایا۔ کہ وہ درویشوں کا خدمتگزار اور شیخ ضیاء الدین

ساکن بدایوں کا مرید تھا کبھی کبھی درویشوں کو یاد کرتا - اور بارگاہ میں بُلاکر بات چیت سُنتا - وہیں جوانی میں بدایوں میں شہید ہُوا - اس کے بارے میں فرمایا - کہ میں ایک روز بدایوں کے انبتان جسے لکھی الو کہتے ہیں - گیا - یہ عزیز کوتوال درخت تلے دسترخوان بچھائے بیٹھا تھا - جب دُور سے مجھے دیکھا تو کہا - مرحبا - آیئے - تشریف لایئے - میں ڈرا کہ کہیں تکلیف نہ پہونچائے جب میں گیا - تو بڑی تعظیم سے مجھے اپنے پاس بٹھایا کھانا کھاکر میں واپس چلا آیا - مولانا سراج الدین حافظ بدایونی سلمہ اللہ تعالٰے حاضر تھے - اُس نے عرض کی - کہ "من لیس له شیخ فشیخه الشیطان" جس کا شیخ نہیں - اُسکا شیخ شیطان ہے - حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے - خواجہ صاحب نے فرمایا - کہ یہ مشائخ کا قول ہے - پھر مولانا سراج الدین نے پوچھا - کہ آیا - "من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا" جس نے کسی فلاحت والے کو نہ دیکھا - وہ کبھی فلاح نہیں پائیگا - حدیث ہے - فرمایا یہ بھی مشائخ کا قول ہے +

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا - کہ وہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھتا - جو کسی کا مرید نہ ہوتا - تو کہتا - کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا - میں نے پوچھا کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ اسکا وزن کچھ نہیں - فرمایا - نہیں - بلکہ اسکا مطلب یہ ہے - کہ جو کسی شیخ کا مرید بنتا ہے - اُس کے اعمال قیامت کے دن اس کے پیر کے پلڑے میں ڈالے جائینگے - پس جو شخص کسی کا مرید نہیں ہوتا - کہتے ہیں - کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا - یعنی اسکا پیر کوئی نہیں - والحمد للہ رب العالمین +

منگل کے روز گیارہویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - چونکہ ایام تشریق تھے - لوگوں کی آمد و رفت بہت تھی - اِسلئے گھڑی گھڑی کھانا لایا جاتا - بطور خوش طبعی فرمایا - کہ ایک درویش سے پوچھا گیا - کہ تجھے کلام مجید کی کونسی آیت پسند ہے - کہا - اکلها دائم - اُسے ہمیشہ کھاتے رہو - فرمایا - یہ لفظ چار طرح پر ہے - اُکل اُکل اور آکلہ اور اُکلہ - بعدازاں ان چاروں لفظوں کا بیان یوں فرمایا - کہ اکل مصدر ہے - اُکل جو چیز کھائی جائے - اکلہ ایک مرتبہ کی خوراک اُکلہ ایک لقمہ - اتنے میں ایک اور درویش اور ساتھ ایک چھوٹے لڑکے کو لایا - اور ایک تختی بھی - اور عرض کی - کہ یہ میرا لڑکا ہے - اسکی تختی پر اپنے قلم مبارک سے لکھیں - تاکہ اس کی برکت سے اللہ تعالٰے قرآن شریف اس کے نصیب کرے - خواجہ صاحب نے تختی دست مبارک میں لی - اور لکھا - پھر فرمایا - کہ جو شخص کسی کی کاربراری کے لئے کچھ لکھتا ہے - اگر قلم آسانی سے چلے - اور قلم کی روانگی میں دیر نہ لگے - تو وہ کام جلدی پورا ہو جاتا ہے - اور قلم دقت سے چلے - تو اس کام میں بھی دیر پڑ جاتی ہے - پھر فرمایا - کہ یہ عقلی ڈھکوسلے ہیں - جو کچھ ان سے از روئے عقل ظاہر - اس کا ظاہر کر دینا جائز ہے +

پھر خواجہ شاہی کی حکایت شروع ہوئی - فرمایا - آپ کو بدایوں میں شہرت حاصل ہوئی۔ تمام خلقت رجوع کرنے لگی جہاں کہیں جاتے مجمع ہو جاتا - خواجہ شاہی سیاہ رنگ آدمی تھے - اسی عہد میں ایک درویش محمود سنجاشی تھا - اس نے ایک مرتبہ خواجہ شاہی کو کہا - اے حبشی ! تو نے حمام خوب گرم کیا ہے لیکن اس میں جل جائیگا - چنانچہ ایسا ہی ہوا - جوانی کے دنوں میں ہی فوت ہو گیا ٭

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا - کہ وہ گجرات گیا ہوا تھا - اس نے بیان کیا - کہ میں نے گجرات میں ایک دیوانہ دیکھا - جو واصل اور صاحب کشف تھا - میں اور وہ دیوانہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے - اور ایک ہی حجرے میں لیٹا کرتے تھے - ایک مرتبہ میں اس حوض کی طرف گیا جس میں کسی کو پاؤں نہیں رکھنے دیتے تھے - وہاں کے محافظ میرے واقف تھے - انہوں نے اس حوض میں مجھے وضو کرنے کی اجازت دی - بعض عورتیں جو پانی لینے آئی تھیں - انہیں انہوں نے پاؤں نہ رکھنے دیا - ایک بڑھیا نے مجھے آکر کہا - کہ میرا گھڑا بھر دو - میں نے گھڑا بھر دیا - اسی طرح چار اور عورتوں نے یکے بعد دیگرے گھڑے بھرنے کے لئے کہا - جو میں نے بھر دیئے پھر میں حجرے کی طرف آیا - تو دیکھتا ہوں - کہ دیوانہ سویا پڑا ہے - نماز کا وقت قریب تھا - میں نے بلند آواز سے تکبیر کہی - تو دیوانہ جاگ پڑا - اور کہنے لگا - کیسا شور مچا رکھا ہے - کام وہی تھا - جو تو نے اس عورت کو پانی کا گھڑا پُر کر کے دیا - الحمد للہ رب العالمین ٭

جمعرات کے روز بارھویں ماہ شعبان ۷۱۷ھ ہجری کو آٹھ ماہ بعد پابوسی کی دولت نصیب ہوئی اسکی وجہ یہ تھی - کہ میں دیوگیر کی چھاؤنی میں گیا ہوا تھا - جب قدمبوسی کی - تو نہایت مرحمت اور شفقت فرمائی - اور رستے کی تکلیفوں کی بابت پوچھنا شروع کیا - اور بہت بندہ نوازی فرمائی - بلیج جو میرا پرانا یار ہے - اسے کچھ بیماری کی تکلیف تھی - وہ اسی طرح بیماری کی حالت میں میرے ہمراہ حاضر خدمت ہوا - اس کی بیماری کا حال پوچھا - میں نے عرض کی - کہ میں اس کی بیماری کے سبب رستے میں ٹھہر گیا تھا - فرمایا - اچھا کیا جب یار کے ہمراہ ہوں - تو واجب ہے - کہ بیماری کے وقت بھی اس کے ہمراہ رہیں - اور اس کیساتھ وفا سے پیش آئیں ٭

پھر اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی - کہ ابراہیم خواص ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے - جہاں جاتے چالیس روز سے کم قیام کرتے - پھر اور شہر میں چلے جاتے آپ کی عمر اسی طرح صرف ہو گئی - ایک مرتبہ ایک جوان نے آپ کے ہمراہ رہنے کے لئے التماس کی - فرمایا - تو میرے ساتھ نہیں رہ سکیگا - میں کبھی اس شہر میں ہوتا ہوں - اور کبھی دوسرے میں - کبھی بے سامان ہوتا ہوں - اور کبھی باسامان - لیکن وہ جوان اپنی بات پر اڑا رہا - کہ میں ضرور آپ کے ہمراہ رہونگا - جب بہت منت سماجت کی - تو آپ بھی راضی ہو گئے - القصہ آپ

اس کے ہمراہ شہر بشہر پھرتے رہے۔ جہاں جاتے چالیس روز سے زیادہ نہ ٹھہرتے۔ ایک مقام پر وہ جوان بیمار ہو گیا جس کے سبب آپ کو تین مہینے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ بعد ازاں ایک روز اس جوان کو نان اور مچھلی کی خواہش ہوئی۔ جو آپ پر ظاہر کی۔ آپ کے پاس ایک گدھا تھا جس پر کبھی کبھی سوار ہوا کرتے تھے۔ اس کے سوا اور کوئی وجہ خرچ نہ تھی۔ اسے بیچکر اس جوان کی خواہش پوری کی جب کچھ عرصہ گذر گیا۔ تو جوان تندرست ہو گیا۔ آپ نے پھر سفر کا ارادہ کیا۔ تو اس جوان نے کہا اپنا گدھے مجھے دو۔ تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ تو تیری روٹی اور مچھلی کی خاطر فروخت کر دیا تھا۔ القصہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور تین دن آپ نے اس جوان کو گردن پر اٹھا کر سفر کیا اس حکایت کے بیان سے خواجہ صاحب کا مطلب یہ تھا۔ کہ ہم صحبتوں سے عمدگی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہئے۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو اپنی بیماری کی حکایت بیان فرمائی میں نے آپ کی ناسازش طبع کی خبر چھاؤنی ہی میں سُنی تھی۔ کہ کسی نے جادو کیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ تو فرمایا۔ ہاں۔ دو مہینے تک بیمار رہا ہوں۔ پھر ایک شخص کو بُلایا۔ جو سحر کے دُور کرنے میں پُورے طور پر ماہر تھا۔ وہ آ کر گھر کے ارد گرد کئی مرتبہ پھرا۔ اور ہر مرتبہ تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھا کر سونگھتا۔ جب ایک مقام کی مٹی سونگھی۔ تو کہا۔ جگہ کھودو۔ جب کھودی گئی۔ تو جادو کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اس اثنا میں۔ اس مرد نے کہا۔ کہ مجھے اس قدر مہارت ہے۔ کہ اگر چاہو۔ تو ساحر کا نام بتا دوں۔ جب خواجہ صاحب نے سُنا۔ تو فرمایا۔ خبردار اس کا نام ظاہر نہ کرنا۔ میں نے اُسے معاف کیا۔ پھر کسی نے کہا۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز پر بھی کسی نے جادو کیا تھا۔ فرمایا۔ ہاں وہ سحر نکل آیا تھا۔ اور جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی۔ انہیں اجودہن کے حاکم نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجا تھا۔ کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ لیکن شیخ الاسلام نے انہیں معاف کر دیا تھا ❖

پھر فرمایا۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر کیا گیا تھا۔ جب معوذتین نازل ہوئیں تو نفاثات کا شر رفع ہو گیا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو۔ تو جس عورت نے جادو کیا ہے۔ اُسے قتل کر دوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھے صحت عنایت فرمائی ہے۔ میں اسے معاف کرتا ہوں ❖

پھر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ جمعہ کے روز منبر پر چڑھے ہوئے تھے۔ اثنائے خطبہ میں فرمایا۔ کہ تمہیں واضح رہے۔ کہ میری اب موت نزدیک ہے۔ یہ میں از روئے کرامت نہیں کہتا۔ بلکہ خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک پرندے نے آ کر

مجھے دو دفعہ چونچ ماری۔ اور خواب میں پرندکا دیکھنا موت ہے۔ اس دلیل کی رو سے میں کہتا ہوں۔ کہ میری موت بالکل قریب ہے چنانچہ دوسرے ہی ہفتے آپ نے شہادت پائی۔ ایک غلام مغیرہ ابن لولو نام نے آپ پر محراب میں تلوار کا وار کیا۔ جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے تو غلام باہر نکل آیا۔ اور نو آدمی اور قتل کئے۔ بعد ازاں اپنے تئیں قتل کیا۔ ابھی امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی دم باقی تھا۔ کہ آپ کو یہ خبر پہونچی۔ کہ اس غلام نے نو آدمی اور قتل کئے۔ اور بعد میں اپنے تئیں قتل کیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنکر فرمایا۔ الحمد للہ۔ کہ اس نے اپنے تئیں خود قتل کیا۔ میرے لئے قتل نہیں کیا گیا۔

ذکر شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

پھر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا۔ کہ آپ کو عبدالرحمٰن ملجم نے شہید کیا۔ اور یہ واقعہ اسطرح ہوا۔ کہ وہ مسلح ہوکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگا۔ لیکن امیر المؤمنین علی رض کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ دریا کے کنارے پہونچکر پایاب پانی پر چلنا چاہا۔ پاہی قبرستان تھا۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے قبرستان کیطرف رخ کرکے ایک کے نام آواز دی۔ تو اس نام کے ستر آدمیوں نے قبرستان سے آواز دی۔ پھر نام لیکر آواز دی۔ تو پھر سات آدمیوں نے آواز دی جب تیسری مرتبہ آواز دی۔ تو صرف ایک آدمی نے آواز دی۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا۔ کہ پایاب کدھر ہے۔ کہا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں۔ آپ وہاں سے گذر گئے عبدالرحمٰن ملجم یہ سب کچھ سنتا رہا۔ وہ بھی پار ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ اے علی! کیا آپ کو ان سب مردوں کے نام اور ان کے والدین کے نام یاد تھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ جانتا تو تھا۔ لیکن میں نے یہ نہ چاہا۔ کہ تو میرے حال سے واقف ہوجائے۔ القصہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو عبدالرحمٰن ملجم نے آکر تلوار کا وار کیا۔ جب زخم کھایا۔ تو فرمایا۔ "فزت ورب الکعبۃ" یہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے آخری الفاظ تھے۔ میں نے عرض کی۔ کہ آیا عبدالرحمٰن مسلمان تھا فرمایا۔ ہاں مسلمان تھا۔ لیکن معاویہ کا طرفدار ہوگیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ معاویہ کے حق میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ فرمایا۔ وہ مسلمان صحابی تھا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر کا لڑکا تھا۔ اس کی بہن ام حبیبہ نام رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ یہ حکایت ختم کرکے اشتیاق اور فراق کا ذکر کیا۔ کیونکہ آٹھ مہینے بعد میں حاضر خدمت ہوا تھا۔ اور نیز اور بہت سے عزیز چھاؤنی سے آرہے تھے۔ فرمایا۔ کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا جس میں یہ رباعی بھی درج کی تھی۔ رباعی

زاں روئے کہ بندۂ تو دانند مرا — بر ہر در یک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتے فرمودہ ست — ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

بعد ازاں جب شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس رباعی کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ میں نے وُہ رباعی یاد کر لی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب ◆

سوموار کے روز تیسری ماہ شعبان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ جناب کے ایک مرید نے مجھے شش کانی تین چیتل دیئے تھے۔ کہ یہ جناب کی خدمت میں پہونچا دینا۔ میں نے وہ حاضر خدمت کئے۔ اور سارا حال عرض کیا۔ جناب نے دستِ مبارک سے پکڑ کر پاس رکھ لئے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سُہروردی قدس اللہ سرہ العزیز حج کے سفر سے واپس آئے۔ تو اہل بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ نقد یا جنس لایا۔ ان میں ایک بڑھیا آئی۔ جس نے پرانی چادر کے دامن سے ایک درم کھولکر شیخصاحب کے سامنے رکھا۔ آپ نے وہ درم لیکر تمام تحفوں اور ہدیوں کے اوپر رکھا۔ پھر جو آدمی موجود تھے۔ انہیں فرمایا۔ کہ جو جو چیز چاہتے ہو۔ لے لو۔ ہر ایک نے جو چاہا لے لیا۔ شیخ جلال الدین تبریزی طاب اللہ ثراہ حاضرِ خدمت تھے۔ اسے بھی اشارہ کیا۔ کہ تم بھی کچھ لے لو۔ شیخ جلال الدین نے اُٹھ کر وہ درم جو سب سے اوپر رکھا تھا۔ اُٹھا لیا۔ شیخ شہاب الدین نے جب دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ تُو تو سب کچھ لے گیا۔ میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا۔ کہ کیا شیخ جلال الدین شیخ شہاب الدین کے مرید تھے۔ فرمایا نہیں۔ وہ شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید تھے۔ جب آپ کے پیر نے وفات پائی۔ تو شیخ شہاب الدین کی خدمت میں آئے۔ تو وُہ وُہ خدمات بجا لائے۔ جو کسی کو میسر نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ شیخ شہاب الدین ہر سال بغداد سے سفرِ حج کو جایا کرتے۔ جب بوڑھے ہو گئے تو توشہ جو اُن کیلئے ہمراہ لیا جاتا۔ وہ مزاج کے موافق نہ ہوتا۔ سرد کھانا آپ کی طبع کے موافق نہ تھا۔ کیونکہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ اسلئے شیخ جلال الدین تبریزی انگیٹھی اور دیگچہ اس طرح سر پر اُٹھائے رہتے۔ کہ سر نہ جلتا۔ اور کھانا بھی ہر وقت گرم رہتا جب شیخصاحب کو ضرورت ہوتی گرما گرم کھانا دیا جاتا ◆

یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر شیخ ابوسعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ آپ بزرگ شیخ اور اعلیٰ درجہ کے تارک الدنیا تھے۔ چنانچہ اکثر آپ پر قرض ہو جاتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے۔ ایسا بھی ہوا۔ کہ ایک مرتبہ تین دن تک خانقاہ میں کھانا نہ پکا۔ آپ اور آپ کے یار تربوز سے ہی افطار کرتے رہے۔ اور گزارہ کرتے رہے۔ جب یہ خبر وہاں کے حاکم نے سُنی۔ تو کہا۔ کہ وہ ہماری کوئی چیز قبول نہیں کرتا۔ نقدی لے جاؤ اور شیخ کے خادم کو دیدو۔ اور خادم کو کہو۔ کہ تھوڑا تھوڑا کر کے خرچ کر لے۔ اور شیخ

صاحب سے اسکا ذکر تک نہ کرے۔ چنانچہ شاہی نوکر نے آکر خادم کو کچھ نقدی دی۔ اور کہا۔ کہ مصلحت کے مطابق خرچ کرنا۔ اور شیخ صاحب کو نہ جتانا۔ القصہ جب روپیہ لایا گیا۔ اور خرچ کیا۔ تو اس روز شیخ صاحب کو طاعت میں جو ذوق اور آرام حاصل ہوا کرتا تھا نہ ہوا۔ خادم کو بلا کر پوچھا۔ کہ رات کو جو کھانا تو نے ہمیں دیا۔ وہ کہاں سے آیا تھا۔ خادم چھپا نہ سکا۔ سارا حال بیان کر دیا۔ پوچھا کون شخص لایا تھا۔ اور کہاں کہاں قدم رکھا تھا۔ فرمایا۔ جہاں جہاں اُس نے قدم رکھا۔ وہاں سے مٹی کھود کر پھینک دو۔ اور اس خادم کو بھی اسی قصور کے عوض خانقاہ سے نکال دیا ۔

ذکر شیخ شہاب الدین

پھر شیخ شہاب الدین رح کی نسبت فرمایا۔ کہ آپ کو فتوح بہت حاصل ہوئی۔ لیکن تقریباً سب خرچ کر دیتے۔ جب وفات کا وقت نزدیک آپہونچا۔ تو آپ کے فرزند عماد رح نے جس کا حال شیخ صاحب کے حال سے بالکل نہ ملتا تھا۔ خادم سے خزانے کی چابی مانگی۔ خادم نے نہ دی۔ اور کہا۔ کہ واہ یہ اچھی بات ہے۔ کہ شیخ صاحب حالتِ نزع میں ہیں۔ اور تو چابیاں مانگتا ہے۔ جب شیخ صاحب نے یہ بات سُنی۔ تو فرمایا۔ کہ چابی اسے دیدو۔ جب اس نے خزانہ کھولا۔ تو صرف چھ دینار نکلے۔ سو وہ بھی آپ کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

جمعرات کے روز چوتھی ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک طالب علم آیا جس سے آپ نے تعلیم کی حالت پوچھی۔ عرض کی۔ کہ میں نے تحصیل علم کر لی ہے اب میں سرائے سلطانی میں آیا جایا کرتا ہوں۔ تاکہ مجھے روٹی با فراغت ملجایا کرے۔ جب وہ چلا گیا۔ تو خواجہ صاحب نے یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

شعر در وصف حال بس سرہ ایست   چوں بخواہش رسید مسخرہ ایست

پھر فرمایا۔ کہ شعر ایک لطیف چیز ہے۔ لیکن جب تعریف میں کہا جائے۔ اور کسی کے پاس لیجایا جائے۔ تو سخت بے لُطف ہوتا ہے۔ اسی طرح علم بھی بنفسہ بہت شریف ہے۔ لیکن جب اسے حاصل کر کے دربدر پھریں۔ تو اس کی عزت جاتی رہتی ہے۔ اتنے میں ایک غلام مرید آیا۔ اور ہندوی کو ہمراہ لایا۔ کہ یہ میرا بھائی ہے۔ جب دونوں بیٹھ گئے۔ تو خواجہ صاحب نے اس غلام سے پوچھا۔ کہ آیا یہ تیرا بھائی مُسلمانی سے کچھ رغبت رکھتا ہے۔ عرض کی۔ میں اسی مطلب کے لئے اسے یہاں لایا ہوں۔ کہ جناب کی نظرِ التفات سے وہ مُسلمان ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ اس قوم پر کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کسی صالح مرد کی صحبت میں آیا جایا کریں۔ تو شاید اس کی برکت سے مُسلمان ہو جائیں ۔

[illegible] بادشاہ عراق کی حکایت

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب خلافت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو ملی۔ اور بادشاہان عراق سے لڑائی چھڑی۔ تو جنگ میں عراق کا بادشاہ پکڑا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو مسلمان ہو جائیگا۔ تو عراق کا ملک تجھے دیا جائیگا اس نے کہا۔ میں اسلام قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا۔ یا تو اسلام قبول کرے۔ ورنہ تجھے قتل کیا جائے گا۔ اس نے کہا مجھے مار ڈالو۔ لیکن اسلام قبول نہیں کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تلوار لاؤ۔ اور جلاد کو بلاؤ۔ یہ بادشاہ بہت ہی دانا اور مذہب کا پکا تھا۔ جب اس نے یہ حالت دیکھی۔ تو آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ پانی لاؤ۔ شیشے کے برتن میں پانی لایا گیا۔ بادشاہ نے کہا۔ میں اس برتن میں پانی نہیں پیوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ یہ بادشاہ ہے اس کے لیئے سونے چاندی کے برتنوں میں لانا چاہیئے۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ لیکن پھر بھی اس نے نہ پیا۔ اور کہا۔ کہ میرے لیئے مٹی کے برتن میں پانی لاؤ۔ چنانچہ کوزہ بھر کر اسے دیا گیا۔ پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ مجھ سے عہد کرو۔ کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لونگا قتل نہیں کیا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں نے عہد کر لیا۔ کہ جب تک تو یہ پانی نہ پیئیگا میں تجھے قتل نہیں کرونگا۔ بادشاہ نے کوزہ زمین پر دے پٹکا۔ کوزہ ٹوٹ گیا۔ اور پانی گر گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا۔ کہ میں نے یہ پانی نہیں پیا۔ اور آپ کا اقرار یہ تھا۔ کہ جب تک یہ پانی نہ پیوں۔ قتل نہ کیا جاؤں۔ اب میری جان بخشی کی جائے۔ آپ اس کی عقلمندی سے حیران رہ گئے۔ فرمایا۔ اچھا۔ تیری جان بخشی کی۔

بعد ازاں اسے ایک یار کے سپرد کیا۔ جو نہایت ہی صالح اور زاہد تھا۔ جب کچھ مدت اس یار کے گھر میں رہا۔ تو اس کی صلاحیت اور زہد نے بادشاہ میں اثر کیا۔ پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیطرف پیغام بھیجا۔ کہ مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ تاکہ ایمان لاؤں۔ آپ نے اسے پاس بلایا۔ اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر فرمایا۔ کہ تجھے عراق کا ملک دیا۔ اس نے کہا۔ مجھے سلطنت درکار نہیں۔ مجھے ملک عراق کا کوئی اجڑا ہوا گاؤں دو۔ جو میری روزی کے لیئے کافی ہو۔ آپ نے مان لیا۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مجھے اجڑا ہوا گاؤں دینا چاہیئے۔ جسے میں آباد کروں۔ آپ نے اپنے چند آدمی ملک عراق میں بھیجے۔ انہوں نے بہتیرا ڈھونڈا۔ لیکن کوئی اجڑا ہوا گاؤں نہ پایا واپس آ کر سارا حال عرض کیا۔ اور بادشاہ کو بھی مطلع کیا گیا۔ اس نے کہا۔ میرا مقصود یہ یہ تھا۔ کہ میں عراق اس طرح آبادی کی حالت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اگر کوئی گاؤں غیر آباد ہو گیا۔ تو قیامت کے دن اس کے جواب دہ آپ ہونگے۔ خواجہ صاحب اس

حکایت پر آبدیدہ ہوئے۔ اور بادشاہِ عراق کی عقلمندی اور دانائی کی تعریف کی ۔

بعدازاں اسلام اور اہلِ اسلام کی دیانتداری اور صدق کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے پڑوس میں ایک یہودی کا گھر تھا۔ جب بایزید علیہ الرحمتہ انتقال فرماگئے۔ تو اس یہودی سے پوچھا گیا۔ کہ تو کیوں مسلمان نہیں ہوتا۔ کہا میں کیا مسلمان بنوں۔ کیونکہ اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کو حاصل تھا۔ تو وہ مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ اور اگر یہ اسلام ہے۔ جو تمہیں حاصل ہے۔ تو اس اسلام سے مجھے عار آتی ہے ۔

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ملیح جو میرا پرانا یار ہے تھوڑی مصری لایا تھا۔ کیونکہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا تھا۔ خواجہ صاحب کو معلوم ہوا۔ کہ اس ملیح کے ہاں چار لڑکیاں ہیں۔ الغرض مصری دیکھکر پوچھا۔ کہ یہ کیسی ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ جس کے ہاں ایک لڑکی ہو۔ اس کے اور دوزخ کے مابین حجاب ہوجاتا ہے۔ تیری تو چار لڑکیاں ہیں۔ پھر زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ ابوالبنات نے مرزوق کو کہا۔ کہ بیٹیوں کا رزق فراخ ہوتا ہے ۔

پھر مہتر خضر علیہ السلام کی حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب آپ نے لڑکے کو قتل کیا۔ تو مہتر موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے طعن کیا۔ کہ تو نے کیوں پاک نفس کو مار ڈالا۔ مہتر خضر علیہ السلام کو اس کے حال کے انجام کی خبر تھی۔ اس کا جواب دیا۔ القصہ اس لڑکے کے باپ کے ہاں اس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جس سے سات صاحب ولایت پیدا ہوئے ۔

بعدازاں مجھ سے پوچھا۔ کہ نماز تراویح کہاں ادا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی۔ گھر میں ادا کرتا ہوں۔ ایک امام ہے۔ پوچھا۔ کیا پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کی فاتحہ اور اخلاص۔ فرمایا اچھا ہے ۔

پھر فرمایا۔ کہ حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی یہی پڑھا کرتے تھے۔ شیخ صاحب چونکہ بوڑھے ہوگئے تھے۔ اسلئے تراویح بیٹھ کر ادا کیا کرتے۔ صرف فریضہ نماز میں کھڑے ہوکر ادا کرتے۔ باقی سب بیٹھ کر۔ پھر ایک بزرگ کا نام لیا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں اگر ایک لقمہ کھا کر سو جاؤں۔ تو اس سے بہتر ہے۔ کہ پیٹ بھر لوں اور ساری رات کھڑے ہوکر گذار دوں۔ بعدازاں فرمایا۔ کہ شیخ کبیر اکثر کم افطار کیا کرتے۔ اگر ارادہ بھی کرتے۔ تو تپ وغیرہ کی شکایت ہوجاتی۔ مگر ہاں روزہ رکھتے ۔

بعدازاں شیخ بہاؤالدین زکریا رح کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ روزہ کم رکھا کرتے۔ لیکن عبادت اور طاعت بہت کیا کرتے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً پاک کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اور فرمایا۔ کہ شیخ شہاب الدین رح ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کے حق میں آیت

صادق آتی ہے ✦

محبت اطفال

ہفتہ یا جمعہ کے روز چودھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بچوں کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بچوں سے بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آیا کرتے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کو دیکھا۔ کہ بچوں میں کھیل رہے ہیں۔ ایک ہاتھ ٹھوڑی تلے اور ایک سر پہ رکھکر بوسہ دیا۔ اِسی اثنا میں مَیں نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حسن اور حسین رضی اللہ تعالے عنہما کی خاطر اونٹ کی سی آواز بھی نکالی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ یہ تو عام مشہور ہے۔ اور کتابوں میں بھی درج ہے۔ پھر فرمایا "نعم الجمل حلیما"

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک یار کو کسی ولایت کا حاکم مقرر کر کے وہاں کی حکومت کا حکمنامہ اس کے نام لکھکر اسے دیا۔ اثنائے راہ میں امیر المؤمنین نے ایک چھوٹے بچے کو گود میں لیا۔ اور پیار کرنے لگے۔ اس یار نے کہا میرے دس بچے ہیں۔ لیکن مجھے ان سے اُلفت نہیں۔ اور نہ میں اُنہیں پیار کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ وہ حکمنامہ مجھے دو۔ اُس نے دیا۔ تو لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ جب تجھے چھوٹوں سے محبت نہیں۔ تو بڑوں سے کب ہوگی۔ واللہ اعلم ✦

بُدھ کے روز پانچویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک شخص آیا اُسے پوچھا۔ کہ کہاں سے آرہے ہو۔ عرض کی۔ دارالخلافہ سے۔ لیکن وہ چھاؤنی سے جو سری میں تھی آیا تھا۔ چونکہ وہاں کا نام اب دارالخلافت ہو گیا تھا۔ اسلئے اُس نے کہا یا تھا۔ کہ میں دارالخلافت سے آیا ہوں ✦

شہر بغداد کا نام

یہاں سے بغداد کی حکایت شروع ہوئی۔ فرمایا۔ بغداد کو پہلے مدینۂ منصور کہا کرتے تھے۔ اسواسطے کہ اس شہر کو شروع شروع میں خلیفہ منصور نے آباد کیا تھا۔ پھر فرمایا۔ کہ بغداد کو مدینۃ الاسلام بھی کہتے ہیں۔ اِس اثناء میں اولیائے حق اور اُن کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا جب قیامت کے دن میدان حشر میں معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ آئینگے

معروف کرخی روز محشر

تو اسی طرح مست ہونگے۔ خلقت حیران ہوگی۔ اور پوچھیگی۔ کہ یہ کون ہے؟ آواز آئے گی۔ کہ یہ ہماری محبت کا مست ہے۔ اسے معروف کرخی کہتے ہیں۔ پھر معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوگا۔ کہ بہشت میں آؤ۔ آپ کہینگے۔ نہیں۔ میں نے تیری عبادت بہشت کے لئے نہیں کی۔ پھر بعض فرشتوں کو حکم ہوگا۔ کہ نوری زنجیریں ڈال کر اسے بہشت میں لے جاؤ۔ پھر کھینچکر بہشت میں لائے جائینگے۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال

کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ تو نہایت پاک اور عظیم ہے۔ اور فرزندِ آدم ادنےٰ مقام ہے محبت اور قربت کی کیا نسبت۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ زبان سے ٹھیک ٹھیک نہیں ادا ہو سکتا۔ یہ بحثی مسئلہ نہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس کے مناسب مجھے ایک شعر یاد آیا ہے ؎

عشق را ابوحنیفہ درس نہ کرد

جب میں نے یہ مصرعہ پڑھا۔ تو دوسرا مصرعہ خواجہ صاحب نے فرمایا ؎

شافعی را درو روایت نیست واللہ اعلم ٭

فضیلت حلم عاصم قاری

ھفتہ کے روز اٹھارھویں ماہ ربیع الاول ۷۱۸ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ حلم کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ ایک بزرگ صفت علم سے موصوف تھا۔ اسے پوچھا گیا۔ کہ تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی۔ کہا میں نے اپنے استاد عاصم قاری رضی اللہ عنہ سے۔ پھر پوچھا۔ کہ اپنے استاد کے حلم کی بابت کچھ بیان کرو۔ کہا۔ ایک مرتبہ آبادی سے اور جنگل میں آپ سے ایک کمینے نے کمینہ پن کرنا چاہا۔ اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ لیکن عاصم قاری نے کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ شہر کے نزدیک آپہونچے۔ لیکن وہ کمینہ اسی طرح بُرا بھلا کہے گیا۔ جب آدھی آپہونچے۔ تو قاری نے کہا۔ صاحب جانے دو۔ یہاں میرے آشنا بہت ہیں۔ ایسا نہ ہو آپ کو تکلیف پہونچے۔ پھر آپ کے حلم کی بابت ایک اور حکایت بیان کی۔ کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ چند شاگرد حدیث کا سبق پڑھ رہے تھے۔ آپ گھٹنوں میں سر رکھے کپڑا لپیٹے بیٹھے تھے۔ اس حالت میں سبق پڑھا رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا۔ کہ آپ کے لڑکے کو قتل کیا گیا ہے۔ پوچھا۔ کس نے قتل کیا ہے۔ کہا آپ کے چچا کے بیٹوں نے۔ شادمان میں دشمنی ہوگی۔ لڑائی میں مارا گیا ہے۔ قاری صاحب نے کہا۔ جاؤ فلاں شخص کو کہو۔ کہ اس کی نماز جنازہ ادا کرے۔ اور فلاں مقام پر دفن کر دو۔ اتنا کہہ کر پھر شاگردوں سے پوچھا۔ کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ پڑھو۔ وہ بزرگ کہتا ہے۔ کہ قاری صاحب کے چہرے پر تغیر کے کوئی آثار نمودار نہ ہوئے۔ اور جو کپڑا لپیٹے ہوئے تھے۔ نہ اتارا۔ اور نہ ہی دوسری صورت اختیار کی۔ بلکہ اسی طرح سبق پڑھانے میں مشغول رہے ٭

حلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ صحابہ میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حلم سے منسوب تھے۔ ایک مرتبہ ایک فحش آدمی نے آپ کو تہمت لگائی۔ فرمایا۔ جس قدر مجھ میں عیب ہیں ان میں سے صرف تھوڑا سا ظاہر ہوا ہے۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی۔ تو حاضرین کے واپس جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ میں پیر کی خدمت میں کم کم حاضر ہوتا ہوں۔ زیادہ تر گھر میں پیر کی یاد میں رہتا ہوں۔ یہ بہتر ہے کہ

یا یہ کہ ہر روز پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کروں۔ فرمایا۔ بہتر یہی ہے۔ کہ پیر کی یاد میں رہا جائے۔ خواہ ظاہر میں دور ہی رہے۔ بعد ازاں یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا۔ مصرعہ

پیرون زدرون بہ کہ درون بیرون بہ

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز ہفتے دو ہفتے بعد قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بخلاف شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیزوں کے جو ہر روز حاضرِ خدمت رہتے۔ حاضر ہوا کرتے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ جب حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین رح کی رحلت کا وقت قریب آپہونچا۔ تو ایک بزرگ کا نام لیا۔ جو شیخ قطب الدین کی پائنتی میں مدفون ہے۔ اور اسے تمنا تھی۔ کہ شیخ صاحب کے بعد قائم مقام بنے۔ شیخ بدرالدین کو بھی یہی آرزو تھی۔ لیکن جس سماع میں شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا ہے۔ اس میں فرمایا۔ کہ میرا جامہ۔ عصا۔ مصلا اور لکڑی کے نعلین شیخ فرید الدین کو دے دینا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے وہ عصا اور جامہ دیکھا تھا۔ جامہ سوزنی دولائی تھی۔ الغرض جس رات حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے والا تھا۔ حضرت شیخ فرید الدین رح ہانسی میں تھے۔ اسی رات شیخ فرید الدین نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ کہ اسے بارگاہ میں بلاتے ہیں۔ دوسرے روز شیخ صاحب ہانسی سے روانہ ہوئے۔ چوتھے روز شہر میں پہونچے۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ وہ جامہ وغیرہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین طاب اللہ ثراہٗ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے دوگانہ ادا کر کے جامہ پہن لیا۔ اور جس گھر میں قطب العالم حضرت قطب الدین رہا کرتے تھے۔ آئے۔ تین دن سے زیادہ وہاں قیام نہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق سات روز قیام کیا۔ پھر ہانسی کی طرف چلے آئے۔ آپ کے آنے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ جن دنوں آپ قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین کے گھر میں رہے۔ سرہنگا نام ایک شخص ہانسی سے آپ کے دیدار کے لئے دو تین مرتبہ آیا۔ لیکن دربان نے اندر نہ جانے دیا۔ ایک روز جب آپ گھر سے باہر نکلے۔ تو یہی سرہنگا آکر پاؤں پڑا۔ اور رونے لگا۔ شیخ صاحب نے پوچھا۔ کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا۔ اس واسطے کہ جب آپ ہانسی میں تھے۔ ہم آسانی سے دیدار کر لیتے تھے۔ اب تو آپ کا دیدار مشکل ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت یاروں کو فرمایا۔ کہ میں پھر ہانسی جاؤں گا۔ حاضرین نے کہا۔ کہ شیخ صاحب نے آپ کو یہیں ٹھہرنے کے لئے فرمایا ہے۔ آپ کیوں اور جگہ جاتے ہیں۔ فرمایا جو نعمت مجھے ملتی ہے۔ وہ شہر و جنگل میں یکساں ہے۔ واللہ اعلم

[illegible] حضرت شیخ الاسلام [illegible]

ہفتہ کے روز تیسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مریدوں کی خوش اعتقادی اور پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ قاضی حمید الدین ناگوری کے نبیرہ شرف الدین ساکن ناگور کے دل میں خواہش ہوئی۔ کہ میں شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنوں۔ یہ نیت کر کے ناگور سے روانہ ہوا۔ اس کی ایک لونڈی تھی جس کی قیمت کم و بیش سو اشرفی تھی۔ اس نے کہا۔ کہ جب آپ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو میرا سلام عرض کر دینا۔ نیز ایک چھوٹی پگڑی کڑھی ہوئی دی۔ کہ یہ شیخ صاحب کی خدمت میں پہونچا دینا۔

القصہ جب مولانا شرف الدین شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پہلے تو عرض کی۔ کہ میرے گھر میں ایک لونڈی ہے۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ اور یہ پگڑی بھیجی ہے۔ وہ نکال کر شیخ صاحب کے روبرو رکھدی۔ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالے اسے آزادی عطا فرمائے۔ جب مولانا شرف الدین سامنے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو دل میں خیال کیا۔ کہ چونکہ شیخ صاحب کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ کہ اللہ تعالے اسے آزادی عطاء فرمائے۔ ضرور ہے۔ کہ وہ آزاد ہو جائے گی۔ لیکن لونڈی قیمتی ہے۔ میں اسے آزاد تو کر نہیں سکتا۔ البتہ بیچوں گا۔ ممکن ہے۔ کہ جو شخص خریدے۔ وہ اسے آزاد کرے۔ پھر دل میں خیال آیا۔ کہ جس کے گھر جا کر لونڈی آزاد ہو گی۔ اُسے ثواب ملیگا۔ تو میں ہی کیوں نہ ثواب لوں۔ یہ نیت کر کے شیخ صاحب کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کی۔ کہ میں نے اس لونڈی کو آزاد کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اتوار کے روز اٹھارھویں ماہ مذکور سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دُنیا کی محبت اور عداوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ خلقت تین قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو دُنیا کو عزیز سمجھتے ہیں۔ اور دن رات اسی کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور طلب بھی ایسے لوگ بہت ہیں۔ دوسرے وہ جو اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ اور اسے برائی سے یاد کرتے ہیں۔ اور بالکل اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں۔ جو نہ ان سے دشمنی کرتے ہیں۔ نہ دوستی۔ ایسے لوگ پہلی دو قسموں کی نسبت اچھے ہوتے ہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرد رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کی خدمت میں آکر بیٹھا۔ اور دُنیا کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ رابعہ رح نے فرمایا۔ کہ پھر میرے پاس نہ آنا۔ کیونکہ تو دُنیا کا دوستدار معلوم ہوتا ہے۔ اسواسطے کہ تو اکثر اسکا ذکر کرتا ہے۔

یہاں سے ترکِ دُنیا کی نسبت ذکر چھڑا۔ تو ایک درویش کی بابت فرمایا۔ کہ ایک درویش صوفی بدھی نام کیتھل اور کہرام کے علاقے میں رہا کرتا تھا۔ جو نہایت ہی تارک الدنیا تھا۔ چنانچہ کپڑے بھی نہیں پہنا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ آیا اس کا کوئی پیر تھا۔ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا اگر اس کا پیر ہوتا۔ تو پردہ کیوں نہ ڈھانپتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا پیر نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ وہ نماز بہت ادا کیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی۔ اگر پیر خود دُنیادار ہو۔ تو کیا اُس کے لئے مناسب ہے سکہ مُریدوں کو دُنیا کی محبت سے منع کرے۔ فرمایا۔ اگر منع کرے گا بھی۔ تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ زبان دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک زبانِ قال۔ دوسری زبانِ حال پند و نصیحت زبانِ حال سے ہی اثر کرتی ہے۔ جب زبانِ حال نہ ہو۔ تو زبانِ قال کا کچھ اثر نہیں ہوتا ؛

پھر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا۔ کہ آپ کو ایک دفعہ اپنے شیخ صاحب سے پگڑی عطا ہوئی۔ جسے آپ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔ اور برکتیں حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ آپ سوئے۔ تو وہ پگڑی پاؤں کی طرف ہوگئی۔ اتفاقیہ پاؤں اُس سے چھو گیا۔ تو جب بیدار ہوئے۔ تو نہایت قلق ہوا۔ اور گھبرائے۔ یہانتک فرمایا۔ کہ امید ہے۔ کہ قیامت کے دن میں افسوسناک اور اندوہگین اُٹھوں گا ؛

پھر فرمایا۔ کہ مجھے جو خرقہ شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل ہوا۔ وہ گدڑی ابتک میرے پاس ہے۔ جب میں اجودھن سے دہلی آ رہا تھا۔ تو وہ خرقہ اپنے ہمراہ لایا۔ میرے ساتھ ایک اور ہمراہی تھا۔ رستے میں ہم ایسے مقام پر پہونچے جہاں لٹیروں کا خطرہ تھا۔ اس نے میرا دامن پکڑ لیا۔ اور ہم دونوں ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں چند ڈاکو ہمارے مقابل آ کھڑے ہوئے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ گدڑی مجھے شیخ صاحب نے عطا فرمائی۔ یہ کسی صورت بھی لیجا نہیں سکتے۔ پھر خیال کیا۔ کہ اگر لے بھی گئے۔ تو میں آبادی کی طرف نہیں جاؤنگا۔ ایک گھڑی بعد وہ تمام ڈاکو متفرق ہو گئے۔ اور ہمیں کچھ بھی نہ کہا۔ ہم صحیح سلامت چلے آئے ؛

پھر دُنیا کے جمع و خرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ دُنیا جمع نہیں کرنی چاہیئے لیکن ہاں کپڑا وغیرہ جس سے پردہ ڈھانکا جائے۔ جائز ہے۔ لیکن زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جو کچھ ملے خرچ کر دینا چاہیئے۔ اور جمع نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

زر از بہر زادن بود اے پسر برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر

پھر قاضی کا یہ شعر پڑھا ؎

چوں خواجہ نخواہد راند از ہستی زر کانی　　آں گنج کہ او دارد پندار کہ من دارم ✦

اس اثنا میں ایک کو مسواک عنایت فرمائی۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک عالم نوزک نام یہاں سے کعبہ کیطرف گیا۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اور گھر کے دروازے پر یہ لکھدیا۔ کہ جس کے پاس مسواک نہ ہو۔ اُسے میرے گھر آنا حرام ہے ✦

پھر درویشوں کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ اور بو علی سینا نے آپس میں ملاقات کی۔ جب ایک دوسرے سے جُدا ہوئے۔ تو بو علی نے صوفی کو جو شیخصاحب کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ کہا۔ کہ جب میں شیخصاحب کی خدمت سے واپس چلا آؤنگا۔ تو جو کچھ میرے حق میں شیخصاحب فرمائینگے۔ مجھے لکھ بھیجنا۔ جب واپس چلا آیا۔ تو شیخصاحب نے اُس کے بارے میں نہ نیک نہ بد کچھ ذکر نہ کیا۔ جب اس صوفی نے شیخصاحب سے بو علی سینا کی بابت کچھ نہ سُنا۔ تو ایک روز خود ہی شیخصاحب سے پوچھا۔ کہ بو علی سینا کیسا آدمی ہے۔ فرمایا۔ حکیم، طبیب اور عالم شخص ہے۔ لیکن مکارم اخلاق نہیں رکھتا صوفی نے یہ الفاظ بو علی کو لکھ بھیجے۔ بو علی نے واپس خط لکھا۔ اور اس میں یہ بھی لکھا۔ کہ میں نے مکارم اخلاق میں اسقدر کتابیں لکھی ہیں۔ پھر شیخصاحب کیوں کہتے ہیں۔ کہ مجھ میں نیک اخلاق نہیں شیخصاحب نے مُسکرا کر فرمایا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔ کہ وہ نیک اخلاق کی بابت کچھ نہیں جانتا۔ میں نے تو یہ کہا ہے۔ کہ اس کے اخلاق نیک نہیں ✦

پھر قاضی منہاج الدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے دونوں ہفتے اس کا ذکر کیا۔ ایک روز اس کا ذکر کرتے کرتے یہ رُباعی پڑھی۔ رُباعی

لب بر لب دلبراں مہوش کردن　　و آہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست　　خود را چو خسے طعمۂ آتش کردن

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ شعر سُنا۔ تو از خود رفتہ ہو گیا۔ جب گھڑی بعد ہوش میں آیا۔ تو پھر اس کے احوال بیان کئے۔ کہ وہ صاحب ذوق مرد ہو گذرا ہے۔ ایک مرتبہ اسے شیخ بدرالدین غزنوی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر بُلایا گیا۔ وہ دن سوموار کا تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب میں تذکیر (وعظ) سے فارغ ہونگا۔ تو آؤں گا۔ الغرض تذکیر سے فارغ ہو کر حاضر ہوا۔ اور سماع سُننے لگا۔ تو دستار اور جامہ وغیرہ سب ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر شیخ بدرالدین غزنوی کی نظم کے دو تین شعر جس کی دولت آتش گرفت ہے کہے۔ جن میں سے یہ ایک شعر یاد رہ گیا ہے ؎

نوحہ میکرد من نوحہ گر و در مجمعے　　آہ زیں سوز ہم بر آید نوحہ گر آتش گرفت

پھر فرمایا کہ قاضی منہاج الدین شیخ بدر الدین کو "شیر سُرخ" کہا کرتے تھے پھر شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اسکی تذکیر سُنی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ مگر ان دنوں میں بچہ تھا۔ اسلئے میں معنوں کو اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ ایک روز آپ کی تذکیر میں آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ مسجد میں آئے۔ اور نعلین اُتار کر ہاتھ میں پکڑ لیں۔ اور پھر دوگانہ ادا کیا۔ نماز میں جو آپ کی شکل وصورت تھی۔ وہ اور کسی کی نہیں تھی۔ دوگانہ ادا کرکے منبر پر چڑھے۔ ایک شخص قاسم نام خوش خواں تھا۔ اُس نے ایک آیت پڑھی۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے بابا کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے ابھی صرف اتنا ہی کہا تھا۔ کہ سارے لوگ رونے لگے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

نہ از عشق تو زنہ تو حذر خواہم کرد۔ جاں در غم تو زبر و زبر خواہم کرد۔

تو خلقت نعرے مار اُٹھی۔ پھر دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا۔ پھر فرمایا۔ اے مسلمانو! اس شعر کے ساتھ کا دوسرا شعر مجھے یاد نہیں آتا۔ میں کیا کروں۔ یہ بات کچھ ایسے عجز سے کہی۔ کہ سب میں اثر کر گئی۔ پھر قاسم نے دوسرا شعر پڑھا۔ اور رباعی مکمل ہوئی۔ شیخ صاحب رباعی پڑھکر نیچے اُتر آئے۔

پھر آپ کی بزرگی کی نسبت خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ بارش کی قلت ہوئی۔ تو آپ کو مجبور کیا گیا۔ کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ منبر پر چڑھکر بارش کی دعا پڑھی۔ بعد ازاں آسمان کیطرف منہ کر کے کہا۔ پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجیگا۔ تو پھر میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ یہ کہکر منبر سے اُتر آئے۔ اللہ تعالےٰ نے باران رحمت بھیجیگا۔ بعد ازاں سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے ملاقات کی۔ اور یہ کہا۔ کہ ہمیں آپ کے حق میں پکا اعتقاد ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ آپ کو اللہ تعالےٰ سے کامل نیاز حاصل ہے۔ پھر یہ لفظ کیوں کہے کہ اگر بارش نہیں بھیجیگا۔ تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے فرمایا۔ کہ مجھے معلوم تھا۔ کہ وہ ضرور بارش بھیجیگا۔ پھر سید قطب الدین نے پوچھا۔ آپ کو کس طرح معلوم تھا۔ فرمایا۔ ایک مرتبہ میں سید نور الدین مبارک نوراللہ مرقدہ کے سلطان شمس الدین کے پاس نیچے اوپر بیٹھنے کے بارے میں جھگڑا۔ تو میں نے ایسی بات کہدی جس سے آپ (سید نور الدینؒ) ناراض ہوگئے۔ جن دنوں مجھے بارش کی دُعا کے لئے کہا گیا۔ تو میں آپ (سید نور الدین رح) کے روضۂ مبارک پر گیا۔ اور عرض کی۔ کہ مجھے بارش کی دُعا کے لئے کہا گیا ہے۔ اور آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ اگر میرے ساتھ صُلح کریں۔ تو میں دُعا کروں۔ اگر نہ کریں۔ تو نہ کروں۔ روضۂ مبارک سے آواز آئی۔ کہ میں راضی ہوں۔ جا کر دُعا کرو۔

بُدھ کے روز پانچویں جمادی الاوّل سن مذکور کو پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز کے بارے

میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ فرض ادا کر کے جو جگہ تبدیل کرتے ہیں۔ یہ کس طرح پر ہے۔ فرمایا۔ بہتر تو یہی ہے۔ کہ جگہ تبدیل کر لیں۔ امام اگر جگہ نہ بدلے۔ تو کوئی بات نہیں۔ لیکن مقتدی کو ضرور بدل لینی چاہیئے۔ جگہ بدلتے وقت بائیں طرف سرکنا چاہیئے۔ اور رو بقبلہ رہنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

جمعہ کے روز تیرھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ درویش اور مشائخ جو ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ تو ان کی نیت یہ ہوتی ہے۔ کہ شاید ان کے ہاتھ کسی مغفور کا ہاتھ آجائے۔

پھر درویشوں کی دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازی رحمتہ اللہ کے ایک مرید نے شیخ صاحب کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جس کی نظر میرے گھر پر پڑتی ہے۔ میں بہتیرا اسے منع کرتا ہوں۔ لیکن وہ باز نہیں آتا۔ اور مجھے تکلیف دیتا ہے۔ خواجہ اجل رح نے پوچھا۔ کیا اسے یہ معلوم ہے۔ کہ تو میرا مرید ہے عرض کی جناب اسے معلوم ہے۔ فرمایا۔ تو پھر اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں ٹوٹتا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ فرمایا۔ تو وہ مرید گھر آیا۔ اور ہمسائے کی گردن کا مہرہ ٹوٹے ہوئے دیکھا پوچھا۔ کہاں سے گرا ہے۔ کہا۔ لکڑی کی جوتی پہنی ہوئی تھی۔ پاؤں پھسل گیا۔ اور گر پڑا۔ جس سے گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

پھر مردان حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ اگلے وقتوں میں چار آدمی برہان نامی ملک بالا سے دہلی میں آئے۔ ان میں سے ایک برہان بلخی تھا۔ دوسرا برہان کاشانی۔ اور دو دو برہانوں کی بابت مجھے یاد نہیں۔ الغرض ان میں از حد موافقت تھی۔ کھانا۔ پینا۔ اکٹھا کھایا پیا کرتے تھے۔ اور تحصیل علم بھی ایک ہی جگہ کیا کرتے۔ جن دنوں وہ دہلی آئے۔ اس وقت شہر کا قاضی نصیر کاشانی تھا۔ اس نے برہان کاشانی سے ایک مجلس میں مسئلہ پوچھا۔ یہ برہان کاشانی پست قد تھا۔ جب اس نے جواب شروع کیا۔ تو طالب علموں نے کہا۔ کہ یہ ریزہ کیا جواب دیگا۔ اس کا عرف ہی "ریزہ" ہو گیا۔ یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس دن سے اسے "ریزہ" پکارنے لگے۔ یہ ریزہ عجیب مرد تھا۔ آخر میں وہ ابدال بنا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ ہر روز صبح کے وقت پیادہ نکلتا۔ باوجودیکہ اس کے پاس دس سے زیادہ گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی کوئی غلام اپنے ہمراہ لے جاتا۔ حالانکہ سو سے زیادہ خدمتگار تھے۔ اس کا ایک لڑکا نور الدین محمد نام

تھا۔ اُس نے ایک روز باپ کو کہا۔ کہ آپ ہر روز گھر سے اکیلے باہر جاتے ہیں۔ اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ اگر آپ ایک غلام کو پانی کا کوزہ دیکر ہمراہ لے جائیں۔ تو بہتر ہوگا۔ بیٹے کو جواب دیا۔ کہ بابا محمد! جہاں میں جاتا ہوں۔ اگر وہاں غلام کی گنجائش ہو۔ تو پہلے میں تجھے لے جاؤں۔ کیونکہ تو میرا بیٹا ہے ٭

اتوار کے روز انتیسویں ماہ جمادی الآخر کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چونکہ ماہ رجب نزدیک تھا میں نے عرض کی۔ کہ خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رجب کی تیسری۔ چوتھی اور پانچویں تاریخوں میں نماز کے لئے کہا ہے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے کہ جس بزرگ نے کسی نماز یا دعا کیلئے کہا ہے وہ یا تو حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ یا صحابہ کرام سے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جن نمازوں کی بابت فرمایا ہے اور سورتیں مقرر کی ہیں۔ اور دعاؤں کے نام رکھے ہیں یہ کہاں سے سنے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ الہام ہوا تھا ٭

پھر جب حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس سے پہلے جب میں دہلی سے اجودہن شیخ صاحب کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ تو یہ تین اسم پڑھا کرتا تھا۔ "یا حافِظُ یا نَاصِرُ یا مُعِیْنُ" حالانکہ مجھے یہ کسی نے نہیں بتائے تھے۔ پھر مدت بعد ایک بزرگ نے مجھے یہ دعا لکھ کر دی۔ دعا۔ "یا حافِظُ یا ناصِرُ یا مُعِیْنُ یا مَالِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ٭

پھر احوال مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے ایک بات سنی ہے۔ اور کہتے بھی اسی طرح ہیں۔ کہ خواجہ صاحب بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے یہ کلمات کہے ہیں۔ میں تو ان کلمات کی کوئی تاویل نہیں پاتا۔ اور نہ دل مطمئن ہوتا ہے۔ پوچھا کونسے کلمات ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ وہ کلمات یہ ہیں۔ "محمد ومن دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ" "محمد اور اس کے سوا جتنے ہیں۔ سب قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہونگے" فرمایا نہیں۔ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلمات نہیں کہے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ ہاں ایک مرتبہ اتنا ضرور کہا تھا۔ کہ "سبحان ما اعظم شانی" سو بعد میں آخری عمر میں آکر استغفار کی تھی۔ کہ میں نے یہ بات ٹھیک نہیں کہی تھی۔ میں یہودی تھا۔ اب میں جینو توڑ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اور کہتا ہوں " اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدًا عبده و رسوله" ٭

یہاں سے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ مردان خدا اور مشائخ کو جو حالت ہو جاتی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ کہتے ہیں

کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں آئے جس میں ایک کنواں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر آبیٹھے۔ اور پاؤں نیچے لٹکا دیئے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ ابو موسےٰ اشعری ہمراہ تھے۔ اُنہیں فرمایا۔ کہ میری اجازت بغیر کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ ابو موسےٰ اشعری نے اطلاع دی۔ فرمایا۔ اندر بُلا لو۔ اور بہشت کی خوشخبری دو۔ ابو موسےٰ نے جاکر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اندر بُلا لائے۔ آپ آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف اسی طرح بیٹھ گئے جس طرح جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ یعنی کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر پھر امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ ابو موسےٰ نے آنے کی اطلاع کی۔ فرمایا۔ اُسے بھی خوشخبری دیکر اندر بلا لو۔ آپ آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف اسی طرح بیٹھ گئے۔ بعد ازاں عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی اندر بُلایا۔ آپ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل بیٹھے بعد ازاں فرمایا کہ جسطرح آج ہم یہاں اکٹھے ہیں۔ اسی طرح موت بھی ایک ہی جگہ ہوگی۔ اور حشر بھی جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو فقرا اور خرقہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات فقر کا خرقہ عطا ہوا تھا۔ صحابہ کو بُلا کر فرمایا۔ مجھے ایک خرقہ ملا ہے۔ جو ایک کو ملے گا۔ میں سب سے ایک سوال پوچھوں گا۔ جس کا جواب بھی مجھے یاد ہے۔ تم میں سے جو ٹھیک جواب دیگا۔ اُسے خرقہ ملیگا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کیطرف مخاطب ہوکر پوچھا۔ کہ اگر یہ خرقہ آپ کو ملے۔ تو کیا کروگے۔ عرض کی۔ صدق اختیار کروں۔ اور طاعت اور عطا کروں۔ پھر عمر رضہ سے پوچھا۔ تو عرض کی۔ میں عدل اور انصاف کرونگا پھر عثمان رضہ سے پوچھا۔ تو عرض کی۔ انفاق اختیار کروں گا۔ اور سخاوت کروں گا۔ بعد ازاں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا۔ تو عرض کی۔ کہ میں پردہ پوشی کروں گا۔ اور بندگان خدا کے عیب چھپاؤنگا فرمایا۔ خرقہ لے لو۔ مجھے یہی فرمان تھا۔ کہ جو صحابی یہ جواب دیگا۔ اسے خرقہ دینا ٭

پھر امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ کی زرہ جاتی رہی۔ ایک دن ایک یہودی کے ہاتھ وہی زرہ دیکھکر اُسے پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ زرہ میری ہے۔ یہودی نے کہا۔ دعوے کر کے ثابت کرو۔ اور لے لو۔ ان دنوں جناب بھی خلیفہ تھے۔ کہنے لگے۔ کہ میں ہی خلیفہ اور میں ہی مدعی۔ یہ دعوے کس طرح ثابت ہوگا۔ پہلے شریح کے پاس جانا چاہئے اور دعوے مکمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ ویسا ہی کیا۔ ان دنوں شریح آپ کا نائب تھا۔ القصہ جب شریح کے پاس گئے۔ اور زرہ کا دعوے کیا۔ تو شریح نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ اگرچہ آپ ہمارے خلیفہ ہیں۔ لیکن اس وقت میں بحکم نیابت

حاکم ہوں۔ چونکہ آپ مدعی بنکر آئے ہیں۔ اس لئے آپ یہودی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی کیا۔ یہودی کے برابر کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ کہ زرہ میری ہے۔ جو یہودی کے ہاتھ ناحق لگی ہے۔ شریح نے گواہ مانگا۔ آپ نے حسن رضؓ اور قنبر بطور گواہ پیش کئے۔ شریح نے کہا حسن رضؓ آپ کا فرزند ہے۔ اور قنبر غلام۔ اس لئے میں ان کی گواہی نہیں لینا چاہتا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اور کوئی گواہ پیش نہیں کرسکتا۔ شریح نے یہودی کو کہا۔ کہ زرہ اٹھاکر لے جاؤ۔ جب تک دو گواہ نہ ہونگے۔ زرہ نہ ملیگی۔ جب یہودی نے یہ معاملہ دیکھا۔ تو حیران رہ گیا۔ دل میں کہا۔ کہ اوہ! دینِ محمدی ایسا دین ہے۔ فوراً اسلام قبول کیا۔ اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کو زرہ دیکر کہا۔ کہ یہ آپ ہی کا حق اور ملک ہے۔ امیر المؤمنین رضؓ نے وہ زرہ بھی اور ایک گھوڑا اسے بخشدیا۔ اِسی مجلس میں ایک مرید نے آکر عرض کی۔ کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کیا نام رکھا ہے؟ عرض کی۔ خیر۔ یعنی ابھی تک کوئی نام نہیں رکھا۔ فرمایا۔ اچھا خیر ہی رہنے دو۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ خیر نساج رحؒ ایک دفعہ شہر سے باہر نکلے۔ تو ایک بدو نے پکڑ لیا۔ اور کہا۔ کہ تو میرا غلام ہے۔ خواجہ خیر نساج رحؒ نے کچھ نہ کہا۔ بلکہ تسلیم کرلیا۔ اور مدت تک اُس کے گھر رہے۔ اس بدو کا ایک باغ تھا۔ جس کے مالی آپ بنے۔ مُدت بعد جب وہ باغ میں آیا۔ تو خواجہ خیر نساج کو کہا۔ کہ ایک میٹھا انار لاؤ۔ خواجہ صاحب نے ایک انار لاکر اسے دیا۔ جب اسے چکھا۔ تو کھٹا تھا۔ کہا میں نے تو میٹھے انار کے لئے تجھے کہا تھا۔ خواجہ صاحب نے ایک اور انار لاکر دیا۔ وہ بھی ترش نکلا۔ باغ کے مالک نے کہا۔ میں نے تجھ سے میٹھا انار مانگا ہے۔ اور تو ترش لاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا۔ مجھے کیا معلوم کہ میٹھا انار کونسا ہے اور کھٹا کونسا۔ اُس نے کہا۔ مُدت سے تو اس باغ کا مالی ہے۔ تو کھٹے میٹھے انار کی بھی تمیز نہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا۔ میں باغبان ہوں۔ اور امین ہوں۔ میں انار چکھتا نہیں۔ جو مجھے کھٹے میٹھے کی تمیز ہو۔ باغ کے مالک کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اُسے آزاد کردیا۔ خواجہ نساج کا نام اس سے پہلے کچھ اور تھا۔ اسی آقا نے آپ کا نام خیر رکھا۔ جب خیر نساج آزاد ہوئے تو کہا۔ کہ میرا نام یہی رہیگا۔ جو اس مرد نے رکھا ہے۔

ھفتہ کے روز چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میرے دل میں ایک حدیث تھی۔ اس کی تحقیق پوچھی۔ وہ حدیث یہ تھی۔ "زر غبا تزدد حبا" میں نے پوچھا۔ کہ آیا یہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ ابوہریرہ رضؓ کو فرمایا تھا۔ کہ ناغہ کرکے حاضرِ خدمت ہوا کرو۔ تاکہ دوستی زیادہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز

آنا۔ اور ایک روزنہ آنا غُبًا کہلاتا ہے ✦

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اہل وعیال میں گرفتار ہوتے ہیں فرمایا۔ صبر تین موقعوں پر کرنا چاہئے۔ اوّل الصبر عنھن۔ دوم الصبر علیھن۔ سوم الصبر علی النار۔ پھر بیان فرمایا۔ کہ اوّل عورتوں سے صبر کرنا چاہئے۔ کہ بالکل عورتوں کی طرف کشش و رغبت ہی نہ ہو۔ یہ صبر سب سے اچھا ہے۔ یہ الصبر عنھن کہلاتا ہے۔ الصبر علیھن کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر عورت نہ ہو۔ تو کرے۔ اور لونڈی خریدے۔ پھر ان کے سبب جو مصیبتیں پیش آئیں۔ اُن پر صبر کرے۔ باقی رہا۔ الصبر علی النار۔ سو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ان سے گذر جائے۔ اور خطا کرے۔ تو الصبر علی النار کہلاتا ہے۔ پس صبر کی تین قسمیں ہوئیں۔ اوّل الصبر عنھن۔ دوم الصبر علیھن۔ سوم الصبر علی النار۔ واللہ اعلم بالصواب ✦

منگل کے روز تیرھویں ماہ شعبان سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا نور ترک کی بابت ذکر شروع ہُوا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ بعض علما حضرات نے اُس کے دین کے بارے میں کچھ کہا ہے۔ فرمایا۔ نہیں آسمان سے جو پانی برستا ہے۔ وہ زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے پھر میں نے عرض کی۔ کہ میں نے طبقات ناصری میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اس نے علمائے شریعت کو ناجی اور مرجی کہا ہے۔ فرمایا۔ اسے علمائے شہر سے بڑا تعصب تھا۔ اس واسطے وہ انہیں دُنیا کی آلودگی سے آلودہ دیکھتا تھا۔ اور اسی واسطے علما بھی اسے ان چیزوں سے منسوب کرتے تھے۔ پھر میں نے عرض کی۔ کہ مرجی اور ناجی کون ہوتے ہیں فرمایا۔ ناجی رافضی کو کہتے ہیں۔ اور مرجی ان لوگوں کو کہتے ہیں۔ جو ہر جگہ سے امید رکھیں۔ پھر فرمایا۔ کہ ناجی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک خالص۔ دوسرے غیر خالص۔ خالص وہ ہے۔ جو صرف رحمت کا ذکر کرے۔ اور مرجی غیر خالص وہ رحمت کی بابت بھی کہے۔ اور عذاب اور عذاب کی بابت بھی ✦

بعد ازاں مولانا ترک کی بابت فرمایا۔ کہ اگرچہ آپ پر تنگی حد درجہ کی تھی۔ لیکن ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلایا۔ جو کچھ کہتے۔ علم اور مجاہدہ کی قوت سے کہتے۔ آپ کا ایک غلام تھا۔ جو آپ کو ہر روز ایک درم دیا کرتا تھا۔ اور یہی آپ کی وجہ معاش تھی ✦

پھر فرمایا۔ کہ جب آپ مکے گئے۔ تو وہیں سکونت اختیار کی۔ اس ولایت کا ایک آدمی وہاں گیا۔ اور دو سیر چاول آپ کو دیئے۔ آپ نے لیکر دعا کی۔ ایک مرتبہ سلطانہ رضیہ نے کچھ سونا آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ لکڑی اُٹھا کر اُس زر کو پیٹنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہ کیا ہے اسے لے جاؤ۔ جب اس آدمی نے دو سیر چاول دیئے۔ اور آپ نے لے لئے۔ تو اس

مجھے دل میں خیال آیا۔ کہ ہو نہ ہو۔ یہ وہی بزرگ ہے۔ جس نے دہلی میں اسقدر زر کو رد کردیا تھا۔ اور اب دو سیر چاول قبول کرتا ہے۔ مولانا ترک نے فرمایا۔ کہ صاحب سکے کو دہلی جیسا قیاس نہ کرو۔ نیز میں اندنوں جوان تھا۔ اب وہ قوت اور تیزی کہاں رہی ہے۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یہاں کا دانہ تنکا ہی عزیز ہے ❊

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ مولانا ترک نے ہانسی میں وعظ و نصیحت کی۔ میں نے شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بارہا آپ کی وعظ و نصیحت سنی۔ جب آپ ہانسی پہونچے۔ تو میں نے جاکر آپ کی وعظ و نصیحت سننی چاہی۔ میں اس وقت پھٹے پرانے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کبھی مجھ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو مجھ پر نظر پڑتے ہی فرمایا۔ کہ مسلمانو! اب سخن کا صرّاف آگیا ہے۔ بعد ازاں اس قدر تعریف کی۔ کہ کسی بادشاہ کی بھی نہ کی ہوگی ❊

پھر تعویذ لکھنے اور دینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الاقطاب قطب الدین بختیار نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آیا لکھکر دوں یا نہ۔ شیخ الاسلام قطب الاقطاب حضرت شیخ قطب الدین نے فرمایا۔ کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ میں ہے۔ نہ تیرے ہاتھ میں۔ تعویذ اللہ تعالےٰ کا نام اور اس کا کلام ہے لکھو۔ اور دو ❊

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے دل میں بارہا خیال آتا تھا۔ کہ تعویذ لکھنے کی اجازت مانگوں۔ ایک مرتبہ بدر الدین اسحاق رح جو آپ کے تعویذ لکھا کرتے تھے۔ موجود نہ تھے اور لوگ تعویذ لینے آئے تھے۔ مجھے حکم دیا۔ کہ لکھ کر دو۔ میں نے تعویذ لکھنے شروع کئے۔ لوگ بہت ہو گئے۔ اسلئے مجھے بہت کچھ لکھنا پڑا۔ اور خلقت کی مزاحمت زیادہ ہوئی۔ اس اثنا میں شیخ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ کیا تو ملول ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کی جناب کو معلوم ہے۔ فرمایا۔ میں تجھے اجازت دیتا ہوں۔ کہ تعویذ لکھ کر دے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ بزرگوں کا ہاتھ سے چھونا بھی کچھ کام رکھتا ہے ❊

سوموار کے روز گیارھویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جو شخص حاضر خدمت ہوتا۔ وہ کوئی نہ کوئی چیز بطور سلامی لاتا۔ ایک شخص کچھ بھی نہ لایا۔ جب وہ واپس چلا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اسے کچھ دو ❊

بعد ازاں فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے۔ کچھ لاتا ہے۔ اگر کوئی مسکین آئے۔ اور کچھ نہ لائے۔ تو مجھے ضرور اسے کچھ دینا چاہیئے۔

پھر فرمایا۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تو علم اور احکام شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوا کرتے۔ اور جب واپس جاتے۔ تو لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ یعنی ان فوائد سے جو حاصل کیا کرتے۔ خلقت کی رہنمائی کرتے۔ جب واپس جاتے۔ تو جب تک کچھ کھا پی نہ لیتے۔ واپس نہ جاتے۔

پھر فرمایا۔ کہ امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روز خطبہ میں فرمایا۔ کہ مجھے یاد نہیں۔ کہ شاید کبھی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے شام تک کوئی چیز اپنے پاس رکھی ہو۔ صبح سے دوپہر تک جو کچھ ہوتا۔ دیتے۔ پھر دوپہر سے شام تک جو کچھ ہوتا۔ وہ رات تک سب دیدیتے۔

اتنے میں میں نے عرض کی۔ کہ اسراف کیا ہے۔ اور اس کی حد کیا ہے؟ فرمایا۔ جو بغیر نیت دیا جائے۔ اور خدا کے لئے نہ دیا جائے۔ اگر ایک دانگ بھی بغیر نیت اور غیر راہ خدا میں صرف کیا جائے۔ تو اسراف کہلاتا ہے۔ اور رضائے حق کی خاطر اگر سارا جہان بھی دیدیا جائے۔ تو بھی اسراف نہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا خرچ بہت تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں یہ حدیث پڑھی۔ کہ "لَا خَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ" آپ نے جواب دیا۔ "لا اسراف فی الخیر" یعنے نیکی اور خیرات کرنے کو اسراف نہیں کہتے۔

یہاں سے ہمت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ہمتیں مختلف ہیں۔ ایک بزرگ تھا۔ جس کا ایک بیٹا تھا۔ اور ایک غلام لیکن غلام زیادہ نیک تھا۔ دونوں کو پاس بلا کر پہلے بیٹے سے پوچھا۔ کہ تیری ہمت کس کام کو چاہتی ہے۔ اس نے کہا۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہوں۔ تو پھر غلام سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ جتنے میرے غلام ہوں۔ سب کو آزاد کردوں۔ اور آزادوں کو اپنا بندۂ احسان بناؤں۔ پھر فرمایا۔ کہ بعض تو دنیا کی خواہش کرتے ہیں۔ اور بعض یہ چاہتے ہیں۔ کہ دنیا اُن کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ لیکن ان دونوں سے وہ لوگ اچھے ہیں۔ جنہیں دنیا ملے تو بھی بہتر۔ اور نہ ملے۔ تو بھی بہتر۔ اور دونوں حالتوں میں خوش رہیں۔ وہ شخص جو کہتا ہے۔ کہ میرے پاس دنیا نہ ہو۔ اس کا یہ خواہش کرنا بھی آرزو ہے۔ مناسب اور ضروری تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کی جائے۔ اور اس

پر خوش اور راضی رہے۔ اگر دنیا ملے۔ تو اسے خرچ کرے۔ اگر نہ ملے۔ تو صبر کرے۔ اور خوش رہے۔ اسی اثنا میں میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ صدقہ فطر دیا کرتے ہو؟ عرض کی کہ جو مجھ پر واجب ہے۔ دیا کرتا ہوں۔ فرمایا۔ اگر نصاب کامل ہو جائے۔ اور ضروریات مثلاً پہننے کا اسباب گھوڑے وغیرہ کے علاوہ نقدی کا نصاب کامل ہو۔ تو دینا چاہیئے۔ عرض کی۔ نقد نہیں ہوتا۔ اس صورت میں کچھ نہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ کہ اب تو میرے پاس بہت ہے۔ جن دنوں میرے پاس دمڑی بھی نہ ہوتی تھی۔ ایک وام کر کے دیا کرتا تھا۔ جب میں نے یہ سُنا۔ کہ ماہ رمضان کے روزے صدقۂ فطر پر موقوف ہیں۔ تو میں نے صدقہ دینا شروع کیا۔ میں نے آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ میں نے منظور کیا۔ کہ اب صدقۂ فطر دیا کرونگا۔ فرمایا۔ اپنا صدقہ بھی دینا۔ اور چھوٹوں کا بھی *

پھر میں نے عرض کی۔ کہ میں دیوگیر میں تھا۔ تو میرے پرانے خدمتگار بلیچ نے ایک لونڈی خریدی۔ جو بچہ ہی تھی۔ اور اس کی قیمت پانچ تنگے (سکے کا نام) ادا کی۔ جب لشکر شہر کی طرف واپس آنے لگا۔ تو اس کنیز بچے کے والدین نے آکر بہت آہ وزاری اور منت وسماجت کی۔ کہ دس تنگے لے لو۔ اور لڑکی ہماری ہمیں دیدو۔ مجھے اُن پر رحم آیا۔ میں نے اپنے پاس سے دس تنگے بلیچ کو دیکر وہ بچہ خرید لیا۔ اور اس کے والدین کو واپس دیا۔ اور ان کے دس تنگے بھی اُن کو واپس دیئے۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا بڑا اچھا کیا۔ پھر میں نے عرض کی۔ کہ جب میں نے یہ کام کیا۔ تو میں نے مولانا علاؤالدین کے فعل کو اصول بنا کر کہا۔ جس کی حکایت جناب سے سُن چکا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں اسی طرح ہوا تھا۔ کہ مولانا علاؤالدین کے پاس ایک بڑھیا لونڈی تھی۔ جو نئی نئی خریدی گئی تھی۔ بدایوں میں سحر کے وقت جب مولانا بیدار ہوئے۔ تو وہ لونڈی چکی میں آٹا پیس رہی تھی۔ اور رو رہی تھی۔ مولانا نے وجہ پوچھی۔ تو کہا۔ کہ سوا اس کا نیھر میں میرا بیٹا ہے۔ جس کی جدائی سے میں روتی ہوں۔ مولانا نے فرمایا۔ اگر میں تجھے نماز گاہ تک چھوڑ آؤں۔ تو آگے اپنے گاؤں میں چلی جائے گی۔ اس نے کہا۔ چلی جاؤنگی۔ آپ اُسے نماز گاہ تک چھوڑ آئے۔ اور چند روٹیاں بھی اسے دیں۔ جب یہ حکایت ختم کی۔ تو ایک عالم حاضرِ خدمت تھا۔ اس نے کہا۔ کہ جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کی لڑکی اسیر کی۔ تو اس نے اپنے باپ کی خوبیاں بیان کیں جنہیں سُنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے آزاد کر دیا *

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ بدنی۔ مالی۔ یا اخلاقی کوئی خدمت انسان کرے۔ اگر ایک بھی قبول ہو جائے۔ تو اُس کے سارے کام اسی ایک کی عوض بن جاتے ہیں۔

پھر فرمایا۔ کہ سعادت کے تالے کی کئی چابیاں ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ کس چابی سے کھل جائیگا۔ اِسلئے اسے تمام چابیوں سے کھولنا چاہئیے۔ اگر ایک سے نہ کھلے۔ تو دوسری سے کھل جائے۔ اگر اس سے بھی نہ کھلے۔ تو شاید اور چابی سے کھل جائے۔

ہفتہ کے روز اکیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ احتیاطِ وضو کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اسقدر احتیاط ضروری ہے۔ کہ انسان کا دل مطمئن ہو جائے۔ بعض نے چند یوم شمار کئے ہیں۔ بعض بار بار کرتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ مولانا علاؤالدین اصولی علیہ الرّحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات مکان کے متعلق نہیں۔ بلکہ زمانے کے متعلق ہے۔ یعنی جو چند قدم شمار کرتے ہیں۔ وہ ٹھیک نہیں۔ معتبر یہی ہے۔ کہ جب دل کو تسلی ہو جائے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر کسی کو پیشاب کا قطرہ جاری ہو۔ یا ناف۔ یا اور ایسی قسم کی کوئی بیماری ہو۔ تو کیا کرے۔ فرمایا۔ کہ ایک عورت نے اپنا حال رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ جسے ہمیشہ خون جاری رہتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرو۔ خواہ نماز ادا کرتے وقت مصلے پر خون بہ نکلے۔

پھر نماز اور اس میں حضوری کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ سُنا گیا ہے۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز جس جگہ بیٹھے ہوتے۔ نماز کے علاوہ بار بار سجدہ کرتے فرمایا ٹھیک ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک شیخ حجرے میں بیٹھا تھا۔ جس کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ بار بار اُٹھکر پھر سجدہ کرتا۔ اور یہ مصرعہ پڑھتا۔ مصارعہ

از برائے تو میرم از برائے تو زیَم

پھر اُن کی وفات کی بابت فرمایا۔ کہ آپ پر پانچویں ماہ محرم کو بیماری نے غلبہ کیا۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی۔ بعد ازاں بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو لوگوں سے پوچھا۔ کہ کیا میں نے عشاء کی نماز ادا کی ہے۔ کہا۔ کی ہے۔ فرمایا۔ ایک دفعہ اور ادا کر لوں کون جانتا ہے۔ کہ کل کیا ہوگا۔ پھر نماز ادا کی۔ اور پہلے کی نسبت زیادہ بیہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے۔ تو پوچھا۔ کیا میں نماز ادا کر چکا ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ دو مرتبہ۔ فرمایا۔ ایک دفعہ اور بھی ادا کر لوں۔ کون جانتا ہے۔ کہ کیا ہوگا۔ پھر تیسری مرتبہ جب ادا کر چکے۔ تو جان بحق تسلیم ہو گئے۔

اتوار کے روز تیرھویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اصحاب شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز مردان چاکر پیشہ کے بارے میں بھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ کام دینے اور نوکری کرنے سے بچنا چاہئیے۔ تاکہ آخرت میں سلامتی نصیب ہو۔ پھر یہ حکائیت بیان فرمائی۔ کہ پچھلے دنوں کا ذکر ہے۔ ایک شخص حمید نام اوائل میں دہلی میں رہتا تھا۔ اور ایک فاتح کے لڑکے کا نوکر تھا۔ جو آخر حال میں لکھنوتی میں اپنے تئیں بادشاہ بنا بیٹھا۔ القصہ حمید اس لڑکے کا نوکر تھا۔ اور اس کی خدمت میں ہر وقت رہتا۔ ایک روز اس کے پاس کھڑا تھا۔ تو ایک آدمی کو دیکھا۔ جس نے یہ کہا۔ کہ اے حمید! تو کیوں اس مرد کے پاس کھڑا ہے؟ یہ کہکر غائب ہوگیا ہے۔ خواجہ حمید حیران رہ گئے۔ کہ یہ کیا تھا۔ جب دوسری مرتبہ اس لڑکے کے پاس کھڑے ہوئے۔ تو پھر اُس نے آکر کہا۔ کہ اے حمید! تو اس مرد کے پاس کیوں کھڑا ہوتا ہے؟۔ پھر آپ حیران رہ گئے۔ حتّٰی کہ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اس دفعہ خواجہ حمید نے کہا۔ کیوں نہ کھڑا ہوں۔ میں تو اس کا نوکر ہوں۔ اور وہ میرا آقا ہے۔ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔ میں کیوں نہ کھڑا ہوں۔ اُس نے کہا۔ تو عالم ہے۔ اور وہ جاہل۔ تو آزاد ہے۔ اور وہ تیرا غلام ہے۔ اور تو نیک مرد ہے۔ اور وہ بدکار۔ یہ کہکر نظر سے غائب ہوگیا۔ خواجہ حمید نے جب اس بات کا معائینہ کیا ہے۔ تو اپنے بادشاہ کو جا کر کہا۔ کہ میرا حساب فیصل کرو۔ میں آئندہ آپ کی نوکری نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے کہا۔ یہ کیسی باتیں کرتے ہو کہیں دیوانے تو نہیں ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ دیوانہ تو نہیں۔ لیکن ملازمت نہیں کرونگا۔ مجھے قناعت نصیب ہوگئی ہے۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہونچے۔ تو میں نے پوچھا۔ شاید وہ صورت مردانِ غیب سے ہوگی۔ فرمایا۔ نہیں۔ جب مرد کا باطن کدورتوں سے صاف ہو۔ تو ایسی ایسی صورتیں اکثر دکھائی دیا کرتی ہیں۔ ہوتا تو ہر شخص میں ہے۔ لیکن بعض کو اندرونی کدورتوں کے سبب دکھائی نہیں دیتا۔ جب باطن بالکل صاف ہوتا ہے۔ تو ایسی صورتیں دکھائی دیا کرتی ہیں۔ پھر یہ شعر زبانِ مبارک سے فرمایا ؎

آں نامہ کہ مے جُستی ہم با تو در گلیم است — تو از سیہ گلیمی بوئے ازاں ندار ی۔

پھر اس خواجہ کی بابت فرمایا۔ کہ جب آپ نے بادشاہ کی ملازمت چھوڑ دی۔ تو شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید بنے۔ میں نے آپ کو دیکھا ہے۔ آپ لائق آدمی تھے۔ کبھی کبھی وعظ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ مستقیم الاحوال درویش اور طاعت میں بڑے خبردار تھے۔ پھر شیخ الاسلام شیخ فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو فرمایا۔ کہ فلاں گاؤں میں جا کر رہو۔ کیونکہ اب تم ستارے کی طرح ہو گئے ہو۔ اور ستارہ چاند کے مقابلہ میں روشنی نہیں دیتا

خواجہ حمید نے جب یہ سنا۔ تو اسوقت مان لیا۔ مگر اسی رات سات آدمیوں نے حج کا ارادہ کیا۔ خواجہ حمید نے آکر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں ترک فرمان کرتا ہوں۔ یعنی آپ نے تو فلاں گاؤں میں جانے کا حکم دیا ہے۔ سو میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہوا ہے۔ لیکن میرا ارادہ حج کو جانے کا ہے کیونکہ میرے یار حج کو جا رہے ہیں۔ آپ اجازت عنایت فرمائیں۔ تاکہ ان کے ہمراہ حج کر آؤں۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ جاؤ۔ القصہ آپ ان کے ہمراہ حج کو گئے۔ اور اس دولت سے مشرف ہو کر واپس آئے۔ تو راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔

ایک جوان نے اسی روز بیعت کی۔ شائد اسے انہیں دنوں میں کسی سے تکلیف پہونچی ہوگی۔ اس کے بارے میں یہ شعر فرمایا ؎

آے بسا شیر کاں ترا آہو ست اے بسا دردکاں ترا دارو ست

سوموار کے روز اکیسویں ماہ ذی القعدہ کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو استغفار توبہ اور استقامت بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ جو شخص پیر کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ اور بیعت کرتا ہے۔ وہ گویا اللہ تعالےٰ سے عہد کرتا ہے۔ اسلئے چاہیئے کہ اس پر ثابت قدم رہے۔ اگر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ تو پھر بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح ہے اسی طرح رہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب میں شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنا۔ تو واپس آتے وقت راستے میں مجھے پیاس کا غلبہ ہوا۔ لو چل رہی تھی۔ اور پانی دور تھا۔ اسی اثنا میں راہ پر میں نے ایک علوی کو دیکھا۔ جسے میں پہچانتا تو نہ تھا۔ اسے سید عماد کہتے تھے۔ وہ خوش طبع آدمی تھا۔ جب میں اُس کے پاس پہونچا۔ تو اس سے پوچھا۔ کہ کہیں پانی کا پتہ بتاؤ۔ کیونکہ مجھے سخت پیاس ہے۔ ایک مشکیزہ پاس تھا۔ اُس نے کہا۔ بڑے اچھے موقعہ پر آئے۔ اس مشکیزے کو کھولکر پی جاؤ۔ شاید اس مشکیزے میں شراب تھی۔ یہ مجھے اشارۃً معلوم ہوا۔ میں نے کہا میں تو ہرگز ہرگز اسے نہیں پیونگا۔ اس نے کہا۔ کہ نزدیک نزدیک پانی نہیں۔ میں نے بھی پانی کے نہ ملنے کے سبب اسے اٹھا لیا ہے۔ دور تک آگے پانی نہیں ملتا۔ اگر اسکو نہ پیو گے۔ تو مارے پیاس کے مر جاؤ گے۔ میں نے کہا۔ صاحب۔ زیادہ تو یہی ہوگا۔ کہ مر جاؤں گا۔ یہ کہکر میں آگے چل پڑا۔ تو تھوڑی دور جا کر میں پانی کے کنارے جا پہونچا۔ الحمد للہ۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ خواجہ حمید سوالی حضرت شیخ معین الدین کے مرید اور حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہم خرقہ تھے۔ جب تائب ہو کر

خرقہ حاصل کیا۔ تو اقربا آئے۔ کہ چلو چلکر مزے اور گلچھرے اڑائیں۔ خواجہ حمید نے فرمایا۔ کہ اب تو یہ بات نہیں ہوگی۔ انہوں نے اصرار کیا۔ تو فرمایا۔ کہ جاکر گوشے میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ یہ آزار بند میں نے اس طرح مضبوط باندھا ہے۔ کہ قیامت کے دن حوروں پر بھی نہیں کھلیگا۔ واللہ اعلم بالصواب ؁

ھفتہ کے روز گیارہویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ کہ کیا اس مہینے کی تیرہویں کو روزہ رکھا جاتا ہے۔ ایام تشریق کی وجہ سے روزے کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا۔ سولھویں کو روزہ رکھنا چاہئے۔ فرمایا۔ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ چودھویں، پندرھویں اور سولھویں کو روزہ رکھنے کے لئے فرمایا ہے۔ سو رکھنے چاہئیں ایام بیض کے روزے رکھنے چاہئیں۔ لیکن اس مہینے میں اتفاق سے سولھویں کا روزہ رکھنا چاہئے اس اثنا میں کھانا لایا گیا۔ چاول بھی پکائے گئے تھے۔ میں نے عرض کی۔ کہ کیا "اَلْاُرُزُّ مِنِّیْ" "چاول میرے ہیں"۔ حدیث ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ یہ اس طرح پر ہوا۔ کہ ایک دفعہ صحابہ کرام نے کھانا مہیا کرنا چاہا۔ ہر ایک نے ایک ایک چیز لانی منظور کی۔ کسی نے کہا۔ "اَللَّحْمُ مِنِّیْ" یعنی گوشت میں لاؤں گا۔ دوسرے نے کہا۔ حلوا میں لاؤں گا۔ اسی طرح رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَلْاُرُزُّ مِنِّیْ" چاول میں لاؤں گا ؁

سوموار کے روز بیسویں ماہ ذی الحجہ سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ کھانا لایا گیا جب کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو تھال اور لوٹا لایا گیا۔ جو کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھلانے کی غرض سے لایا جاتا ہے۔ عرب میں کھانا کھانے کے بعد لوٹا اور تھال لایا جاتا ہے۔ اس لئے اسے ابو الیاس کہتے ہیں۔ یعنی نا امیدی کا باپ۔ اس واسطے کہ تھال لوٹا لائے جانے کے بعد کسی قسم کا کھانا نہیں لایا جاتا۔ پھر خوش طبعی کے طور پر فرمایا۔ کہ ہندوستان میں تنبول گویا ابو الیاس کا کام دیتا ہے۔ اس کے بعد کوئی کھانا نہیں لایا جاتا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ عرب میں تنبول کی کوئی رسم نہیں۔ اس واسطے آخری لوٹے اور تھال کو الیاس کہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ نمک کو ابو الفتح کہتے ہیں ؁

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ کھانا کھلانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو کھانا کھلایا جائے۔ وہ پاکیزہ ہونا چاہئے۔ اور جسے کھلایا جائے۔ وہ بھی متقی ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا۔ کہ کھانا پاکیزہ ہونا تو ممکن ہے۔ لیکن جس کو کھلایا جائے اس کا متقی ہونا معلوم کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ فرض کرو۔ کہ دس آدمیوں کو کھانا کھلایا گیا ہے۔ اب یہ

کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ فلاں متقی ہے۔ یا نہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ مشارق میں ایک اور حدیث کا ذکر ہے جس سے بہت کچھ اُمید ہو سکتی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ جو شخص ہو۔ خواہ اسے پہچانو۔ یا نہ کھانا کھلا دو +

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ بدایوں میں ایک شخص ہمیشہ روزہ رکھا کرتا۔ اور افطار کے وقت گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا۔ اور غلام کھانا لے کر آجاتے۔ جو وہاں سے گزرتا اسے اندر بلا کر کھانا کھلاتا +

بعد ازاں حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے۔ ایک روز ایک مشرک آپ کا مہمان بنا۔ آپ نے جب دیکھا۔ کہ وہ بیگانہ ہے۔ تو اسے کھانا نہ دیا۔ حکم الٰہی ہوا۔ کہ اے ابراہیم ہم اسے جان دے سکتے ہیں۔ اور تو روٹی نہیں دے سکتا +

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ اس سے پہلے میں ایک شہر میں تھا۔ ایک مرتبہ شیخ بہاؤالدین رح کے بازار سے چند درویش آئے۔ جن میں سعید قریشی اور سحری متعلقین تھے مجلس عمدہ تھی۔ کھانا لایا گیا۔ سب رغبت سے کھانے پر آمادہ ہوئے۔ میرے پڑوس میں ایک شخص تھا۔ جسے اشرف پیادہ کہتے تھے۔ وہ بھی آکر کھانے میں مشغول ہوا۔ لیکن اس اشرف پیادے کی چوٹی تھی۔ اُنہیں یہ بات ناگوار گذری۔ اور اس کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کیا۔ سعید قریشی تو مجلس سے ہی باہر نکل آئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں حیران رہ گیا کہ انہیں ہوا کیا ہے۔ کہ کھانا چھوڑ کر نکل آئے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا۔ تو کہا کہ یہ مرد جس نے ان کے ہمراہ کھانا کھانا شروع کیا ہے۔ سر پر چوٹی رکھتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ یہ سنکر مجھے ہنسی آئی۔ کہ یہ کہاں پر لکھا ہے۔ کہ چوٹی والے کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ یہ عجب قسم کی نفرت اور پرہیز ہے۔ اتنے میں میں نے عرض کی۔ کہ میں نے سعید قریشی کو دیکھا ہے۔ اور اکثر ملکر ایک جگہ رہے ہیں۔ جب میں نے اسے دیکھا تھا۔ تو اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی۔ فرمایا۔ نہایت طلب کی نحوست کی وجہ سے ایسی باتوں میں مبتلا ہوا تھا +

پھر معراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا۔ عرض کی۔ کہ معراج کس طرح ہوا تھا۔ فرمایا۔ مکے سے بیت المقدس تک اسری اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک معراج۔ اور پہلے آسمان سے قاب قوسین کے مقام تک اعراج تھا۔ پھر اس عزیز نے سوال کیا۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ قلب کو بھی معراج ہوا۔

قالب کو بھی ہوا۔ اور روح کو بھی۔ ہر ایک کو کیونکر ہو سکتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر یہ مصرعہ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ مصرعہ

لظنّ خیرا ولا تسال عن الخبر

یعنی گمان نیک رکھ۔ اور تحقیق نہ پوچھ۔ فرمایا۔ ایسی باتوں کا یقین کر لینا چاہیئے۔ لیکن انکی تحقیق اور تفتیش کرنی چاہیئے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے۔ جو کسی نے ایک شخص کو مع محبوب اور شراب دیکھکر بنائے تھے ؎

جاءنی فی قمیص اللیل مستتر　　　بالخوف والخطر والحضر

(ترجمہ) رات کے کپڑے پہنکر چھپا چھپا میرے پاس آیا۔ بحالیکہ خوف خطرہ اور ڈر اس پر طاری تھا۔

فکان ما کان لم یکن کنت اظهره　　　تظنّ خیراً ولا تسئل عن الخبر

(ترجمہ) پس تھا۔ جو تھا۔ یہ میں ظاہر نہیں کروں گا۔ نیک گمان کرنا۔ اور حقیقت نہ پوچھنا۔

سوموار کے روز اٹھارھویں ماہ محرم ۷۱۹ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز بداؤں سے واپس آیا تھا۔ ان بزرگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اس شہر کے گرد و نواح میں مدفون ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ جو راحت اس شکر میں دیکھی گئی۔ وہ صرف ان بزرگوں کی زیارت تھی۔ مثلاً مولانا علاؤالدین اصولی کے والد بزرگوار مولانا سراج الدین ترمذی۔ خواجہ شاہی موے تاب خواجہ عزیز کوتوال۔ خواجہ شاہی لکھنوتی اور قاضی جمال ملتانی جب ان بزرگوں کے نام لئے۔ تو خواجہ صاحب رو دیئے۔ اور ہر ایک کا بخوبی نام لیا۔ جب قاضی جمال کا ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ اس بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم بدایوں کے گرد و نواح میں ایک مقام پر وضو کر رہے ہیں۔ جب جاگا۔ تو فوراً اس مقام پر پہونچا۔ اور اس مقام کو گیلا پاکر کہا۔ کہ میری قبر یہیں بنانا جب وہ مر گیا۔ تو اسی مقام پر اس کی قبر بنائی گئی۔

ھفتہ کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس حدیث کے بارے میں کہ "للصائم فرحتان فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء الملك الجبّار" روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت۔ دوسری جبّار بادشاہ (خدا تعالےٰ) کے دیدار کے وقت" تو فرمایا کہ کھانا پینا فرحت نہیں ہے فرحت تو روزہ ختم ہونے پر ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ یہ طاعت مجھ سے ختم ہوئی۔ اب میں لقاء ربانی کا امیدوار ہوں۔ بے شک ہر ایک روزے دار

کو لقاءِ ربانی کی نعمت کی امید سے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اس حدیث کا ذکر ہوا۔ کہ "الصوم لی و انا اجزی بہ" روزہ میرے لئے ہے۔ اور میں اس کی جزا دوں گا۔ حاضرین میں سے ایک نے عرض کی۔ کہ یہ حدیث اسی طرح سننے میں آئی ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ انا اجزی لہٗ چاہیئے۔ پھر اس بات کی اصلاح فرمائی۔ کہ یہ بجنے لام آیا ہوگا۔

پھر صبر کے بارے میں فرمایا۔ کہ صبر بمعنی حبس ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "اصبروا انصار واقتلوا المقاتل" بعد ازاں فرمایا۔ کہ یہ حدیث یوں وقوع میں آئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے تلوار سونت کر دوسرے شخص کا تعاقب کیا۔ وہ بھاگ نکلا۔ رستے میں تیسرے شخص نے اس بھاگنے کو پکڑ لیا۔ پہلے نے آکر اسے قتل کیا۔ جب یہ معاملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوا۔ تو فرمایا جس نے مقتول کو پکڑا تھا۔ اسے حبس کرو۔ اور جس نے قتل کیا ہے۔ اسے قتل کردو۔ اسی حکم کو اس عبارت میں ظاہر کیا۔ "اصبروا الصابر واقتلوا القاتل"۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ فرمایا ہے۔ کہ جو شخص ایسا کام کرے گا۔ وہ قیامت کو میرے ہمراہ بہشت میں ہوگا۔ اور یہ حدیث فرماتے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا ہے۔ ایک انگشت شہادت۔ دوسری انگشت سابہ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ درجے کا اشارہ ہے۔ یعنی ہمارا درجہ اسطرح ہوگا۔ اسواسطے کہ عام لوگوں کی یہ انگلیاں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں انگشت مبارک برابر تھیں۔

اتوار کے روز آٹھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پاکدامنی اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ پیر سہری فرماتے ہیں۔ کہ عنایت دو چیزوں سے ہے۔ جو یہ ہیں۔ کہ یا شروع میں پاکدامنی رہ جائے۔ یا اخیر میں توبہ کی جائے۔

یہاں سے توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ متقی وہ ہے۔ جو کسی آلودگی سے آلودہ نہ ہوا ہو۔ اور تائب وہ ہے جس نے گناہ کئے پیچھے توبہ کرلی ہو۔ اس بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ تائب اچھا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ متقی اور بعض کہتے ہیں۔ کہ دونوں برابر ہیں۔ پہلوں کی دلیل یہ ہے۔ کہ چونکہ تائب نے پہلے گناہ کی لذت چکھی ہوتی ہے۔ جو شخص لذت اور حظ اٹھا کر پھر توبہ کرے۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے جس نے مس بھی نہ کیا ہو۔ پھر اس بات کی صحت میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک

دفعہ دو شخصوں میں اسی بات پر بحث ہوئی۔ ایک کہتا تھا۔ کہ تائب اچھا ہے۔ دوسرا کہتا تھا
کہ نہیں متقی اچھا ہے۔ آخر دونوں پیغمبر وقت کے پاس گئے۔ اور اس بارے میں دلیل طلب کی
اس نے کہا میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ میں وحی کا منتظر رہوں گا۔ جو حکم ہوگا۔ وہ سُنا
دونگا۔ اتنے میں وحی نازل ہوئی۔ کہ ان دونوں کو کہدو۔ کہ واپس چلے جائیں۔ رات گذار
سویرے اٹھ کر پہلے جس شخص کو ملیں۔ اس سے پوچھیں۔ چنانچہ دونوں چلے گئے۔ سویرے
اُٹھے۔ تو پہلے ہی شخص سے انہوں نے اس بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا۔ بھائی میں عالم
تو نہیں۔ میں تو جولاہا ہوں۔ میں اس مشکل کو کس طرح حل کروں۔ لیکن ہاں اسقدر جانتا ہوں
کہ جب میں کپڑا بنا کرتا ہوں۔ تو جو تار ٹوٹتا ہے۔ میں اسے جوڑ دیتا ہوں۔ اور یہ تار نہ ٹوٹے
ہوئے تار کی نسبت مضبوط ہوتا ہے۔ وہ دونوں پھر پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ پیغمبر صاحب نے جواب دیا۔ کہ تمہارا جواب یہی تھا۔ یعنی
تائب متقی کی نسبت اچھا ہے ٭

پھر دُنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس بارے میں کہ لوگ اس پر مغرور
ہو جاتے ہیں۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے ایک عورت
دیکھی جو بڑھیا سیاہ اور بدشکل تھی۔ اس سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں دُنیا ہوں
عیسٰے علیہ السلام نے پوچھا۔ تو نے کتنے شوہر کئے۔ کہا بے حد اور بے شمار۔ اگر کوئی محدود چیز
ہو۔ تو بیان بھی کروں۔ پھر پوچھا۔ کہ ان شوہروں میں سے کسی نے تجھے طلاق بھی دی۔ کہا۔
نہیں میں نے سب کو مار ڈالا ٭

پھر فرمایا۔ کہ درویشی عین راحت ہے۔ کام کا انجام ہی درویشی ہے۔ جس میں رات
کو فاقہ ہو۔ جو اس کا معراج ہے ٭

پھر ان مالدار شخصوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اپنے مال سے محبت کرتے ہیں
تو فرمایا۔ کہ ایک شخص نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا
کہ اس زمانے میں ایک درویش کے پاس مال بہت تھا۔ لیکن وہ کہتا تھا۔ کہ مجھے اس کے
خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ شیخ الاسلام فریدالدین نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ یہ اس کا بہانہ ہے
پھر فرمایا۔ کہ اگر وہ شیخ اپنے مال کا مجھے مختار کردے۔ تو دو تین دن میں اسکا سارا خزانہ خالی
کردوں۔ اور ایک درہم بھی بغیر اذن نہ دوں ٭

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ دینے والا خدا ہے جب اللہ تعالےٰ کسی کو کوئی
چیز دے۔ تو کون منع کرسکتا ہے۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان شمس الدین

نے بدایوں میں ایک میدان بنا رکھا تھا۔ جس میں گیند کھیلا کرتا تھا۔ اور جس میں دو دروازے تھے ایک دن جب کھیلتے کھیلتے ایک دروازے کے قریب پہونچا۔ تو ایک بوڑھے کو کھڑے دیکھا۔ اس بوڑھے نے سوال کیا۔ لیکن بادشاہ نے اُسے کچھ نہ دیا۔ جب دوسرے دروازے پر پہونچا۔ تو ایک ہٹے کٹے جوان کو دیکھا۔ بادشاہ نے بغیر مانگے اس جوان کو کیسے روپے نکال دیئے۔ اور کہا کہ جس نے مانگا۔ اسے نہ دیا۔ اور جس نے نہ مانگا۔ اسے دیدیا۔ دراصل اسمیں اسکی مرضی نہ تھی۔ یہ اللہ تعالےٰ کی مرضی تھی۔ اگر اس کی مرضی ہوتی۔ تو بڈھے کو دیتا۔ نیز ایک مرتبہ شمس الدین کے پاس چند آم لائے گئے جو بدایوں میں بہت ہی اچھے ہوتے ہیں۔ جب کھائے۔ تو پوچھا۔ کہ اس پھل کا کیا نام ہے؟ کہا آنب۔ شاید تُرکی زبان میں آنب کے معنے بُرے کے ہیں۔ اسلئے اُس نے کہا۔ اسے آنب نہ کہو بلکہ نغزک کہو۔ بعد ازاں آم کا نام نغزک پڑ گیا ✤

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سلطان شمس الدین نے شیخ بہاؤالدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی رحمتہ اللہ علیہم کو دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک نے فرمایا تھا۔ کہ تُو بادشاہ ہوگا ✤

پھر دُنیا کی ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ کیتھل میں ایک شیخ صوفی بدہنی نام رہتا تھا۔ جو نہایت اعلےٰ درجہ کا "تارک الدُنیا" تھا۔ یہانتک کہ پردہ بھی نہیں ڈھانکتا تھا۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اسقدر کھانا بھی نہ کھائے۔ جو بھوک کو روک سکے۔ تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کے عوض اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ستر نہ ڈھانپے۔ تو بھی اسے عذاب کیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بھی دُور رہتا تھا ✤

پھر شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا۔ کہ آپ اسقدر تارک الدنیا تھے۔ کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا۔ سب خرچ کر دیتے۔ یہاں تک کہ جب آپ فوت ہوئے تو تجہیز و تکفین کے لئے بھی کچھ نہ نکلا۔ ؎

پنبۂ حلاج را رسم کفن داری نبود　　　خانہ بر دوش فنا سامان اری ہم داشت

چنانچہ قبر کے لئے کچی اینٹیں مطلوب تھیں۔ وہ بھی نہ نکلیں۔ آخر کار گھر کے دروازے کو گرا کر جو کچھ اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ لحد میں خرچ کیں ✤

اتوار کے روز اٹھائیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو ان بادشاہوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جنہیں شعر سننے کا شوق ہوتا ہے۔ فرمایا۔ کہ سلطان شمس الدین نے ایک دفعہ عام اذن دے رکھا تھا۔ اسوقت ناصری شاعر شعر پڑھ رہا تھا۔ جس کا مطلع یہ تھا ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ　　　تیغ د توال وبیل زکفار خواستہ

سلطان شمس الدین یہ شعر سننے وقت کسی اور شغل میں مشغول تھا۔ اتنے میں ناصری چند شعر پڑھ چکا تھا۔ پھر بادشاہ نے شعر سننے چاہے۔ فرمایا۔ کہ پڑھو۔ تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ　　　تیغ تو مال و بیل ز کفار خواستہ

فرمایا۔ یہاں سے پھر پڑھو۔ غرض یہ کہ اس کی قوت حافظہ بڑی طاقتور تھی۔ باوجود اس قدر اشتغال کے مطلع یاد رہا۔ بعد ازاں اس کے عقیدے کی بابت فرمایا۔ کہ خود راتوں جاگتا رہتا۔ مگر دوسروں کو نہ جگاتا ✦

بدھ کے روز ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روزے اور سحری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک شخص نے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ ایک شخص سحری کھا لیتا ہے۔ لیکن روزہ نہیں رکھتا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ سحری بھی کھاؤ۔ شام کا کھانا بھی کھاؤ۔ اور چاشت بھی۔ یہ ضروری ہے کہ اس خوراک سے جو قوت حاصل ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرے۔ اور گناہ نہ کرے۔ کلوا من الطیبات واعملوا صالحًا کے موافق عرض کی۔ کہ اصحاب کہف نے جو "ازکی طعام" کہا۔ اس سے انکا مقصود کیا تھا۔ فرمایا۔ وہ کھانا جس کی طرف طبع مائل ہو پھر فرمایا۔ کہ بعض کے قول کے مطابق اس کھانے سے مراد چاول تھے ✦

اتوار کے روز بارھویں جمادی الاول ۷۱۹ھ ہجری کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں ✦

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک شخص نے کسی صاحب حال درویش سے درخواست کی۔ کہ جس وقت آپ یاد الٰہی میں مشغول ہوں۔ مجھے بھی یاد رکھنا۔ اور میرے حق میں دعا کرنا اس نے کہا۔ ایسے وقت پر افسوس جب تو مجھے یاد آئے ✦

بعد ازاں خواجہ عزیز کرکی رح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ آپ بدایوں میں مدفون ہیں۔ اسکی بزرگی کے بارے میں بہت مبالغہ کیا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ وہ چڑیوں کو زندہ ہی نگل جاتے۔ اور پھر ایک ایک کر کے زندہ ہی باہر نکالتے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے دیکھا تو نہیں ہے۔ لیکن سنا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہتے ہیں۔ کہ جاڑے کے موسم میں رات کو گرم تنور میں بیٹھ جاتے۔ اور صبح باہر نکلتے۔ پھر فرمایا۔ کہ آپ کرک کے باشندے تھے۔ شروع میں آپ فیروزے بیچا کرتے تھے۔ اور ایک زیور جو عورتیں پہنا کرتی ہیں۔ بیچا کرتے۔ اور ساتھ ہی یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ وہاں کے حاکم نے آپ کو تکلیف پہونچائی۔ اور قید کر دیا۔ جب وہاں کے حاکم کو کہا گیا۔ کہ یہ جوان تو نیک مرد ہے لیے

چھوڑ دو جب آپکو کہا گیا۔ کہ آپکو شہر کے حاکم نے چھوڑ دیا ہے۔ باہر آئیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اس خان ومان کو برباد نہ کرونگا۔ باہر نہیں نکلونگا۔ القصہ آخر کار اس حاکم پر سخت مصیبت نازل ہوئی۔ تو پھر آپ قید خانے سے نکلے۔

جمعرات کے روز تیسویں ماہ جمادی الاول سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ سفر اور زیارت کعبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جب لوگ زیارت مکہ سے واپس آتے ہیں تو اسکا ذکر ہر مقام پر کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر اسی کی یاد میں رہتے ہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ حج کو جاتے وقت رستے میں کبھی کبھی نماز کا وقت فوت ہو جاتا ہے کچھ تو پانی کی تنگی۔ اور کچھ منزلوں کی مشقت کے سبب۔

پھر خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سہاور میں ایک واعظ تھا۔ جو نہایت عمدہ وعظ کیا کرتا۔ لوگوں کو اُس کی وعظ ونصیحت سے راحت حاصل ہوتی جب وہ حج سے واپس آیا۔ تو اُس کے کلام میں وہ پہلی سی راحت نہ رہی۔ اس سے وجہ پوچھی۔ تو کہا۔ ہاں۔ میں ہی وجہ جانتا ہوں جس کے سبب وہ چاشنی نہیں رہی۔ وہ یہ ہے کہ اس سفر میں مجھ سے کئی نمازیں قضا ہوئیں۔

جمعرات کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ پیری اور مریدی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ پیر کو مرید سے کسی قسم کی طمع نہیں کرنی چاہیئے پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ ایک مرید پیر کی خدمت میں کھانا لایا۔ پیر نے نہ لیا۔ واپس کر دیا۔ ایک نے پوچھا۔ کہ آپ نے واپس کیوں کیا۔ فرمایا۔ جس طرح پیر دینی کام میں مرید کا کسی طرح محتاج نہیں ہوتا۔ اسی طرح دُنیاوی کاموں میں بھی اسے مرید کا محتاج نہیں ہونا چاہیئے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سر بسجود ہوتے ہیں تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں تو چاہتا تھا۔ کہ لوگوں کو ایسا کرنے سے روکوں۔ لیکن چونکہ میرے شیخ نے منع نہیں فرمایا۔ اسلئے میں بھی منع نہیں کرتا۔ پھر میں نے عرض کی۔ کہ جو مرید بنتے ہیں۔ اس سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے۔ جہاں پر پیر کی محبت اور عشق ہے۔ وہاں سر سجدے میں رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنا ہے۔ کہ ایک مرتبہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ سوار جا رہے تھے۔ ایک پیدل مرید آیا۔ اور آ کر شیخ صاحب کے گھٹنے پر بوسہ دیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ ذرا نیچے۔ مُرید نے پاؤں پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا۔ ذرا نیچے۔ مرید نے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا۔ پھر فرمایا ذرا نیچے۔ مُرید نے زمین پر بوسہ دیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں جو ہر بار تجھے کہتا تھا۔ تو اس سے میری مراد یہ نہ تھی۔ کہ تو مجھے چومے۔ بلکہ میرے

درجے کی ترقی مراد تھی ٭

پھر اُن درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جن کے برخلاف شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سترہ العزیز تھے۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ انہیں میں ایک درویش عارف نام کو سیوستان کیطرف بھیجا۔ اور بیعت کی اجازت دی۔ وہ اوچہ اور ملتان کے علاقے میں امام تھا۔ الغرض اس علاقے کے بادشاہ نے اس عارف کے ہاتھ سو دینار شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سترہ العزیز کی خدمت میں روانہ کئے۔ جن میں سے پچاس اُس عارف نے اپنے پاس رکھ لئے۔ اور پچاس شیخ الاسلام کو دیئے۔ شیخصاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ تو نے برادرانہ تقسیم کی ہے تب عارف نے شرمندہ ہو کر وہ پچاس بھی حاضرِ خدمت کئے۔ اور بہت عذر و معذرت کی۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے اُسے مرید کیا۔ اور وہ محلوق ہوا۔ بعد ازاں خدمت میں ایسا پکا نکلا۔ کہ پوری پوری استقامت حاصل کی۔ آخرکار شیخصاحب نے اسے بیعت کی اجازت دیکر سیوستان کیطرف بھیجا ٭

ذکر خلفائے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز

سوموار کے روز تیئسویں ماہ رجب المبارک سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گمان اور غرور اور اہل غرور کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا۔ کہ انسان کب بُرا ہوتا ہے۔ فرمایا۔ جب اپنے تئیں نیک خیال کرے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ فرزدق شاعر ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رح سے ملا۔ تو خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کہ معلوم نہیں آدمیوں سے سب سے اچھا کون ہے۔ اور سب سے بُرا کون۔ یہ بات اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ فرزدق نے کہا۔ اے خواجہ! آدمیوں میں سے بہتر آپ ہیں۔ اور بُرا میں۔ جب فرزدق فوت ہوا۔ تو اُسے خواب میں دیکھکر حال پوچھا۔ فرزدق نے کہا۔ جب مجھے قضا کی کرسی کے پاس لے گئے تو میں ڈرنے لگا۔ مجھے حکم ہوا۔ کہ میں نے تجھے اُسی روز بخشدیا تھا۔ کہ جسدن تو نے اپنے تئیں سب سے بُرا خیال کیا تھا۔ میرے دل میں یہ بات تھی۔ کہ اگر قبر پرانی ہو جائے۔ تو اُس کی مرمت کرنی چاہیئے۔ یا نہیں۔ جب میں نے عرض کی۔ تو فرمایا۔ کہ نہیں کرنی چاہیئے۔ جو اسقدر امید میں ہوگا۔ اسی قدر زیادہ رحمت اسپر نازل ہوگی ٭

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جو اپنے تئیں بزرگوں اور پیروں کی پائنتی میں دفن کراتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ بدایوں میں ایک بزرگ مولانا سراج الدین ترمذی رہتے تھے۔ جب آپ مکے کی طرف گئے۔ تو ٹھان لی۔ کہ اگر یہیں اجل آجائے۔ تو مدفن وہیں بنے۔ جب زیارت کی۔ اور واپس بدایوں میں آئے۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ تو یہ نیت کر کے گئے تھے۔ کہ آپ کا مدفن وہیں ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن میں نے ایک رات خواب میں دیکھا تھا کہ اطراف و جوانب سے

جنازے لائے جارہے ہیں جن مُردوں کے وہ جنازے تھے - انہیں مکہ کی سرزمین میں دفن کر رہے ہیں - اور جو وہاں پر مدفون ہیں - انہیں نکال نکال کر اور کہیں لے جارہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے - کہا جن لوگوں میں اس جگہ قابلیت ہے خواہ وہ کتنے ہی دُور دراز فاصلے پر فوت ہوں - انکو یہیں دفن کیا جاتا ہے - اور جن میں اس مقام کی اہلیت نہیں ہوتی - وہ خواہ اس مقام میں مدفون ہوں - انہیں اور جگہ پہنچایا جاتا ہے - مولانا سراج الدین نے کہا - کہ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی - تو میں بداؤں آگیا - اسواسطے کہ اگر میں اس مقام کے لائق ہونگا - تو انشاءاللہ میری غرض حاصل ہو جائے گی ؎

ختم شد این صحیفہ صدق و صفا | کہ ازو جان حسن است طرب
در سہ شنبہ دوم ز ماہ رسول | ہفصد و نوزدہ تاریخ عرب

جس روز سے ان کلمات کے بارے میں ہدایت ہوئی - اسدن سے آج تک بارہ سال کا عرصہ گذر گیا ہے - یہ بارہ سالہ نقدی جس کی ایک ایک کٹھالی بارہ مہینے کی ہے - قدردان وقت کے سامنے پیش کی جاتی ہے - امید ہے کہ دلوں کے سکے کو ایمان کی مُہر کے مُہرے سے عیار کامل اور پورا رواج حاصل ہوگا - واللہ اعلم بالصواب فضل الٰہی سے چوتھی جلد ختم ہوئی ❋

فوائد الفوائد

جلد پنجم

(اس میں تینتیس تاریخیں ہیں ❋)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالےٰ کی حمد بیحد اور بے شمار تعریف ہے جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم والجود منبسط رموز الدقائق منکشف کنوز الحقائق سُلطان الاولیاء قطب العالم سلطان المشائخ والعارفین نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالےٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھکر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کے وجود کے سبب سالک سلوک میں عقائد کی گرہ لگائی گئی ؎

یکے از اُمتِ ختم النبیین | شُدہ جزوے کے ختم المشائخ

بندہ حسن علی سنجری عرض پرداز ہے کہ جب توفیق ازلی میرے حال کی رفیق بنی - اور سعادت

ابدی نے میرے اوقات کی مساعدت کی۔ تو الہامِ فطرت میری فکر کی رہنما بنی۔ اور آنجناب کے کلمات جان پرور جمع کیئے۔ اس سے پہلے ایک جلد لکھی جا چکی ہے جس میں چار دیباچے ہیں۔ اب دوسری جلد شروع کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آنجناب کی ذات مَلک صفات کو خضر کی عمر عطا فرمائے تاکہ اس چشمہ سے جو عین الحیات سے عام و خواص سیراب ہوں۔ اُمید ہے کہ انشاءاللہ تعالےٰ اس جامِ جان بخش کے ایک گھونٹ سے جو روح کو راحت دینے والا ہے۔ بیان کرنیوالے سُننے والے اور لکھنے والے کو راحت حاصل ہوگی +

ھفتہ کے روز اکیسویں[۲۱] ماہ شعبان سنہ ۷۱۹ھ ہجری کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میرے دل میں اس حدیث کا خیال تھا۔ کہ من احبّ العلم والعلماء لم یکتب خطیئۃ جو علم اور علماء سے محبت کرتا ہے۔ اُس کے گناہ نہیں لکھے جاتے۔ میں نے اِس حدیث کے بارے میں آپ سے پوچھا کہ امید ہے کہ اس حدیث کے بموجب میرے گناہ نہیں لکھے جائینگے۔ فرمایا۔ سچی محبت متابعت ہے جب کوئی انکا محب ہوگا۔ تو ضرور آنکی پیروی کریگا۔ اور ناشائستہ افعال سے دُور رہیگا۔ جب ایسی حالت ہوگی۔ تو ضروری اُس کے گناہ نہیں لکھے جائینگے +

پھر فرمایا۔ کہ جب تک اللہ تعالےٰ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے تب تک گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے۔ لیکن جب قلب کے گرد و نواح میں آجاتی ہے۔ تو پھر ممکن نہیں۔ کہ گناہ صادر ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ جوانی کے دنوں میں توبہ کرنا سب سے اچھا ہے۔ بڑھاپے میں توبہ کی۔ تو کیا فائدہ۔ پھر یہ دو شعر زبانِ مبارک سے فرمائے ؎

چوں پیر شوی و بر سرِ نجام آئی　　　آئی سر حرفِ خویش ناکام آئی

؎

سازی خود را ز تیرہ رائی　　　معشوقہ او رسیے نوائی

بعد ازاں فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ بندے سے اُس کی جوانی کی بابت پوچھیگا۔ "لیُسئلُ المرءُ عن شبابہٖ" اتنے میں ایک عالم نے آکر آپ کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اور عرض کی۔ کہ مرید ہونے کے ارادے سے آیا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں ایکدفعہ افغان پور میں دریا کے کنارے شام کی نماز میں مشغول تھا۔ کہ جناب کی صورتِ پاک دیکھی۔ مجھے حیرت ہوئی۔ کہ پہلے میں اس صورت سے آشنا نہیں۔ الغرض جب جناب کا دیدار ہوا۔ تو نماز میں ہی درہم برہم ہونا چاہا۔ آخر جب نماز سے فارغ ہوا۔ تو دل میں کہا۔ کہ مجھے مخدوم عالمیاں کی خدمت میں جا کر مرید ہونا چاہیئے۔ اب میں اسی خاطر آیا ہوں۔ جب اُس نے یہ حکایت ختم کی۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ کوئی شخص دہلی سے روانہ ہوا۔ تاکہ اجودھن میں شیخ الاسلام فریدالدین کی خدمت میں پہونچکر توبہ کرے

اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہوئی۔ جو اس خیال میں تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح اس مرد سے تعلق پیدا کرے۔ چونکہ اس مرد کی نیت صاف تھی۔ اسکی طرف بالکل رغبت نہ کی۔ آخرکار جب ایک منزل میں وہ مرد اور رنڈی ایک ہی کجاوے میں بیٹھے۔ تو وہ اس کے پاس اسطرح بیٹھ گئی۔ کہ ان میں کوئی حجاب نہ تھا۔ اس حالت میں شائد اسکا دل اس عورت کیطرف مائل ہوگیا۔ اس نے اس بات کی بابت ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت ایک آدمی کو دیکھا جس نے آکر اس مرد کے چہرے پر دھپڑ مارا۔ اور کہا۔ کہ تو تو فلاں شخص کیخدمت میں توبہ کی نیت کر کے جا رہا ہے۔ پھر ایسی حرکتیں کرتا ہے اسی وقت متنبہ ہوگیا۔ اور پھر اس عورت کیطرف نہ دیکھا۔ القصہ جب شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ الاسلام نے سب سے پہلے یہی فرمایا۔ کہ اللہ تعالے نے تجھے اس روز بڑا بچایا ✦

فصاحت حضرت رسول علیہ السلام

پھر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فصاحت کے بارے میں فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے بکری فروخت کر دی جس کی وجہ سے وہ پشیمان تھا۔ آکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت بابرکت میں ماجرا بیان کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن کے پاس فروخت کی ہے۔ انہیں بلاؤ۔ بلوا کر فرمایا۔ کہ اس صحابی نے تمہارے پاس بکری فروخت کی ہے۔ لیکن پشیمان ہے اسلئے تم واپس کر دو۔ اس صحابی کا نام نعیم تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مطلب کو اس عبارت میں ظاہر فرمایا۔ نعیم نقم بعتم فردوہ الیہ یعنی چار تصحیف متصل اس فصاحت سے بیان فرمائے بعتم یعنے تم نے خریدی تھی۔ بیع بمعنی شرا اور شرا بمعنی بیع آسکتا ہے ✦

جمعرات کے روز نویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ اطراف و جوانب سے مشوش خبریں آ رہی تھیں۔ عرض کی۔ کہ ملعونوں کے سبب تشویش تھی۔ سو اب کم ہے ✦

فرمایا۔ کہ شیر خاں والی اوچھ و ملتان شیخ الاسلام شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کا چنداں معتقد نہ تھا۔ بارہا شیخ الاسلام نے اس کے بارے میں یہ شعر فرمایا ؎

افسوس کہ از حال منت نیست خبر		آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ کا انتقال ہوا۔ تو اسی سال کافروں نے اسی ولایت پر حملہ کیا ✦

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا۔ کہ ایک شخص نہایت جید عالم بخارا سے شیخ بہاؤ الدین زکریا رح کی زیارت کے لئے آیا۔ آپ نے جب دیکھا۔ کہ اس نے دستار باندھی ہوئی ہے۔ اور شملہ لٹکایا ہوا ہے۔ اور چوٹی رکھی ہوئی ہے۔ تو پوچھا۔ کہ آپ دو یاروں کے ہمراہ کس طرح آئے ہیں۔ یعنی ایک شملہ دوسری چوٹی۔ اس عالم نے آپ کے

روبرو فوراً سر منڈا ڈالا۔ اور مرید ہوگیا ٭

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین غالب آجایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا۔ کہ ملتان میں سلیمان نام ایک معتقد تھا۔ جسکا نوکر بارہا شیخصاحب کے روبرو ہوا۔ تو اس کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اٹھکر میرے سامنے دو رکعت نماز ادا کرو۔ تاکہ میں دیکھوں۔ کہ کس طرح کرتے ہو۔ اُس نے اٹھکر دوگانہ ادا کیا۔ لیکن پاؤں کا درمیانی فاصلہ مقررہ فاصلے سے کم و بیش رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسقدر نہ رکھو۔ بلکہ اسقدر رکھو۔ جتنا میں کہتا ہوں۔ اور پھر دو رکعت نماز ادا کرو جب پھر ادا کیا۔ تو پھر پہلی طرح ہی پاؤں میں فاصلہ رکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اوچہ میں جاکر رہو۔ چنانچہ وہ اوچہ چلا گیا ٭

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک روز ایک مرید نے خط لاکر شیخ صدرالدین کے ہاتھ دیا۔ اور کہا۔ کہ ایک مرد نے یہ خط دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ شیخ صدرالدین کے وسیلے شیخ بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں پہونچا دینا۔ شیخ صدرالدین نے جب عنوان دیکھا۔ تو متغیر ہوکر وہ خط شیخصاحب کے دست مبارک میں دیا۔ شیخصاحب نے جب یہ خط پڑھا۔ تو لیپیٹ کر نعرہ مارا۔ اسی رات آپ نے انتقال فرمایا۔ پھر فرمایا۔ کہ سبحان اللہ وہ کیسا ہی عمدہ زمانہ تھا۔ جب یہ پانچ بزرگوار یعنی شیخ ابوالغیث یمنی۔ شیخ سیف الدین باخرزی۔ شیخ سعدالدین حمویہ۔ شیخ بہاؤالدین زکریا۔ اور شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہم العزیز زندہ تھے ٭

پھر شیخ سیف الدین باخرزی کی بابت فرمایا۔ کہ آپ کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب شام کی نماز ادا کرتے۔ اسی وقت سو جاتے۔ اور جب رات کا تیسرا حصہ گذر جاتا۔ تو بیدار ہو جاتے۔ امام اور مؤذن موجود ہوتے۔ پھر عشاء کی نماز ادا کرکے ساری رات صبح تک بیدار رہتے۔ آپ نے ساری عمر اسی طرح بسر کی۔ میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا۔ کہ کیا آپ سماع سنا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں اسی طرح نہیں سنا کرتے تھے۔ جیسے آدمیوں کو دعوت کے لئے بلایا کرتے ہیں۔ اور مجلس مرتب کرکے سنتے ہیں۔ بلکہ وہ بیٹھکر حکایت بیان فرماتے۔ اور کسی ایک بات کو اٹھاکر اسی سے خوشوقتی حاصل کیا کرتے جب یہ فرماتے۔ کہ کوئی کہنے والا ہے۔ تو قوال حاضر ہوتے۔ اور کچھ گاتے ٭

پھر آپ کی وفات کے بارے میں فرمایا۔ کہ بخارا میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا۔ کہ جلتا ہوا شعلہ بخارا کے دروازے سے باہر لیجا رہے ہیں۔ جب دن چڑھا۔ تو کسی بزرگ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا۔ کوئی ولی صاحب نعمت بخارا سے انتقال کرے گا۔ چنانچہ انہیں دنوں شیخ سیف الدین باخرزی کا انتقال ہوا ٭

پھر فرمایا۔ کہ شیخ سیف الدین نے خواب میں اپنے پیر کو دیکھا۔ جو فرماتے ہیں۔ کہ اب اشتیاق حد سے گذر گیا ہے۔ آپ آجائیں۔ جب یہ خواب دیکھا۔ تو اس ہفتہ وعظ ونصیحت کی۔ اور اس وعظ ونصیحت میں فراق اور وداع کا ذکر تھا۔ لوگ حیران تھے۔ کہ سب کچھ فراق کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ پھر خیرباد کی ردیف پر یہ شعر پڑھا ؎

رفتم اے یاراں لباساں خیرباد　　نیست آساں دُوری ہجراں خیرباد

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک عزیز نے آکر کسی اور کیطرف سے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا۔ کہ وہ کون ہے؟ اس نے بیان کیا۔ لیکن خواجہ صاحب نے نہ مانا۔ اور فرمایا کہ میں بہت ایسے آدمیوں کو جانتا ہوں۔ کہ اگر انہیں دیکھ لوں۔ تو پہچان لیتا ہوں۔ لیکن انکا نام وغیرہ مجھے یاد نہیں۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان کی۔ کہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اپنے فرزند نظام الدین سے تمام فرزندوں کی نسبت زیادہ محبت تھی جو جنگی سپاہی تھے۔ اور خدمت شیخ میں بڑے گستاخ تھے۔ جو کچھ کہتے۔ آپ ان سے ناراض ہوتے کیونکہ آپ کو بہت محبت تھی۔ الغرض ایک مرتبہ جب نظام الدین سفر پر گئے۔ تو کچھ مدت بعد کسی کے ہاتھ شیخصاحب کو سلام کہہ بھیجا۔ اس نے آکر عرض کی کہ مخدوم زادہ نظام الدین سلام عرض کرتا ہے۔ شیخصاحب نے پوچھا۔ کون شخص۔ اس مرد نے کہا۔ مخدوم زادہ نظام الدین۔ پھر پوچھا۔ کس کا ذکر کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ مخدوم زادہ نظام الدین کا جو آپ کا فرزند ہے۔ پھر شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں بھائی۔ اس کا کیا حال ہے۔ سلامت تو ہے۔ خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہونچے۔ تو فرمایا۔ کہ دیکھو یاد حق میں کیسے مستغرق تھے۔ کہ اپنے لڑکے کی بابت اتنی دفعہ پوچھا۔

ذکر شیخ بہاؤالدین زکریاؒ

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ کسی نے آکر آپ کو کسی کا سلام عرض کیا۔ پوچھا۔ وہ کون ہے۔ اس مرد نے اس کی تعریف کی۔ پھر بھی آپ کو معلوم نہ ہوا۔ پھر اس نے بہت سے پتے بتائے۔ آخر شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ اتنی نشانیاں بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتادو۔ کہ اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے۔ اس مرد نے کہا۔ جناب کی زیارت کی ہے۔ بلکہ وہ آپ کا مرید ہے۔ پھر شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں ایسا شخص ہے۔

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمتہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ اگر آپ کسی کو کوئی چیز دیتے تو عمدہ چیز دیتے۔ جو معلم آپ کے فرزندوں کو پڑھایا کرتے۔ آپ انپر بڑی عنایت کیا کرتے اور ان کے دامن سونے چاندی سے پُر کرتے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ والئے ملتان کو غلے کی ضرورت ہوئی۔ تو اس نے

شیخصاحب سے التجا کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک انبار سے دیدو۔ والئے ملتان نے نوکروں کو بھیجا تاکہ غلہ انبار سے باہر نکالیں۔ غلے میں ایک گھڑا روپیوں سے بھرا پایا جس کی خبر والئے ملتان کو کی گئی۔ اُس نے کہا۔ شیخصاحب نے ہمیں غلے کا حکم دیا ہے۔ روپیوں کا نہیں دیا یہ شیخصاحب کے پاس بھیجدو۔ جب شیخصاحب نے سُنا۔ تو فرمایا۔ کہ میں نے دیدہ ودانستہ دیدیا ہے۔ لے لو ✤

پھر دُنیا کی ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گذرے۔ تو اسے آواز دی۔ کہ اُٹھکر اللہ تعالےٰ کی عبادت کر۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں نے اللہ تعالےٰ کی وہ عبادت کی ہے۔ جو سب سے بڑھکر ہے۔ عیسےٰ علیہ السّلام نے پوچھا۔ وہ کونسی عبادت ہے اُس مرد نے کہا۔ تَرَکْتُ الدُّنیا لاھلھا۔ میں نے دُنیا دُنیاداروں کے لئے چھوڑدی ہے پھر فرمایا "من رضی عن اللہ تعالیٰ بقلیل من الرزق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بقلیل من العمل" یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ سے تھوڑے رزق پر راضی ہوتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو شخص درم دینار وغیرہ چھوڑے بغیر دُنیا سے سفر کرے۔ وہ جنّتی ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب

ھفتہ کے روز چھبیسویں ماہ شوال سن مذکور کو دستبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو قرآن مجید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک کتاب میں یہ دو فائدے ایسے دیکھے ہیں جو کہیں اور کم دیکھے ہیں۔ ایک اس آیت میں اذا رایت ثمّ رایت نعیما وملکا کبیرا امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ مُلکا کبیرا پڑھا کرتے تھے۔ دوسرے اس آیت میں۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اس کو بھی من انفَسکم پڑھا ہے۔ اور یہ نفس نفیس کا افعل التفضیل کا صیغہ ہے ✤

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ جو ورد یا طاعت کسی سبب سے فوت ہوجائے اُس کیوجہ سے اُسپر مصیبت نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جنگی آدمی شیخ بہاؤ الدّین زکریا علیہ الرّحمۃ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ نماز میں مجھ سے ناغہ ہوگیا ہے۔ فرمایا۔ تو عنقریب ہی مارا جائیگا۔ توبہ کرو۔ جب وہ اُٹھکر چلا گیا۔ تو ایک صوفی نے بھی خانقاہ سے آکر یہی جواب سُنایا۔ شیخصاحب حیران تھے کہ وہ تو سپاہی تھا۔ اُس کا جنگ میں مارا جانا ممکن ہے۔ لیکن یہ صوفی سلامت ہے اور بیماری کا کوئی نشان بھی اس میں نہیں۔ اسکو میں کیا کہوں۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ کسی نے آکر یہ خبر دی کہ وہ سپاہی مارا گیا ہے اور اس صوفی کی صبح کی نماز

فوت ہوگئی - جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہونچے - تو فرمایا - دیکھو - نماز کے فوت ہوجانے کو موت کے برابر سمجھتے ہیں ✤

ملازمت اوراد

پھر اوراد کی ملازمت کے بارے میں فرمایا - کہ جو شخص اپنے اوپر کوئی وِرد لازم کرلے - اگر بیماری کے سبب اس میں ناغہ ہوجائے - تو اسے اُس کے معاملے کے دفتر میں لکھ لیتے ہیں - لیکن اگر وِرد مقرر نہ کرے - صرف یہ کہیں - کہ جسقدر ہوگا - پڑھ لیا جائیگا - تو اس صورت میں صاحب وِرد پہلے کی نسبت اچھا رہتا ہے - کیونکہ اگر کسی وجہ سے اِس میں ناغہ ہوجائے - تو نہیں لکھتے کیونکہ جب اُس نے مقرر ہی نہیں کیا - تو اسے لکھینگے کیا ✤

فضیلت مسبعات عشر و حکایت

پھر مسبعات عشر کی فضیلت کے بارے میں فرمایا - کہ ایک شخص ہمیشہ مسبعات عشر پڑھا کرتا تھا - ایک دفعہ رستے میں اسے لٹیروں نے جان سے مارنا چاہا - تو اسی وقت دس سوار ہتھیار لگائے ظاہر ہوئے - جنہوں نے اسے لٹیروں سے چھڑایا - یہ دسوں سوار ننگے سر تھے - اس مرد نے اُن سے پوچھا - کہ تم کون ہو - کہا ہم مسبعات عشر کی وہ دس دعائیں ہیں - جو ہر روز تو سات مرتبہ پڑھا کرتا ہے - پھر پوچھا - کہ ننگے سر کیوں ہو - کہا - کہ دعاؤں کے شروع میں تم بسم اللہ نہیں پڑھتے - پھر میں نے (مؤلف) عرض کی - کہ بسم اللہ کہاں پڑھتے ہیں - فرمایا - ہر سورت کے شروع میں ✤

پھر فرمایا - کہ قاضی کمال الدین جعفری جو بداؤں کے حاکم تھے - وہ باوجود قضا کے شغل اور اور بہت سے کاموں کے قرآن شریف بہت پڑھا کرتے تھے - الغرض جب بوڑھے ہوگئے - اور قرآن شریف پڑھنے سے رہ گئے - تو آپ سے لوگوں نے پوچھا - کہ یہ کیا حالت ہے - فرمایا مسبعات عشر ہی پڑھ لیتا ہوں - جو کہ جامع اوراد ہے ✤

بعد ازاں فرمایا - کہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ واصل حق تھے - آپ کعبہ میں مہتر خضر علیہ السلام سے ملے - تو بخشش طلب کی - مہتر خضر علیہ السلام نے آپ کو مسبعات عشر سکھلائے اور فرمایا - کہ میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کی روایت کرتا ہوں ✤

بُدھ کے روز ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا - بات اس بارے میں شروع ہوئی - کہ انسان کو جو تکلیف یا مصیبت پہونچے - سمجھے کہ وہ کہاں سے آئی ہے - اس آدمی کی خیریت اسی میں ہے - کہ اس مصیبت اور رنج کے سبب سے متنبہ ہوجائے - لیکن جو شخص باطل ہے - اسے کوئی تکلیف نہیں پہونچتی - جو اسے اس سے روکے - یہی اس کی خواری ہے - نعوذ باللہ منہا - کہ اسکی رسّی دراز کیجائے ✤

اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی - کہ ایک نیک عورت سے جو بزرگوار تھی - میں

نے سُنا۔ وہ کہتی تھی۔ کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چُبھتا ہے۔ تو معلوم کر لیتی ہوں۔ کہ یہہ کیوں چُبھا ◆

پھر فرمایا۔ کہ جب عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگائی گئی۔ جو عام مشہور ہے۔ تو بعد ازاں آپ نے درگاہِ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ پروردگار! مجھے معلوم ہے جس وجہ سے یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے۔ اسوجہ سے لگائی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری محبت کا دعوےٰ کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی مجھ سے بھی محبت کیا کرتے تھے۔ یہ تہمت اسی وجہ سے مجھ پر لگائی گئی ہے ◆

اسی اثنا میں ایک عزیز نے پوچھا۔ کہ کیا یہ حدیث نبوی ہے احبّ الیّ من دنیاکم ثلٰثۃ الطّیب والنساء وقرّۃ عینی فی الصّلوٰۃ فرمایا۔ یہاں پر نساء سے مراد عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسواسطے کہ دوسرے حرموں کی نسبت جناب کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔ اور قرّۃ عینی فی الصّلوٰۃ سے مرا فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو اسوقت نماز میں مشغول تھیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ بعض کی یہ رائے ہے کہ اس سے مقصود نماز ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر اس سے مقصود نماز تھی۔ تو اس کا پہلے ذکر کرنا چاہیئے تھا۔

پھر فرمایا۔ کہ خلفائے راشدین ابوبکر صدّیق۔ عمر خطاب عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے فرمایا۔ کہ ہم تین باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمانِ الٰہی سُنایا۔ کہ میں بھی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں۔ توبہ کرنے والا جوان۔ رونے والی آنکھ اور خشوع والا دل ◆

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی عیب گوئی کرتے ہیں۔ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ اگر کوئی کسی عیب کی وجہ سے کسی کو طعن کرے تو پہلے سوچنا چاہیئے۔ کہ آیا۔ وہ عیب مجھ میں بھی پایا جاتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر پایا جائے۔ تو شرم کرنی چاہیئے۔ کہ جو عیب اپنے آپ میں ہے۔ اس کے لئے دوسروں کو کیوں طعن کیا جائے۔ اور اگر وہ عیب اپنے میں نہیں پایا جاتا۔ تو اس پر اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لانا چاہیئے۔ جس نے اس عیب سے محفوظ رکھا ہے۔ دوسرے کو طعن نہیں کرنا چاہیئے ◆

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ شاید آپکو حکم ہوا ہے۔ کہ جس وقت آپ چاہیں سماع سُنیں۔ آپ پر حلال ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے۔ وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور جو چیز حلال ہے۔ وہ کسی

کے حکم سے حرام نہیں ہوسکتی۔ اب ہم مسئلہ مختلف فیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ سو سماع ہی کو لو۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق برخلاف ہمارے علماء کے مباح مع دف اور سارنگی اس اختلاف میں حاکم جو حکم کرے۔ وہی ہوگا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ انہیں دنوں میں بعض درویشوں نے چنگ۔ رباب اور بانسریوں کا استعمال مجمع میں کیا۔ اور رقص کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا نہیں کیا۔ جو نامشروع ہے۔ وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں ایک نے کہا۔ کہ جب وہ اس مقام سے باہر نکلے۔ تو ان سے پوچھا گیا۔ کہ اس مجلس میں تو بانسریاں بجائی گئیں۔ تم نے سماع کس طرح سنا ہوگا۔ اور تم نے رقص بھی کیا ہے۔ تو جواب دیا۔ کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا۔ کہ یہاں بانسریاں ہیں بھی۔ یا نہیں۔ جب خواجہ صاحب نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ یہ تو کوئی معقول جواب نہیں۔ یہ سب کچھ بطور زنار لکھا جائیگا۔ اتنے میں میں (مولف کتاب) نے عرض کی۔ کہ مرصاد العباد والے نے اس بارے میں ایک نظم لکھی ہے جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

گفتی کہ نزد من حرام است سماع — گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ پھر یہ رباعی مکمل فرمائی۔ رباعی

دنیا طلبا جہاں نجاست بادا — واں جیفہ مردار بدامت بادا

گفتی کہ نزد من حرام است سماع — گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر میں نے عرض کی۔ کہ اگر علماء اس بارے میں بحث کریں۔ اور سماع کی نفی کے بارے میں گفتگو کریں۔ تو بجا ہے۔ لیکن جو فقر کے لباس میں ہو۔ وہ کس طرح نفی کرسکتا ہے۔ اگر اس کے نزدیک بھی حرام ہو۔ تو اسقدر کرے۔ کہ خود نہ سنے۔ لیکن دوسروں کے ساتھ نہ جھگڑے کہ تم بھی نہ سنو۔ کیونکہ لڑائی جھگڑا درویشوں کی صفت تھی۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ بہت سے علما ہیں جو کچھ نہیں کہتے۔ اور ایک شخص کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور وہ لڑائی کرتا ہے۔ فرمایا۔ ایک طالب علم امامت کر رہا تھا جس کے مقتدی بہت سے عالم تھے۔ جن میں ایک عاصی بھی تھا۔ نماز چار رکعت تھی۔ اس طالب علم سے پہلا قعدہ سہواً چھوٹ گیا۔ دوسری کے ساتھ تیسری رکعت شروع کی۔ وہ عالم تھا۔ جانتا تھا۔ کہ اب کسطرح نماز ختم کرنی چاہیئے۔ اور علماء جو پیچھے کھڑے تھے۔ وہ بھی خاموش تھے۔ اس عاصی نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہکر اسقدر شور مچایا۔ کہ اپنی نماز کو باطل کیا۔ جب امام نے سلام کہا۔ اور نماز سے فارغ ہوا۔ تو اس سے پوچھا۔ کہ صاحب آپکو کیا ہوگیا تھا۔ پیچھے اسقدر عالم جو کھڑے تھے۔ کیا انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ نماز کیونکر ختم ہوگی۔ انہوں نے تو کچھ نہ کہا۔ لیکن تو نے اسقدر شور مچایا۔ کہ

اپنی نماز کو باطل کیا ۔

پھر میں نے عرض کی ۔ کہ میں ان لوگوں کو جو سماع کے منکر ہیں اچھا خیال کرتا ہوں ۔ اور اُن کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں ۔ غرض یہ کہ وہ سماع نہیں سُنتے ۔ اور کہتے ہیں ۔ کہ ہم اس واسطے نہیں سُنتے کہ سماع حرام ہے ۔ میں قسم تو نہیں کھا سکتا ۔ لیکن سچ سچ عرض کرتا ہوں ۔ کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا ۔ تو بھی وہ نہ سُنتے ۔ خواجہ صاحب نے اس بات پر مُسکرا کر فرمایا ۔ کہ ہاں ٹھیک ہے ۔ جب ان میں ذوق ہی نہیں تو وہ کیسے سُنیں ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

سوموار کے روز دسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی ۔ تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ جو اگر بیمار بھی ہو جائیں ۔ تو معہود طاعت کو نہیں چھوڑتے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی ۔ کہ ایک بزرگ کا مکان دریا کے کنارے تھا ۔ اسے بیماری لاحق ہوئی جتنی مرتبہ قضائے حاجت کیلئے جاتا ۔ ہر مرتبہ غسل کرتا ۔ اور دوگانہ ادا کرتا ۔ یہاں تک کہ بیماری کا زور ہو گیا ۔ یعنی جب بیس تیس مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جا چکا ۔ اور ہر مرتبہ غسل کیا اور دوگانہ ادا کیا ۔ حتّٰی کہ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ گیا ۔ اور ساٹھ ہی مرتبہ غسل کیا ۔ اور دوگانہ ادا کیا ۔ آخری مرتبہ پانی ہی میں فوت ہو گیا ۔ خواجہ صاحب یہ بیان کر کے آبدیدہ ہوئے ۔ اور فرمایا ۔ کہ سبحان اللہ ۔ کیا ہی عبادت میں رسوخ تھا ۔ کہ آخری دم تک مقررہ قاعدے سے برگشتہ نہ ہوا ۔

بعد ازاں فرمایا ۔ کہ لوگ جو بیمار پڑتے ہیں ۔ یہ اُن کے نیک ہونے کی دلیل ہے لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا ۔ پھر فرمایا ۔ کہ ایک اعرابی نے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اسلام قبول کیا ۔ پھر کچھ عرصے بعد آکر عرض کیا ۔ کہ جب سے میں ایمان لایا ہوں ۔ میرے مال میں بھی نقصان ہو رہا ہے ۔ اور جان بھی بیمار رہتی ہے ۔ فرمایا ۔ جب مومن کے مال میں نقصان آئے ۔ اور اس کی جان بیمار ہو ۔ تو سمجھو کہ وہ اس کے ایمان کی صحت ہے ۔

خواجہ صاحب نے فرمایا ۔ کہ قیامت کے دن فقراء کو وہ درجات عطا ہونگے ۔ کہ تمام خلقت اس بات کی آرزو کرے گی ۔ کہ کاش ہم دُنیا میں فقیر ہوتے ۔ اور جو دائم المریض ہوتے ہیں ۔ انہیں بھی قیامت کے دن اسقدر درجے ملینگے ۔ کہ خلقت اس بات کی آرزو کریگی ۔ کہ کاش ہم بھی دُنیا میں بیمار رہتے ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

سوموار کے روز دوسری ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ ایک جوالقی درویش بیٹھا تھا ۔ اُس نے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کہا ۔ میں نے پوچھا ۔ کہ درویش لوگ جو تکبیر کہتے ہیں ۔ یہ کب سے شروع ہوئی ہے ۔ فرمایا ۔ کھانے کے بعد اللہ اکبر کہنا جائز ہے ۔ جو تعریف ہے اور شکران نعمت کے عوض حمد کرتے ہیں ۔

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا۔ کہ مجھے امید ہے۔ کہ قیامت کے دن چوتھائی حصّہ تم میں سے اور تین چوتھائی باقی امتوں کے لوگ بہشت میں داخل ہونگے۔ یاروں نے اس نعمت کے شکریہ پر اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ بہشت میں تیسرا حصّہ تمہارا نصیب ہوگا۔ اور باقی دو تہائی دوسری اُمتیں ہونگی۔ پھر اصحاب نے اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا۔ کہ بہشت میں نصف تم ہوگے۔ اور باقی نصف دوسری اُمتیں ہونگی۔ پھر اصحاب نے اللہ اکبر کہا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ان موقعوں پر اللہ اکبر کہنا حمد کی بجائے ہے۔ لیکن درویش جو ہر مصلحت کے لیئے تکبیر کہتے ہیں۔ اسکا کہیں ذکر نہیں آیا۔ بعد ازاں میں نے پوچھا۔ کہ ذکر اونچی آواز سے کرتے ہیں۔ اگر آہستہ آواز سے کیا جائے۔ تو کیسا ہے۔ فرمایا بہتر ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ صحابہ کرامؓ جب قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ تو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہوتا تھا۔ جب سجدے کی آیت پر پہونچتے۔ اور سجدہ کرتے۔ تو معلوم ہوتا کہ وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ◆

جمعرات کے روز چھبیسویں[۲۶] ماہ مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ سلام اور اُس کے جواب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ جب مہتر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ تو حکم ہوا۔ کہ ملائکہ مقربہ کو سلام کرو۔ اور سلام کا جواب سنو۔ تاکہ تمہارے فرزندوں میں سلام کے جواب کا یہی طریقہ رائج ہو۔ مہتر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا۔ السلام علیکم۔ فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہی حکم فرزندانِ آدم کے لئے نافذ ہوا۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ اگر کوئی آکر سلام یوں کہے۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ تو اس کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہیئے ◆

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ ایک نے آکر سلام کیا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ تو حاضرین میں سے ایک نے یوں جواب دیا۔ السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ۔ ابن عباس رضؓ بھی حاضر تھے۔ فرمایا۔ کہ ایسا نہیں کہنا چاہیئے۔ سلام کا جواب صرف برکاتہٗ تک ہے۔ اس سے زیادہ نہیں کہنا چاہیئے ◆

پھر میں نے پُوچھا۔ کہ اگر کوئی نفلی نماز ادا کر رہا ہو۔ اور کوئی بزرگ آ جائے۔ تو وہ نمازی نماز چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائے یا نہ۔ فرمایا۔ اُسے اپنی نماز ختم کرنی چاہیئے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ اگر کوئی شخص نفلی نماز ثواب کیلئے ادا کر رہا ہو۔ اور اُس کا پیر آ جائے تو اُسے نماز چھوڑ کر قدمبوسی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ پیر کی قدمبوسی میں سعادت زیادہ ہے میرا تو یہ اعتقاد

ہے۔کہ یہ دولت اس ثواب سے سوگنا بڑھکر ہے۔فرمایا۔شرعی حکم یہی ہے۔کہ نماز نہ چھوڑے ✤

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ دریا کے کنارے پہنچے جہاں پر آپ کے بہت سے مرید وضو کر رہے تھے۔جب شیخ کو دیکھا۔تو وضو کو ادھورا ہی چھوڑ کر تعظیم کرنے لگے۔مگر ایک مرید وضو کر کے حاضرِ خدمت ہوا۔اور تعظیم کی شیخ صاحب نے فرمایا۔کہ تم میں درویش یہی ہے جس نے وضو کر کے بعد میں میری تعظیم کی ہے میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز چھوڑ کر پیر کی تعظیم میں مشغول ہو جائے۔تو کیا اسپر کفر کا فتویٰ لگ سکتا ہے فرمایا۔نہیں۔پھر میری اس عرض اور مریدوں کے اعتقاد کی بابت زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ کبیر فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بدر الدین اسحاق رح کو آواز دی۔جو اس وقت نماز میں مشغول تھا۔نماز ہی میں بلند آواز سے لبیک کہا۔بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔کہ ایک صحابی کو آواز دی۔وہ نماز میں مشغول تھا۔اسواسطے دیر ہوئی۔جب حاضرِ خدمت ہوا۔تو پوچھا۔کہ دیر کیوں کی۔عرض کی۔کہ بندہ نماز میں مشغول تھا۔فرمایا۔جب رسولِ خدا بلائیں تو فوراً جواب دینا چاہیئے ✤ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔کہ شیخ کا فرمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ✤

شیخ بدرالدین اسحاق رح

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلی رح کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے آیا۔آپ نے فرمایا۔کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں۔کہ جو کچھ میں کہوں۔وہی کرے۔عرض کی ویسا ہی کرونگا۔پوچھا کلمہ طیب کس طرح پڑھا کرتے ہو۔عرض کی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فرمایا۔اس طرح پڑھو۔ لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ۔مرید نے فوراً اسی طرح پڑھا۔بعد ازاں شبلی رح نے فرمایا۔کہ میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام ہوں۔رسول وہی ہیں۔میں تیرے اعتقاد کو آزمانا چاہتا تھا ✤

پھر جمعہ کی نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔کہ آیا جمعہ کی نماز نہ ادا کرنے کے لئے کوئی تاویل بھی ہے۔یا نہیں۔فرمایا۔کوئی تاویل نہیں۔سوائے اس کے کہ کوئی غلام مریض ہو لیکن جو جا سکتا ہے۔اور پھر نہیں جاتا۔وہ سنگدل ہے ✤

پھر فرمایا۔کہ اگر کوئی ایک جمعہ حاضر نہ ہو۔تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ظاہر ہوتا ہے۔اگر دو جمعے نہ جائے۔تو دو نقطے۔اگر تین نہ جائے۔تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔نعوذ باللہ منہا ✤

پھر سلطان غیاث الدین بلبن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔فرمایا۔کہ پانچوں وقت اور جمعہ کی نماز وقت پر ادا کیا کرتا تھا۔اور اس کا عقیدہ بہت ہی اچھا تھا۔پھر فرمایا کہ ایک دفعہ اس نے

قاضی لشکر کو کہا کہ گذشتہ رات کیسی ہی بزرگوار رات تھی۔ قاضی لشکر نے کہا۔ آپ پر بھی روشن ہی ہے بادشاہ نے کہا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا۔ کہ شاید وہ شب قدر تھی۔ فرمایا۔ ہاں شب بزرگوار تھی۔ جو انہیں ملگئی۔ اور ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوئے۔

منگل کے روز دوسری ماہ جمادی الاول ۷۲۰ھ ہجری کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اور نیز اس بارے میں کہ آیا ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ یا ہر سورت کے شروع میں۔ فرمایا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہر پہلی رکعت میں صرف ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ لیکن برخلاف اس کے دوسرے علماء اور امام ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ لیکن بعض ہر سورت کے شروع میں بھی۔

پھر فرمایا۔ کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے سفیان ثوری اور ایک اور یار نے ایک مجمع میں سوال کیا کہ نمازی کو بسم اللہ کب پڑھنی چاہیئے۔ ہر رکعت کے شروع میں یا ہر سورت کے شروع میں۔ ان کا مقصود اصلی یہ تھا۔ کہ اگر نفی کرینگے۔ تو تسمیہ کی نفی میں ہم مواخذہ کرینگے۔ لیکن آپ نے نگہداشت ادب اور کمالیت علمی سے جواب دیا۔ کہ ایک مرتبہ پڑھنی چاہیئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا اصلی مقصد تو وہی تھا۔ اب جس طرح چاہیں۔ خیال کرلیں۔ خواہ ہر رکعت کے شروع میں خواہ ہر سورت کے شروع میں۔

پھر مشائخ کی دعا اور بددعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک یار محمد شاہ غوری نام نہایت صادق مرد اور معتقد تھا۔ ایک دفعہ وہ گھبرایا ہوا اور حیران حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے حال پوچھا۔ تو عرض کی۔ کہ میرا بھائی بیمار ہے۔ اور اسمیں کوئی دم باقی ہے۔ اب میں حاضر خدمت ہوا ہوں۔ کیا عجب ہے۔ کہ وہ ابھی پورا نہ ہوا ہو۔ میں اس کی خاطر گھبرایا ہوا ہوں۔ شیخ الاسلام فرید الحق والدین رح نے فرمایا۔ کہ جس طرح تیری حالت اب ہے۔ میری یہ حالت ساری عمر رہی ہے۔ اور اب بھی ہے۔ لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ پھر اسے فرمایا۔ کہ جاؤ۔ تمہارا بھائی تندرست ہو جائیگا۔ جب واپس گھر آیا۔ تو دیکھا۔ کہ بھائی بیٹھکر کھانا کھا رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اتوار کے روز ساتویں ماہ مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ کہ ایک آدمی جب پانی پیتا ہے۔ اور دوسرے نیچے ہاتھ رکھتے ہیں۔ آیا یہ سنت ہے۔ خواجہ صاحب پوچھنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک نے چند الفاظ پڑھے۔ اور کہا کہ یہ حدیث ہے۔ کہ جو شخص دوسرے کے پانی پیتے وقت ہاتھ نیچے رکھے۔ وہ بخشا جائیگا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ حدیث کا ذکر حدیث کی مشہور کتابوں میں تو کہیں نہیں

شاید لوگوں کی سُنی سنائی ہے یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ شاید ہو بھی۔ لیکن اتنا تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں ۔

یہاں سے حدیثوں کی بابت ذکر چھڑا۔ تو فرمایا۔ کہ ایک دفعہ قاضی منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ وعظ کر رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں فرمایا۔ کہ چھ حدیثیں متواتر ہیں۔ اوّل الغیبۃ اشدّ من الزنا غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ دوسری من شمّ الورد ولم یصل علیّ فقد جفانی جس نے گلاب کا پھول سونگھ کر مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ بیشک اُس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسری البیّنۃ علی المدّعی والیمین علی من انکر۔ مدعی پر بیان اور انکاری پر قسم واجب ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ جب قاضی منہاج الدین رح یہ تین حدیثیں بیان کر چکے۔ تو فرمایا۔ کہ باقی کی تین مجھے یاد نہیں۔ اگر کوئی طعن کرے۔ کہ کیوں یاد نہیں۔ تو میں کہونگا۔ کہ یہ تین حدیثیں تو مجھ سے سُنیں۔ کیا تجھے یاد نہ تھیں ۔

پھر حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ جو عرصہ تک بیمار ہی رہے ایک عالم آکر آپ کے سرہانے بیٹھا۔ اور یہ حدیث پڑھی۔ قال النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ اشدّ من الزّنا۔ مولانا رضی الدین پر اگرچہ مرض غالب تھا۔ مگر اسپر بھی عالم سے اس حدیث کی توجیہ پوچھی۔ کہ اسوقت نہ تو غیبت کا ذکر تھا۔ نہ زنا کا۔ پھر یہ حدیث پڑھنے کا کونسا موقعہ ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میرا مقصود توجیہ اور غیر توجیہ کا نہ تھا۔ بلکہ میں نے سُنا تھا۔ کہ جو کوئی کسی بیمار کے سرہانے کوئی حدیث صحیح پڑھے۔ تو وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے اسلیئے میں نے یہ حدیث جو متواتر اور صحیح ہے۔ آپ کی صحت کیلئے پڑھی ہے۔ پھر مولانا رضی الدین نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور صحت یاب ہوئے ۔

پھر تسلیم اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ ایک درویش بیٹھا تھا۔ ایک مکھی آکر اُس کی ناک پر بیٹھی۔ اُس نے اُڑائی۔ پھر آبیٹھی۔ پھر کہا۔ اے بار خدایا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ مکھی ناک پر نہ بیٹھے۔ اور تو چاہتا ہے۔ کہ بیٹھے۔ میں نے اپنی مرضی چھوڑی اور تیری رضا اختیار کی۔ اب میں ناک پر سے مکھی نہیں اڑاؤنگا۔ جب یہ کہا۔ تو پھر مکھی ناک پر نہ بیٹھی۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

ھفتہ کے روز بیسویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ بعض تائب توبہ کے بعد لغزش کھا جاتے ہیں۔ چونکہ سعادت باقی ہوتی ہے۔ پھر توبہ کر لیتے ہیں۔ اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک

گویا عورت قمر نام نہایت حسین تھی۔ آخری عمر میں توبہ کی۔ اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مرید ہوئی۔ اور وہاں سے کعبہ کی زیارت کے لئے گئی جب واپس آئی۔ تو والی ہمدان نے اس کے آنے کی خبر سنکر کسی کو اس کے پاس بھیجا۔ کہ آکر گانا سناؤ۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے اس کام سے توبہ کرلی ہے۔ اور کعبہ کی زیارت کر آئی ہوں۔ اب یہ کام نہیں کرونگی۔ والئے ہمدان نے ایک نہ سُنی۔ اور اسے آنے اور گانے پر مجبور کیا۔ وہ شیخ یوسف ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حالت عرض کی۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ اچھا اب تو جاؤ۔ آج رات میں تیرے کام کی خاطر مشغول ہونگا۔ اور صبح جواب دونگا۔ صبح کو جب عورت آئی۔ تو فرمایا۔ کہ ابھی تیرے خزانہ تقدیر میں ایک مرتبہ اور گناہ ہے۔ بیچاری مجبور ہوگئی۔ بادشاہ کے آدمی آکر اسے لے گئے۔ جب چنگ بجا کر گانا شروع کیا۔ تو ایک ایسا شعر گایا جس سے تمام سامعین کو حالت ہوگئی۔ پہلے بادشاہ نے توبہ کی۔ اور پھر اور سب نے۔ واللہ اعلم بالصواب ٭

سوموار کے روز ماہ رجب سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ قاضی قطب الدین کاشانی کے علم و دیانت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ ملتان میں رہتے تھے۔ اور علیحدہ مدرسہ پڑھایا کرتے تھے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ ہر روز وہاں جایا کرتے تھے۔ اور نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک روز مولانا قطب الدین نے آپ سے پوچھا اپنے مقام سے اسقدر دور کس واسطے آتے ہیں اور مقتدی بنکر نماز ادا کرتے ہیں۔ فرمایا۔ اس حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ من صلی خلف عالم تقی کانہ صلے خلف نبی مرسل جس نے پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز ادا کی۔ گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز ادا کی ٭

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے ایسا ہی سُنا ہے۔ کہ ایک روز شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ وہاں پر موجود تھے۔ قاضی قطب الدین امامت کر رہے تھے۔ ایک رکعت ادا کر چکے تھے۔ دوسری رکعت کے وقت شیخصاحب بھی جا پہونچے۔ جب قاضی صاحب تشہد کے لئے بیٹھے تو سلام کہنے سے پہلے ہی شیخصاحب نے اٹھکر نماز ختم کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو قاضی صاحب نے شیخصاحب سے پوچھا۔ کہ آپ کس واسطے سلام سے پہلے ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کیا آپ سجدہ نہیں کر سکتے تھے۔ فرمایا۔ اگر کسی کو باطنی نور کے سبب معلوم ہوجائے کہ امام سے غلطی نہیں ہوئی۔ تو اس کے لئے جائز ہے۔ تاکہ اٹھ کھڑا ہو۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ کہ جو نور شرع کے نہیں۔ وہ تاریکی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ بعد ازاں پھر کبھی شیخصاحب وہاں نہ گئے ٭

ایک مرتبہ قاضی قطب الدین سے پوچھا گیا۔ کہ آپ درویشوں پر اعتقاد کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا۔ جن درویشوں کو میں نے دیکھا ہے۔ ویسے اب دکھائی نہیں دیتے۔ پھر فرمایا کہ میں ایک

مرتبہ کا شعر بیں تھا ۔ اور میرے پاس ایک چھوٹی چُھری تھی ۔ وہ ٹوٹ گئی ۔ اسے بازار لے جاکر چُھری بنانیوالوں کو دکھایا ۔ کہ اسے درست کرو ۔ سب نے کہا ۔ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتی ۔ ضرور چھوٹی ہو جائیگی ۔ کیونکہ جب نوک آور نکالی جائیگی ۔ اور کچھ دستے کی طرف استعمال ہوگی ۔ تو ضرور ہے کہ چھوٹی ہو جائے ۔ میں نے کہا ۔ نہیں ویسی ہی بنانی چاہیئے جیسی پہلے تھی ۔ ان سے یہ کام نہ ہو سکا ۔ کہا ۔ کہ فلاں دُکان پہ لیجاؤ ۔ وہاں پر ایک بزرگ صالح مرد کاریگر ہے ۔ شاید وہ بنادے ۔ قاضی قطب الدین فرماتے ہیں ۔ کہ میں اُس پتے پر گیا ۔ اور کاردکی بابت کہا ۔ اس نے بھی جواب دیا ۔ جو پہلوں نے کہا تھا ۔ کہ کچھ کم ہو جائے گی ۔ میں نے کہا نہیں مجھے ویسی ہی چاہیئے ۔ اس بوڑھے نے تھوڑی دیر سوچکر مجھے کہا ۔ آنکھ بند کرو ۔ لیکن میں کن آنکھوں سے دیکھتا رہا ۔ کہ اس بوڑھے نے چھری لے کر اپنی ڈاڑھی کے پاس رکھی ۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ پڑھا ۔ پھر مجھے کہا ۔ کہ آنکھ کھول ۔ جب میں نے کھولی ۔ اور چھری میرے آگے پھینکدی ۔ جو ٹھیک پہلی حالت پر تھی ۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی ۔ کہ قاضی قطب الدین کاشانی جب دہلی آئے ۔ تو آپ کو ایک دفعہ سرائے سلطانی میں طلب کیا گیا ۔ جب آپ گئے ۔ تو اسوقت بادشاہ حرمگاہ میں بیٹھے تھے ۔ سید نورالدین مبارک علیہ الرحمۃ بادشاہ کی دائیں طرف اور قاضی فخرالائمہ دوسری طرف ۔ اور دونوں حرمگاہ کے باہر بیٹھے تھے ۔ جب قاضی قطب الدین صاحب آئے ۔ تو ان دونوں بزرگواروں نے پوچھا ۔ کہ آپ کہاں بیٹھینگے ۔ فرمایا ۔ کہ علوم کے سایہ کے نیچے ۔ القصہ جب بادشاہ کے قریب پہونچے ۔ اور سلام کہا ۔ تو بادشاہ نے اُٹھ اُٹھ کر آپ کا دستِ مبارک پکڑا ۔ اور حرمگاہ کے اندر لیجاکر اپنے پاس بٹھایا ۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ کہ آپ جب بدایوں پہونچے ۔ اور کچھ مدت وہاں سکونت اختیار کی ۔ تو ایک روز کسی کام کے لئے قاضی کمال الدین جعفری حاکمِ بدایوں کے پاس گئے ۔ تو خادموں نے کہا ۔ کہ قاضی صاحب اس وقت نماز میں مشغول ہیں ۔ شیخصاحب نے مسکرا کر پوچھا ۔ کہ کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنا آتی ہے ۔ یہ کہکر آپ واپس چلے آئے ۔ جب قاضی نے یہ بات سُنی ۔ تو دوسرے روز شیخصاحب کیخدمت میں آکر معافی مانگی ۔ اور پوچھا ۔ کہ آپ نے یہ بات کسطرح کی ۔ کہ قاضی کو نماز پڑھنا آتی ہے ۔ میں نے تو کئی ایک کتابیں نماز اور اس کے احکام کے متعلق لکھی ہیں ۔ شیخصاحب نے فرمایا ۔ بجا ہے ۔ لیکن عالموں کی نماز اور ہوتی ہے ۔ اور فقیروں کی اور ۔ قاضی صاحب نے پوچھا ۔ کیا رکوع سجود کسی اور طرح پر کرتے ہیں یا قرآن شریف کسی اور طرح

پڑھتے ہیں شیخصاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ علماء کی نماز اس طرح ہوتی ہے۔ کہ اُن کی نظر کعبہ پر رہتی ہے۔ اور نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کعبہ دکھائی نہ دے۔ تو اس طرف مُنہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور اگر کسی ایسے مقام پر ہوں۔ جہاں سمت معلوم نہ ہو سکے۔ تو جس طرف چاہیں قیاساً ادا کر لیتے ہیں۔ علماء کی نماز انہیں تین قسم کی ہوتی ہے۔ لیکن فقیر جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔ قاضی کمال الدین کو اگرچہ یہ بات ناگوار گذری۔ لیکن کچھ نہ کہا۔ اور واپس چلے آئے۔ جب رات ہوئی۔ تو خواب میں دیکھا۔ کہ واقعی شیخصاحب عرش پر مصلّا بچھا کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ دوسرے دن دونوں بزرگوار ایک مجلس میں آگئے۔ تو شیخصاحب نے فرمایا۔ کہ اے فلاں! علماء کا کام اور مرتبہ معلوم ہے۔ انکی ساری محنت اسپر صرف ہوتی ہے۔ کہ علم حاصل کر کے مدرس بنیں یا قاضی ہو جائیں۔ یا صدر جہاں۔ ان کا مرتبہ اس سے بڑھکر نہیں ہوتا۔ لیکن درویشوں کے بہت سے مرتبے ہیں۔ ان کا پہلا مرتبہ یہ ہوتا ہے۔ جو قاضی صاحب کو گذشتہ رات دکھایا گیا ہے۔ جب یہ بات کہی۔ تو قاضی صاحب نے اُٹھکر معافی مانگی۔ اور اپنے لڑکے برہان الدین کا سر شیخصاحب کے قدموں پر رکھدیا۔ اور مرید بنایا۔ اور شیخصاحب سے کلاہ لے دی ✣

[illegible]

بدھ کے روز چودھویں ماہ مذکور سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ لوگ آپس میں تین طرح کا سلوک کرتے ہیں۔ اوّل وہ لوگ جن سے کسی کو نہ فائدہ پہونچتا ہے۔ اور نہ نقصان۔ ایسے لوگ بمنزلہ جمادات ہیں۔ دوسرے وہ جن سے فائدہ پہونچتا ہے۔ لیکن نقصان نہیں پہونچتا۔ تیسرے ان دونوں سے اچھے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن سے لوگوں کو فائدہ بھی پہونچتا ہے۔ اور اگر انہیں دوسروں کی طرف سے نقصان پہونچے۔ تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے۔ بلکہ برداشت کرتے ہیں۔ جو صدیقوں کا کام ہے ✣

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ شعبان سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ کونسے نام اچھے ہوتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ احب الاسماء عند اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن۔ اللہ تعالے کے نزدیک سب سے پیارے نام عبد اللہ و عبد الرحمن ہیں۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ سب سے سچا نام حارث ہے ✣

پھر فرمایا سب سے سچا نام حارث ہے اسواسطے کہ جو ہے کھیتی کرتا ہے۔ خواہ طاعت سے۔ خواہ گنہگاری سے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ سب سے جھوٹا نام مالک اور خالد ہے۔ اس واسطے کہ مالک اور خالد (ہمیشہ رہنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے ✣

پانچویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو دستبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نصیر نام شیخ الاسلام فریدالحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں تجارت کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن آکر مرید بنا۔ اور سر منڈا ڈالا۔ ایک روز جوگی سے پوچھنے لگا۔ کہ بال کس طرح بڑھتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے اس طالب کو جوگی سے بال بڑھانے کی تجویز پوچھتے سُنا۔ تو میں سخت ناراض ہوا۔ اسواسطے کہ بیعت سے غرض تو یہ ہے۔ کہ سر کے بال منڈانے سے غرور اور بانکپن جاتا رہے۔ پھر بال بڑھانے کی کیا ضرورت۔ الغرض جب کچھ مدت گذر گئی۔ تو شیخ معین الحق والدین سنجری رحمتہ علیہ کے پوتے خواجہ وحید الدین شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مرید بننے کی التجا کی شیخ صاحب نے فرمایا۔ مجھے یہ بات آپ کے خانوادے سے حاصل ہوئی ہے۔ مجھے واجب نہیں۔ کہ آپ کو مُرید کروں۔ خواجہ صاحب نے بہت منت سماجت کی۔ تو شیخ صاحب نے مُرید کر لیا۔ اور فرمایا۔ کہ سر منڈا دو۔ جس روز خواجہ وحید الدین نے سر منڈایا۔ اسی روز مولانا نصیر الدین نے بھی آپ کی موافقت سے سر منڈایا ❊

پھر دعائے اموات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی۔ کہ قبروں پر جو قرآنی آیتیں لکھتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا نہیں لکھنی چاہئیں اور کفن پر بھی نہیں لکھنی چاہئیں ❊

بدھ کے روز اٹھارہویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا برہان الدین بلخی علیہ الرحمتہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو مولانا برہان الدین نے فرمایا۔ کہ میں ابھی بچہ ہی تھا تقریباً پانچ چھ سال کا ہونگا۔ کہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ راستہ چل رہا تھا۔ اتنے میں مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نمودار ہوئے۔ میرے والد بزرگوار اس سے الگ ہو کر ایک کوچے میں چلے گئے۔ اور مجھے وہیں چھوڑ گئے۔ جب مولانا برہان الدین مرغینانی کی سواری نزدیک آ پہونچی۔ تو میں نے آگے بڑھکر سلام کیا۔ مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا۔ کہ اس لڑکے میں مجھے علم کا نور دکھائی دیتا ہے۔ میں یہ بات سُنکر اُس کی سواری کے آگے آگے چلا پھر فرمایا۔ کہ مجھ سے اللہ تعالے نے ایسا ہی کہلوایا ہے۔ کہ یہ لڑکا اپنے زمانہ میں علامہ عصر ہوگا۔ مولانا برہان الدین بلخی فرماتے ہیں۔ کہ میں یہ بات سُنکر اسی طرح آگے آگے چلا گیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھ سے یہ بات کہلوائی ہے۔ کہ یہ لڑکا ایسا بزرگ ہوگا۔ کہ بادشاہ بھی اس کے دروازے پر آئینگے ❊

خواجہ صاحب نے جب یہ حکایت ختم کی۔ تو فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین بلخی عالم بھی تھے۔ اور

صالح بھی چنانچہ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے کسی کبیرہ کی نسبت بازپرس نہیں کریگا۔ صرف ایک کبیرہ کی نسبت کریگا۔ مولانا سے پوچھا گیا۔ کہ وہ کونسا کبیرہ ہے فرمایا۔ سماع۔ جو میں نے سنا بھی بہت ہے۔ اور اب بھی سنتا ہوں +

یہاں سے سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ اس شہر میں سماع کا سکہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمایا تھا۔ اور نیز قاضی منہاج الدین نے جو قاضی وقت اور سماع کا دلدادہ تھا۔ ان دونوں کی کوشش سے یہ کام سرانجام ہوا۔ گو مخالفوں نے مخالفت کی لیکن قاضی صاحب اپنی بات پر پکے رہے چنانچہ ایکدفعہ بادشاہ کے مکان میں سفید محل کے پاس دعوت کی۔ جہاں شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز بھی موجود تھے۔ دوسرے بزرگوں نے مولانا رکن الدین سمرقندی کو اطلاع کی۔ کہ یہاں سماع ہونے والا ہے۔ کہ وہ سماع کے سخت مخالف تھے۔ مع خدمتگاروں اور متعلقین کے گھر سے نکل روانہ ہوئے۔ تاکہ جاکر سماع سے منع کریں۔ جب قاضی حمید الدین رہ نے سنا۔ کہ اس طرح آرہے ہیں۔ تو گھر کے مالک کو کہا۔ تو کسی جگہ جاکر چھپ جا۔ خواہ تجھے کتنا ہی بلائیں آنا مت۔ گھر کے مالک نے ویسا ہی کیا قاضی حمید الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ دروازہ کھولدو۔ اور سماع شروع کرو۔ جب مولانا رکن الدین سمرقندی آئے تو پوچھا۔ کہ گھر کا مالک کون ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہاں موجود نہیں۔ ہمیں معلوم نہیں پھر پوچھا۔ اور جستجو کی لیکن کچھ پتا نہ ملا۔ آخر واپس چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہونچے تو مسکرا کر فرمایا۔ کہ قاضی صاحب نے کیا اچھی تدبیر نکالی۔ کہ مالک مکان کو غائب کر دیا یعنی بے اجازت گھر میں آنا منع ہے۔ اگر مولانا رکن الدین سمرقندی بلا اجازت آجاتے۔ تو ان پر مواخذہ ہوسکتا تھا +

قاضی حمیدالدین صاحب کی کرامت

بعد ازاں فرمایا۔ کہ مولانا شرف الدین بجری بھی قاضی صاحب کے مخالف تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مولانا شرف الدین بجری بیمار ہوئے۔ تو قاضی حمید الدین صاحب بیمار پرسی کے لئے آئے۔ مولانا کو اطلاع نہ دیگئی۔ فرمایا۔ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کو معشوق کہتا ہے میں اسکا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ غرضیکہ نہ ہی آنے دیا۔ میں (مؤلف) نے عرض کی۔ کیا اس معشوق سے مراد محبوب ہے۔ فرمایا۔ کہ اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں جسقدر لوگوں کو واقفیت ہوتی ہے۔ ویسا ہی اسکا جواب دیتے ہیں۔ لیکن جو گھر بیٹھے کوئی بات کہے۔ اُسے کوئی کیا کرے +

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری۔ قاضی کبیر اور مولانا برہان الدین بلخی تینوں بزرگوار شیخ کبیر کی مجلس میں حاضر ہونے کی خاطر جارہے تھے۔ قاضی صاحب اشتر پر سوار تھے اور باقی دونوں خدا ور گھوڑوں پر۔ اسی اثنا میں مولانا کبیر نے قاضی حمید الدین کو کہا۔ کہ مولانا آپکی سواری کا ٹٹو صغیر (چھوٹا) فرمایا کبیر (بڑے)، سے اچھا ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ دیکھو کیا

عمدہ جواب دیا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ؂

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری کے سماع کا شہرہ ہوا۔ تو بہت سے مخالفین نے فتوے لگائے۔ اور جواب سب نے یہ لکھا کہ سماع حرام ہے۔ ایک فقیہ نے جس سے قاضی صاحب کا میل جول تھا۔ شاید اس فتوے میں کچھ لکھا تھا۔ اس کی خبر جب قاضی صاحب کو ملی۔ اتنے میں وہ فقیہ قاضی صاحب کے پاس آیا۔ تو قاضی صاحب نے پوچھا۔ کیا آپ نے بھی اسکا جواب لکھا ہے۔ وہ شرمندہ ہوا۔ اور کہا کہ ہاں لکھا ہے۔ اس بات پر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس روز قاضی صاحب نے اپنا کچھ بھید اس فقیہ پر ظاہر کیا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ تمام مفتی جنہوں نے جواب لکھے ہیں۔ میرے مقابلے میں ابھی ماں شکم سے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ اور تو پیدا تو ہوا ہے۔ لیکن ابھی بچہ ہے ؂

یہاں سے قاضی حمید الدین ناگوری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں قاضی حمید الدین ناگوری کی خاطر آیا۔ لیکن جب شہر میں پہنچا۔ تو قاضی صاحب کا انتقال ہوچکا تھا۔ ایک روز قاضی حمید الدین صاحب کے مجموعات اور وہ کتابیں جو سلوک کے بارے لکھی ہیں منگا کر مطالعہ کیں۔ مطالعہ کرنے کے بعد حاضرین کو کہا۔ کہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے وہ بھی ان کاغذات میں ہے۔ اور جو کچھ تم نے نہیں پڑھا۔ وہ بھی ان میں ہے۔ اور جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔ وہ بھی ہے۔ اور جو کچھ میں نے نہیں پڑھا وہ بھی ہے ؂

[illegible]

ہفتہ کے روز ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیائے حق اور معاملہ خلق ان کی راستی اور ان کے شر سے کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ بنیاپور میں ایک بزرگ تھا۔ جسے ابو الغیاث کہتے تھے۔ ایک دفعہ اس کا باپ سفر کو گیا۔ اور جو چند بکریاں گھر پر تھیں۔ ابو الغیاث کے حوالے کیں۔ کہ انہیں ذبح کرکے ان کا گوشت فروخت کرنا۔ اور روپیہ پیسہ جمع رکھنا جب تک کہ میں نہ آؤں جب کچھ مدت بعد واپس آیا۔ تو ہڈیوں کا انبار دیکھ کر پوچھا۔ یہ انبار کیسا ہے۔ ابو الغیاث نے کہا۔ یہ ان بکریوں کی ہڈیاں ہیں جن کے بارے میں ذبح کرکے فروخت کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ سو میں نے ویسا ہی کیا۔ اس کے باپ نے پوچھا۔ کہ ہڈیاں کیوں فروخت نہ کیں۔ کہا مجھ سے لوگ گوشت خریدنے آتے تھے۔ نہ کسی نے ہڈیاں پوچھی ہیں۔ اور نہ میں نے بیچی ہیں۔ اس کے باپ نے یہ سنکر ہنس دیا اور کہا تو نے میرا روپیہ ضائع کیا۔ پوچھا کس قدر۔ کہا بیس ہزار دینار۔ ابو الغیاث نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا تو ایک تھیلی غیب سے اس کے ہاتھ میں آئی۔ جو اس نے باپ کے آگے رکھدی۔ جب کھولی گئی تو اس میں بیس ہزار دینار پائے گئے جب یہ حکایت ختم کی۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا حلال قصاب بھی تھا۔

فرمایا۔ نہیں۔ جلال قصاب متاخرین سے تھا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کیا یہ شعر جلال قصاب کا ہے ؎

من پور قصابم سخنم پوست کشندہ ست من پوست کشم ہر کہ بہ بازار من آید

فرمایا۔ ہاں اسی کا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ دہلی میں ایک قصاب ولی حق تھا جس سے لوگوں کو بہت کچھ حاصل ہوا۔ قاضی فخر الدین ناقلہ اوائل میں اس کے پاس اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس قصاب نے پوچھا۔ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ کہا میں چاہتا ہوں۔ کہ قاضی بنجاؤں۔ کہا۔ اچھا جاؤ قاضی بنجاؤ گے

بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایک اور شخص اسی قصاب کے پاس آیا کرتا تھا۔ اس سے پوچھا۔ کہ تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں امیر داد بننا چاہتا ہوں۔ کہا جاؤ تم امیر داد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ ہو گیا ❊

پھر فرمایا۔ کہ مولانا وجیہ الدین حسام بھی اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ انہیں پوچھا۔ کہ کیا بننا چاہتے ہو۔ کہا مجھے علم چاہیئے۔ چنانچہ آپ عالم بنے۔ ایک اور آدمی کی بھی اس قصاب سے آشنائی تھی۔ اُسے پوچھا۔ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا۔ مجھے خدا تعالےٰ کی محبت چاہیئے۔ چنانچہ وہ بھی واصلِ حق ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے اس قصاب کو دیکھا تھا ❊

منگل کے روز بائیسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو پائبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ علویوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میرے دل میں مدت سے ایک بات تھی۔ جو اب ظاہر کی۔ وہ یہ کہ بعض علویوں سے میں نے سُنا تھا۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھا کہ میرے بعد میرے فرزندوں کو اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں۔ تو مسلمان کو بیچ لیں۔ اور ابوبکر صدیق یا عمر خطاب رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے اس حکم کو پھاڑ ڈالا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا کیا یہ سچ ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ یہ بات کسی کتاب میں تو لکھی نہیں دیکھی۔ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کی تعظیم و تکریم کرنی واجب ہے ❊

بعد ازاں فرمایا۔ کہ جو آل رسول ہے۔ اس سے ناشائستہ حرکت کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سمرقند میں ایک صحیح النسب سید اجل تھے۔ جو کتاب نافع ہمدان کے مصنف ہیں۔ آپ کی ایک لونڈی تھی جس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جب پانچ چھ برس کا ہو گیا۔ تو ایک روز سقا پانی کی مشک بھر لایا جب پانی بھر کر باہر آیا۔ اور پھر دوبارہ لایا۔ تو مشک میں سوراخ تھا۔ جس سے تھوڑا تھوڑا پانی بہ رہا تھا۔ سید اجل نے پوچھا۔ کہ اس مشک کو کیا ہوا۔ سقا نے کہا میں بھر کر لایا تھا۔ آپ کے لڑکے نے چھوٹی سی تیر کمان بنائی ہوئی ہے۔ اس نے تیر مارا ہے جس سے مشک میں سوراخ ہو گیا ہے۔ سید اجل نے جب یہ بات سُنی تو لونڈی کے پاس آ کر تلوار سونت لی اور پوچھا کہ سچ بتا۔ یہ لڑکا کس کا ہے۔ پہلے تو اس نے پوشیدہ رکھنا چاہا۔ لیکن بعد میں کہہ دیا۔ کہ یہ ایک غلام کا لڑکا ہے۔ سید اجل یہ سُنکر باہر آئے۔ تو پہلے اس لڑکے کی دو زلفیں تھیں ایک کاٹ دی

بات یہ ہے کہ جو آل رسول ہے۔ اس سے کبھی کوئی ناشائستہ حرکت ظاہر نہ ہوگی ٭

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ بدایوں میں ایک سید مرد تھے۔ اُن کے ہاں اُس روز لڑکا پیدا ہوا جبکہ چاند برج عقرب میں تھا۔ جیسی کہ عام کی رسم ہے اُسکی ولادت کو منحوس خیال کیا۔ اور وہ لڑکا ایک کناسی کو دیدیا۔ جس نے اس کی پرورش کی۔ چار پانچ سال بعد اس لڑکے میں نور و جمال نمودار ہوا۔ تو کسی نے آکر سید صاحب کو کہا۔ کہ اپنا فرزند تو دیکھا کیسا حسین ہے۔ اُس کے والدین اُسے آکر لے گئے۔ اور قرآن پڑھایا۔ اور علم ادب سکھایا القصّہ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے اس سید کو دیکھا تھا۔ واقعی حسین تھا۔ پھر وہ عالم متبحر بنا۔ چنانچہ بدایوں کے بہت سے لوگ اس کے شاگرد بنے۔ واقعی بڑا اعلےٰ درجہ کا ادیب اور صالح مرد تھا۔ چنانچہ جو شخص اسے دیکھتا۔ یہی کہتا۔ کہ واقعی یہ آل رسول سے ہے ٭

پھر مشغول درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ میں نے بدر الدین اسحاق سے سُنا ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ ایک صوفی شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کیخدمت میں حاضر ہوا۔ جو بہت مرد عزیز تھا۔ دن رات حق تعالےٰ کی یاد میں مشغول رہتا۔ جب اس کے کپڑے میلے ہوگئے۔ تو میں نے کہا۔ کپڑے کیوں نہیں دھوتا۔ اسوقت کچھ جواب نہ دیا۔ چند روز بعد پھر میں نے زور دیکر کہا۔ کہ کپڑے کیوں نہیں صاف کرتا۔ تو بڑی عاجزی سے جواب دیا۔ کہ مجھے کپڑے دھونے کی فرصت نہیں۔ بدر الدین اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ جب کبھی مجھے اس کا جواب یاد آتا ہے۔ تو مجھے بیہوشی طاری ہوجاتی ہے ٭

ذکر درویش صاحب حال در خدمت شیخ الاسلام

پھر ذوق و شوق اور سالکوں کے غلبہ اشتیاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ سہاور میں ایک عالم تھا۔ جس کا وعظ پُر اثر تھا۔ ایک روز اس نے قاضی شہر سے زیارت کعبہ کی آرزو ظاہر کی۔ اور اجازت مانگی۔ قاضی نے کہا مرد خدا۔ کہاں جاؤ گے۔ آپ کی وعظ و نصیحت سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ قاضی کے کہنے سے رُک گیا۔ پھر دوسرے سال ایسا ہی کہا۔ پھر قاضی نے وہی جواب دیا۔ تیسرے سال جب پوچھا۔ تو قاضی نے کہا۔ صاحب اگر آپ کو اشتیاق غالب ہوتا۔ تو نہ ہی مشورہ کرتے اور نہ ہی اجازت طلب کرتے۔ چلے جاتے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ عشق میں مشورہ نہیں ٭

ذکر ذوق و شوق و اشتیاق سالکان

اتوار کے روز گیارھویں ماہ ذالحجہ سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ کشف و کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ اس سے پہلے فلاں گاؤں میں ایک عورت

بی بی فاطمہ سام نام نہائت صالح بزرگ اور معمر ہو گذری ہے۔ میں نے اسے دیکھا تھا۔ واقعی بڑی بزرگ تھی۔ ہر چیز کے حسب حال اسے شعر یاد تھے۔ جن میں سے ایک شعر مجھے بھی یاد ہے۔

ہم عشق طلب کنی و ہم جان خواہی ‏ ‏ ‏ ہر دو طلبی ولے میسر نشود

پھر فرمایا۔ کہ شیخ نجیب الدین متوکل کو اس عورت سے بطور بھائی بہن بڑی محبت تھی۔ جس رات شیخ صاحب کے ہاں فاقہ ہوتا۔ دوسری صبح وہ سیر بھر کی یا آدھ سیر کی روٹی پکا کر کسی کے ہاتھ بھیجدیتی۔ کہ جاؤ۔ رات ان کے ہاں فاقہ تھا۔ جاکر دے آؤ۔ ایک مرتبہ ایک روٹی اس نے بھیجی۔ تو شیخ صاحب نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا۔ کہ پروردگار! جس طرح تو نے اس عورت کو ہمارے حال سے واقف کیا ہے۔ شہر کے بادشاہ کو بھی واقف کر۔ تاکہ کوئی بابرکت چیز بھیجے۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔ کہ بادشاہوں کو وہ صفائی کہاں نصیب ہے۔ کہ واقف ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ اس عورت کے ہاں گیا۔ تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ ایک مرد کے ہاں لڑکی ہے۔ اگر تو اس سے نکاح کر لے۔ تو بہتر ہوگا۔ میں نے جواب دیا۔ کہ میں ایک دفعہ شیخ الاسلام فریدالدین کی خدمت میں حاضر تھا وہاں پر ایک جوگی بھی موجود تھا۔ وہاں پر بات اس بارے میں شروع ہوئی۔ کہ بعض بچے بیدوق پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ لوگوں کو مباشرت کرنے کا وقت یاد نہیں بعد ازاں جوگی نے کہا۔ کہ مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں۔ ہر دن کی الگ الگ خاصیت ہے۔ مثلاً اگر پہلے روز صحبت کی جائے۔ تو اس قسم کا فرزند پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر دوسرے روز کی جائے۔ تو اس قسم کا۔ حتٰی کہ سارے دنوں کا حال اُس نے بیان کیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے دنوں کے اثر کو جوگی سے اچھی طرح پوچھ کر یاد کر لیا۔ پھر جوگی کو کہا۔ کہ سنو آیا مجھے ٹھیک یاد ہیں۔ جب میں نے یہ کہا۔ تو شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا۔ کہ جو کچھ تم پوچھ کر یاد کر رہے ہو۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئینگی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے یہ حکائیت بی بی فاطمہ سام کو سنائی۔ تو اس نے کہا۔ بس میں نے معلوم کر لیا۔ تو نے بہت اچھا کیا ہے۔ جو اس سے نکاح نہیں کیا۔ دراصل میری مرضی بھی نہ تھی۔ میں تو صرف اس مرد کی نادلشکنی کیخاطر کہہ رہی تھی ٭

سوموار کے روز شعبان ماہ مذکور کو دستبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان دنوں ایک مخالف دشمنی پر آمادہ تھا۔ اور سلح کے معنے کے بارے میں ناکہنے والی باتیں کہتا تھا۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ سخت دشمنی کرنے والے

کو دشمن جانتا ہے ۔

بعد ازاں سماع کے بارے میں فرمایا کہ جب چند چیزیں موجود ہوں ۔ تو سماع سننا چاہئے وہ چیزیں یہ ہیں ۔ مسمع ۔ مسموع ۔ مستمع اور آلات سماع پھر ان کا یوں ذکر فرمایا کہ مسمع کہنے والے کو کہتے ہیں جو بالغ اور مرد ہو نہ کہ لڑکا یا عورت ۔ مسموع جو کچھ وہ گائے ۔ وہ فحش اور فضول نہیں ہونا چاہیے ۔ مستمع وہ جو سنے ۔ سننے والا بھی یاد حق سے پر ہو ۔ اور اسوقت باطل خیال نہ ہو ۔ سماع کے آلات چنگ اور رباب وغیرہ ہیں ۔ یہ مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں ۔ ایسا سماع حلال ہے ۔ پھر فرمایا ۔ کہ سماع ایک موزون آواز ہے ۔ یہ حرام کیونکر ہو سکتی ہے ۔ نیز اسمیں قلب کو حرکت ہوتی ہے ۔ اگر وہ حرکت یاد حق کی وجہ سے ہو ۔ تو مستحب ہے ۔ اور اگر برے خیال سے ہو ۔ تو حرام ہے ۔

اتوار کے روز تئیسویں ماہ محرم [۲۱]ھ ہجری کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی ۔ درویشوں کے اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ اور نیز جو معاملہ اہل فساد سے کرتے ہیں ۔ فرمایا ۔ کہ ایک بادشاہ ناراتی نام کو شورش میں قتل کیا گیا ۔ جسے شیخ سیف الدین باخرزیؒ سے بڑی الفت تھی ۔ جب وہ مارا گیا ۔ اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ بنایا گیا ۔ جس کا ایک مقرب ایک ساعی (کوشش کرنیوالا) بنا ۔ جسے شیخ سیف الدین سے دشمنی تھی ۔ اس نے موقعہ پا کر بادشاہ کو کہا ۔ اگر آپ ملک اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں ۔ تو سیف الدین کو فیصلہ کر دو ۔ کیونکہ ملکی تبدیلیاں اسی سے وقوع میں آتی ہیں ۔ بادشاہ نے اسی ساعی کو کہا ۔ کہ اچھا جسطرح ہو ۔ شیخصاحب کو لے آؤ ۔ اس نے جا کر شیخ صاحب کے گلے میں پگڑی ڈالی ۔ یا اور کسی طرح بیحرمتی کیساتھ پکڑ کر پیش کیا ۔ جب بادشاہ نے دیکھا تو تخت سے اتر کر قدموں پر گر پڑا ۔ اور قدم چومے ۔ اور معافی مانگی ۔ اور ایک گھوڑا اور اور بہت سی چیزیں پیش کیں ۔ القصہ جب شیخصاحب واپس چلے گئے ۔ تو دوسرے روز بادشاہ نے اسی ساعی کے ہاتھ پاؤں باندھکر شیخصاحب کی خدمت میں بھیجدیا ۔ اور عرض کر بھیجی ۔ کہ میں نے حکم دیدیا ہے ۔ کہ ساعی قتل کئے جانے کے قابل ہے ۔ اب اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں ۔ جس طرح چاہیں قتل کریں ۔ جب آپ نے ساعی کو دیکھا ۔ تو فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول اپنی پوشاک اسے پہنائی ۔ اور فرمایا ۔ کہ آج وعظ میں ہمارے ساتھ چلنا ۔ جب وہ مسجد میں آیا ۔ تو آپ نے اسے اپنے ساتھ منبر پر کھڑا کر کے یہ شعر پڑھا ؎

اخلاق درویشاں و سلاطین [illegible]
[illegible] شیخ سیف الدین باخرزی [illegible]

آنانکہ بجائے من بدیہا کردند   گر دست دہد بجز نیکوئی نکنم ۔

یہ حکایت بیان کرنے کے بعد فرمایا ۔ کہ جو فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے ۔ خواہ وہ

نیک ہو۔ یا بد۔ اللہ تعالےٰ اُسکا پیدا کرنیوالا ہے پس جو کچھ لاحق ہوتا ہے۔ وہیں سے ہوتا ہے کِسی سے ناراض کیوں ہونا چاہیئے +

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز رستہ چل رہے تھے۔ کہ ایک کمینے نے پیچھے سے آکر گُدی پر دھپڑ مارا۔ آپ نے مُڑ کر دیکھا۔ تو اس نے کہا۔ مُڑ کر کیا دیکھتے ہو کیا تُم ہی نہیں کہتے تھے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ واقعی بات تو یہی ہے لیکن میں دیکھتا تھا۔ کہ کِس بدبخت کو اس کام کے لئے نامزد کیا ہے +

جمعرات کے روز سترھویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو پابوسی کی دولت نصیب ہوئی رویت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے پوچھا۔ کہ جس رویت کا وعدہ مومنوں سے کیا گیا ہے۔ کیا وہ قیامت کو ہوگی۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ مومن الیعنی نعمت دیکھنے کے بعد دوسری نعمتوں کو نہیں دیکھینگے۔ فرمایا۔ آیا ہے کہ جب اس نعمت کا مشاہدہ کرینگے۔ تو کئی ہزار سال محو حیرت رہینگے۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ سخت کوتاہ نظری ہے جو یہ نعمت دیکھیں۔ بعد اور کسی چیز کو دیکھیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

افسوس برآں دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است یا دیدہ و بعد از تو بغیرے نگریدہ است

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں واقعی اس نے بہت اچھا کہا ہے +

سوموار کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی مہابت و صلابت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ایک مرد نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ مجھے شادی کئے چھ مہینے گذرے ہیں۔ کہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا۔ اس عورت کو سنگسار کرو۔ اس مجلس میں امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ آپ کچھ سوچنے لگے۔ حضرت عمر رضہ نے پوچھا۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا جبکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے " حملہ و فصالہ ثلثون شہراً " بچے کا حمل اور اس کے دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ دو سال دودھ پینے کا زمانہ ہو۔ اور چھ مہینے حمل کا۔ یہ سُنکر آپ نے حکم منسوخ کرکے فرمایا " لولا علی لہلک عمرؓ " اگر علی رضی اللہ عنہ یہاں موجود نہ ہوتے۔ تو عمر ہلاک ہوچکا تھا +

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک عورت نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی کہ میرے

پیٹ میں حرامی بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے سنگسار کرو۔ اسوقت بھی امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ مجلس میں موجود تھے۔ فرمایا۔ کہ اس حکم کی بابت سوچنا چاہئے۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا۔ اگر گناہ کیا ہے۔ تو اس عورت نے کیا ہے۔ نہ کہ بچے نے جو پیٹ میں ہے۔ پھر امیر المؤمنین عمر رضہ نے حکم دیا۔ کہ اچھا وضع حمل تک اسے محفوظ رکھو۔ اور نیز یہ کلمات زبان مبارک سے فرمائے۔ "لولا علی لھلک عمر" اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتا۔ تو عمر ہلاک ہو چکا تھا ٭

بعد ازاں اس رعائت اسلامی کی نسبت جو حضرت عمر رضہ کے دل میں تھی۔ یہ حکائت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ کوئی شاعر جناب کی مدح میں شعر کہکر لایا جس میں بطور وعظ و نصیحت بہت کچھ کہا۔ جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔ مصرعہ

کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا

یعنے بڑھاپا اور اسلام انسان کو گناہ سے روکنے کے لئے کافی ہے۔ جب شاعر نے یہ شعر پڑھا۔ تو آپ نے اُسے کوئی صلہ عطا نہ فرمایا۔ شاعر نے پوچھا۔ کہ میں نے مدح کی ہے۔ آپ صلہ کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا۔ تو نے بڑھاپے کو اسلام پر مقدم رکھا ہے اگر اسلام کو مقدم رکھتے۔ تو میں کچھ دیتا ٭

یہاں سے شعر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی۔ کہ جناب کی زبانی بارہا میں نے سُنا ہے۔ کہ قرآن شریف کا پڑھنا شعر کہنے پر غالب آتا ہے۔ سو میں اسی اُمید پر ہر روز قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ اور جو کچھ کہہ چکا ہوں۔ اُس کی نسبت توبہ کرتا ہوں۔ میری یہ عرض آپ کو بہت پسند آئی۔ پھر میں نے عرض کی۔ کہ "والشعراء یتبعھم الغاوون" کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو شاعر ہیں ان کے تابعین گمراہ ہوتے ہیں۔ اور بارہا جناب کی زبانِ مبارک سے یہ حدیث سُنی ہے۔ کہ "الشعر الحکمۃ" پس جس صورت میں شاعر اہل حکمت ہیں ان کے تابعین کس طرح گمراہ ہو سکتے ہیں ٭

فرمایا۔ جو شاعر ہزل عشق اور ہجو گو ہوتے ہیں۔ اُنکی متابعت کے لئے یہ حکم ہے ویسے تو صحابہ کرام نے بھی شعر کہے ہیں۔ مثلاً امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے بھی۔ پھر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے دو شعر زبان مبارک سے فرمائے جن کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب عورتیں گھوڑے پر سوار ہوتی ہیں۔ تو دجال کے نکلنے کا خوف ہوتا ہے۔ ایک قافیہ سروج تھا۔ دوسرا فروج۔ تیسرا خروج۔ پہلا مصرعہ یہ تھا مصرعہ

اذا رکب النساء علی السروج

پھر میں نے پوچھا۔ کہ شعر میں جو مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اُس کے بارے میں آپکی کیا رائے

ہے۔ فرمایا۔ ایک مشہور کتاب میں دیکھا گیا ہے۔ کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن شعر میں جو جھوٹ کہا جائے۔ اس میں گناہ نہیں۔

سوموار کے روز ستھرھویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی حسد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے "اللھم اجعلنی محسودًا ولا تجعلنی حاسدًا" اے بار خدایا مجھے محسود بنا۔ حاسد نہ بنانا۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک حسد ہوتا ہے۔ ایک رشک۔ حسد تو یہ ہے۔ کہ کوئی شخص دوسرے کی نعمت کو دیکھکر اسکا زوال چاہے۔ اور رشک یہ ہے۔ کہ خود بھی دوسرے کی طرح بننے کی خواہش کیجائے۔ پس حسد حرام ہے۔ اور رشک جائز۔

بدھ کے روز ساتویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا جنید زاہد کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ سو سال بعد اس پر دروازہ کھلا۔ تو سر زمین پر رکھدیا۔ اور کہا۔ کہ میں ایک بات کا امیدوار ہوں۔ فرمایا۔ ہاں۔

پھر حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ عید کا روز تھا۔ کہ شیخ قطب الدین علیہ الرحمۃ نماز گاہ سے واپس آئے۔ تو اس مقام پر جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ ٹھیرے۔ اور کچھ سوچنے لگے ان دنوں وہاں جنگل تھا۔ اور قبر کا نام ونشان نہ تھا۔ یاروں نے عرض کی۔ کہ آج عید کا دن ہے۔ اور خلقت منتظر ہے۔ کہ جناب گھر میں تشریف لاکر کھانا تناول فرمائیں۔ آپ اسجگہ کیوں دیر کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ مجھے اس زمین سے دلوں کی بُو آتی ہے۔ اسی وقت اس زمین کے مالک کو بُلا کر اس سے زمین خریدی۔ اور اپنے لئے وہاں مدفن بنانے کے لئے فرمایا خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ یہ جو شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہاں دلوں کی بُو آتی ہے۔ سوچو وہاں کس قسم کے لوگ مدفون ہونگے۔

پھر شیخ محمود موینہ دوز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ آپ کے زمانے میں جس کا غلام بھاگ جاتا۔ وہ آپ کے پاس آکر کہتا۔ کہ میرا غلام بھاگ گیا۔ آپ اُس غلام کا نام پوچھتے۔ اور تھوڑی دیر سوچکر فرماتے۔ کہ تجھے ملجائیگا۔ لیکن جب آجائے۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ الغرض ایک روز ایک آدمی نے آکر کہا۔ کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ آپ نے نام پوچھا۔ اور تھوڑی دیر سوچکر فرمایا۔ تجھے ملجائیگا۔ لیکن جب آئے۔ تو مجھے اطلاع ضرور دینا چند روز بعد غلام تو آگیا۔ لیکن اس مرد نے خبر نہ کی۔ تھوڑے دنوں بعد پھر وہ غلام

بھاگ گیا۔ اس کے مالک نے آکر سارا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ میں جو کہتا تھا۔ کہ مجھے اطلاع دینا۔ یہ اس واسطے کہتا ہوں۔ کہ میرے دل سے بوجھ اُٹھ جائے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا فرمایا۔ کہ شیخ محمود نے غلام کے آقا کو کہا۔ کہ جب تجھے غلام بھاگ گیا۔ اور تو شرط بجا نہ لایا۔ اب کی مرتبہ تجھے نہیں ملیگا*

شیخ الاسلام فرید الدین رح کی کرامت

پھر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا ایک مرتبہ پانچ درویش آپ کی خدمت میں آئے۔ جو درشت مزاج تھے۔ وہ یہ کہکر چلتے بنے۔ کہ ہم اسقدر پھرے۔ لیکن کہیں درویش نہ پایا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ تاکہ تمہیں درویش دکھائیں۔ انہوں نے کچھ توجّہ نہ کی۔ اور چل پڑے۔ آپ نے فرمایا۔ جاتے تو ہو۔ لیکن بیابان کی راہ نہ جانا۔ دوسرے راستے جانا۔ انہوں نے آپ کے بخلاف کیا۔ اور جنگل کی راہ روانہ ہوئے۔ آپ نے ایک آدمی اُن کے پیچھے بھیجا۔ کہ دیکھو کس راہ گئے ہیں۔ جب خبر لائے۔ کہ وہ جنگل کی راہ گئے ہیں۔ تو یہ سنکر آپ زار زار روئے۔ جیسے کوئی کسی کا ماتم کرتا ہے۔ القصّہ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ان میں سے چار تو بادسموم سے ہلاک ہو گئے۔ اور پانچواں کنوئیں پر پہنچا۔ جو پانی زیادہ پی پی کر مر گیا*

خواجہ صاحب کے پاؤں میں کچھ بیماری تھی۔ اِسلئے پاؤں پھیلا کر بیٹھتے تھے۔ حاضرین سے معافی مانگ رہے تھے۔ کہ چونکہ میرے پاؤں میں تکلیف ہے۔ اِسلئے میں پاؤں پھیلا کر بیٹھا ہوں۔ تمام حاضرین نے دُعا کی۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو زندہ رکھے۔ ہماری زندگی آپ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ مجھے یہ شعر یاد آیا۔ جو عرض کیا گیا ؎

جانِ جہانیاں توئی دشمنِ جاں بود کسے ــــ اے ہمہ دشمنانِ تو دشمنِ جانِ خویشتن

خواجہ صاحب کو اس قصیدے کا مطلع یاد تھا۔ زبانِ مبارک سے فرمایا ؎

دوش صبوحی بسر د بلبلِ مست در چمن ــــ از خوشی صبوحیش گل بدرید پیرہن

شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاؤ الدین زکریا رح

پھر خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ جلال الدین تبریزی طاب اللہ ثراہٗ نے خواجہ فرید الدین عطار کو نیشاپور میں دیکھا تھا۔ شاید کسی موقعہ پر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا۔ کہ میں نے خواجہ فرید الدین عطار کو نیشاپور میں دیکھا ہے۔ آپ مجھ سے پوچھتے تھے۔ کہ کسی مردِ خدا کا پتہ بتلاؤ۔ میں تو بتلا نہ سکا۔ شیخ بہاؤ الدین رح نے جب یہ سُنا۔ تو فرمایا۔ کہ ایسے موقعہ پر شیخ شہاب الدین کا کیوں نہ پتہ دیا۔ شیخ جلال الدین نے فرمایا۔ کہ میں نے جو مشغولی شیخ فرید الدین عطار میں دیکھی ہے۔ اُن کے مقابلے میں دوسری مشغولیاں سب بمنزلہ بیکاری ہیں۔ اس اثناء میں

خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک پیر کو دیکھا تھا۔ جو کہتا تھا۔ کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو دیکھا تھا۔ شروع میں وہ بہت پریشان قدم تھا۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے سب نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں +

بعدازاں خواجہ عطار رح کی وفات کا یوں ذکر فرمایا۔ کہ آپ اس طرح شہید ہوئے تھے کہ کافروں نے نیشاپور پر حملہ کیا۔ تو آپ سترہ یاروں کے ہمراہ روبقبلہ ہو بیٹھے۔ اور ان کافروں کے آنے اور شہید کرنے کے منتظر تھے۔ کہ اتنے میں کافروں نے آکر آپ کے یاروں کو شہید کرنا شروع کیا۔ اس حالت میں آپ فرماتے تھے۔ کہ یہ کیسی قہاری کی تلوار ہے۔ اور یہ کیسی جباری کی تلوار ہے۔ جب آپ کو شہید کرنے لگے۔ تو فرمایا۔ کہ یہ کیسی احسان۔ کرمت اور بخشش کی تلوار ہے +

حکیم سنائی کا قصیدہ

پھر حکیم سنائی رح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزی نوراللہ مرقدہ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے تو حکیم سنائی کے ایک قصیدے نے مسلمان کیا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے اس قصیدے کا شعر پڑھا ؎

برسرِ طور ہوا طنبور شہوت میزنی عشق مردلن ترانی رابدین خواری مجوے

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ یہ شعر اس شعر کے ساتھ ہی ہے ؎

خارِ پائے راہ عیاران ایں درگاہ را درکفِ دستِ عروس مہاءِ عماری مجوے

ذکر عماری

میں نے پوچھا۔ کہ یہ عماری کیا چیز ہوتی ہے۔ فرمایا۔ وہی جسے عام طور پر عماری کہتے ہیں۔ پہلے پہل عمار نام شخص نے بنایا تھا۔ لوگ عمارے کو عماری کہتے ہیں +

پھر فرمایا۔ کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے۔ کہ کاش مجھے کوئی وہاں لے چلے۔ جہاں حکیم سنائی کی خاک ہے۔ یا اسکی خاک کوئی لا دے۔ تو میں سُرمہ بناؤں +

بدھ کے روز چودھویں ماہ رمضان مبارک سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ قاضی منہاج الدین سراج رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وعظ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ میں ہفتہ کے روز بلاناغہ وعظ سُننے جایا کرتا تھا۔ سبحان اللہ آپ کی وعظ و نصیحت اور گفتگو سے کیا لذّت حاصل ہُوا کرتی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک روز آپ کی وعظ و نصیحت سُنکر میں بیہوش ہو گیا۔ گویا میں مُردہ ہوں اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے تئیں کسی سماع یا حال میں بھی نہیں پایا تھا۔ اور یہ بات مرید ہونے سے پہلے کی تھی +

پھر فرمایا۔ کہ ایک عزیز نے قاضی منہاج الدین کو کہا۔ کہ آپ قضا کے لائق نہیں بلکہ

شیخ الاسلام ہونے کے لائق ہیں ۔

بعد ازاں اولیا ابدال اور اوتاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ میں نے عرض کی کہ میں نے ابھی ابھی ایک صوفی مرد سے بات سنی ہے ۔ جو دل پر شاق گذری ہے ۔ پوچھا کیا بات ہے ۔ عرض کی ۔ وہ کہتا ہے کہ جہاں چار قطب اور اوتاد ۔ چالیس ابدال اور چار سو اولیاء کی برکت سے قائم ہے ۔ قاعدہ تو یہ ہے ۔ کہ جب کوئی قطب فوت ہو جاتا ہے ۔ تو اس کی بجائے اوتاد میں سے مقرر ہوتا ہے ۔ اور ابدال بجائے اوتاد اور چار سو میں سے ایک ولی اس ابدال کی جگہ مقرر ہوتا ہے ۔ اور عام لوگوں میں سے ایک ولی مقرر ہوتا ہے ۔ وہ کہتا تھا ۔ کہ اس طرح حکم ہے ۔ کہ جب ان چار سو اولیاء میں سے ایک کم ہو جاتا ہے ۔ تو اور کوئی داخل نہیں کیا جاتا ۔ بلکہ تین سو ننانوے رہ جاتے ہیں ۔ اور پھر جب ایک کم ہوتا ہے ۔ تو باقی تین سو اٹھانوے رہ جاتے ہیں ۔ یہ ممکن ہی نہیں ۔ کہ عامہ خلائق سے کوئی ان کا قائم مقام مقرر ہو ۔ اس واسطے کہ ولائیت کا دروازہ بند ہے ۔ جب خواجہ صاحب نے سنا ۔ تو فرمایا ۔ کہ نہیں ولائیت دو قسم کی ہے ۔ ایک ولائیت ایمان ۔ دوسری ولائیت احسان ۔ ایمان کی ولائیت تو ہر مومن کو حاصل ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے ۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ولائیت احسان کا یہ ہے ۔ کہ کسی کو کشف و کرامت ملا اور کوئی اعلےٰ مرتبہ حاصل ہو ۔

ہفتے کے روز چوتھی ماہ صفر ۷۲۱ھ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا ۔ مشائخ کا ذکر شروع ہوا ۔ تو میں نے پوچھا ۔ کہ سیدی احمد کس قسم کے آدمی تھے ۔ فرمایا ۔ بزرگ آدمی تھے ۔ اور عرب کے رہنے والے تھے ۔ عرب میں دستور ہے ۔ کہ جو بزرگ ہوتا ہے اسکو سیدی کہتے ہیں ۔ نیز فرمایا ۔ کہ آپ شیخ حسین منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کے عہد میں تھے جب حسین منصور کو جلایا گیا ۔ تو خاکستر دریائے دجلہ میں بہائی گئی ۔ تو سیدی احمد نے اس پانی میں سے تھوڑا سا بطور تبرک پی لیا ۔ آپ کو وہ سب برکتیں اسی پانی کے سبب حاصل ہوئیں ۔

ہفتے کے روز انیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی ۔ درویشوں کے حسن اخلاق اور ان کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ۔ فرمایا ۔ کہ ایک رات کوئی چور شیخ احمد نہر والی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر آیا ۔ بہتیرا ڈھونڈا ۔ کچھ نہ پایا ۔ آخر جب واپس جانے لگا ۔ تو شیخ احمد نے آواز دی ۔ اور قسم دی ۔ کہ ذرا ٹھیر جاؤ ۔ پھر اپنے کرگہ سے سات گز کپڑا (آپ جولاہ تھے) پھاڑ کر جو بنا ہوا تھا چور کی طرف پھینکا ۔ کہ لے جاؤ ۔ دوسرے روز اس چور نے معہ والدین آ کر شیخ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا ۔ اور اس کام سے توبہ کی ۔

اتوار کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پابوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس روز میں اپنے رشتہ داروں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لے گیا تھا۔ اس واسطے کہ اس لڑکے کو کبھی کبھی کوئی خیال تکلیف دیا کرتا تھا۔ واللہ اعلم پری کا آسیب تھا۔ یا کچھ اور۔ میں نے اس کی ساری حالت عرض کر دی۔ خواجہ صاحب نے نظر رحمت کی۔ اور فرمایا۔ کہ ٹھیک ہو جائیگا ⁂

[illegible]

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ بخارا میں ایک لڑکا تھا جسے جن و پری تکلیف دیا کرتے تھے۔ ہر روز شام کے وقت جہاں کہیں ہوتا۔ اسے درخت پر جو اس لڑکے کے گھر کے صحن میں تھا۔ لا بٹھاتے۔ اور خود چلے جاتے۔ لڑکے کے والدین نے اس کی حفاظت کے لئے اسے حجرے میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ لیکن جب شام ہوئی۔ تو پھر لڑکا درخت پر تھا۔ جب بہت عاجز اور تنگ آ گئے۔ تو اسے شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور حالت عرض کی شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کا سر منڈا دو۔ اور کلاہ رکھ دو۔ پھر اس لڑکے کو فرمایا۔ کہ جب جن پری پھر آئیں۔ تو کہنا۔ کہ میں شیخ کا مرید ہو گیا ہوں۔ دیکھ لو۔ سر منڈایا ہے۔ اور کلاہ دکھا دینا جب اس لڑکے کو گھر لائے۔ اور جن پری پھر آئے۔ تو اس لڑکے نے ویسا ہی کیا۔ انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ کون بدبخت اسے شیخ صاحب کے پاس لیگیا تھا۔ یہ کہکر چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے۔ تو رو دیئے۔ حاضرین بھی روئے۔ کیونکہ وقت خوش تھا۔ الحمد للہ ⁂

ذکر [illegible] شیخ سیف الدین [illegible]

پھر شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں فرمایا۔ کہ جب آپ جوان تھے۔ تو مشائخ اور اہل فقر کے سخت مخالف تھے۔ آپ وعظ کیا کرتے۔ تو اثنائے وعظ میں اس گروہ کو بہت برا بھلا کہا کرتے۔ جب یہ خبر شیخ نجم الدین کبرے نے سنی۔ تو فرمایا۔ کہ مجھے وعظ میں لے چلو۔ خدمتگاروں نے عرض کیا۔ کہ وہاں جانا خلاف مصلحت ہے۔ وہ درویشوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ایسا نہ ہو بے ادبی کرے۔ بہتیرا انہوں نے کہا۔ لیکن آپ نے ایک نہ سنی۔ آخر جب تشریف لیگئے۔ تو شیخ سیف الدین نے آپ کو دیکھکر پہلے کی نسبت زیادہ برا بھلا کہنا شروع کیا۔ جوں جوں برا بھلا کہتے جاتے۔ شیخ نجم الدین سر ہلاتے جاتے۔ اور آہستہ فرماتے۔ کہ سبحان اللہ! اس جوان میں کیسی قابلیت ہے۔ القصہ جب شیخ صاحب منبر سے اترے۔ تو شیخ نجم الدین صاحب اٹھکر باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دروازے پر پہنچے۔ تو پیچھے مڑ کر فرمایا۔ کہ ابھی یہ صوفی نہیں آیا۔ اسی وقت شیخ سیف الدین کپڑے پھاڑتے ہوئے اور نعرہ مارتے ہوئے بھیڑ کو چیر کر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر آ گرے

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجمع میں حاضر تھے۔ وہ بھی آکر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔ القصہ دونوں مرید ہوگئے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب شیخ نجم الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز مسجد سے گھر آئے۔ تو دائیں طرف شیخ سیف الدین اور بائیں طرف شیخ شہاب الدین پا پیادہ تھے۔ غرضیکہ اس دن دونو شیخ صاحب کے مرید ہوئے اور مخلوق بنے۔ اسوقت شیخ نجم الدین رح نے شیخ سیف الدین رح کو فرمایا۔ کہ تجھے دُنیا بھی ملیگی اور عاقبت اس سے بھی زیادہ۔ اور شیخ شہاب الدین کو فرمایا۔ کہ تمہیں بھی دُنیا اور عاقبت دونوں میں راحت نصیب ہوگی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب شیخ نجم الدین مسجد سے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو شیخ سیف الدین باخرزی دائیں طرف تھے۔ اور شیخ شہاب الدین بائیں طرف شیخ سیف الدین رح دائیں طرف کا موزہ اُتار رہے تھے۔ اور شیخ شہاب الدین رح بائیں پاؤں سے۔ یہ مشائخ کا اشارہ ہے ✲

بعد ازاں شیخ نجم الدین رح نے شیخ سیف الدین رح کو فرمایا۔ کہ تم جاکر بخارا میں رہو۔ وہاں کا علاقہ تمہیں دیا۔ شیخ سیف الدین رح نے عرض کی۔ کہ وہاں علما بہت ہیں۔ اور انکا غلبہ اور تعصب اہل معرفت اور فقر سے جناب کو معلوم ہے۔ میرا حال وہ کیسا ہوگا۔ شیخ نجم الدین رح نے فرمایا۔ کہ جانا تمہارا کام ہے۔ باقی ہم سمجھ لینگے ✲

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو دستبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔

ذکر شیخ ابواسحاق گازرونی

شیخ احمد ابواسحاق گازرونی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا۔ کہ آپ کا اصلی نام شہریار تھا۔ اور کنیت ابواسحاق تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ آپ ذات کے جولاہ تھے۔ اور ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ تار جوڑ رہے تھے۔ کہ شیخ عبداللہ خفیف قدس اللہ سرہ العزیز وہاں جا نکلے۔ خدا معلوم آپکی پیشانی میں کیا دیکھا۔ آپ کو کہا کہ تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ۔ اور کہہ میں تیرا مرید ہوا۔ پھر پوچھا۔ کہ میں کیا کروں۔ شیخ عبداللہ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ تو خود کھائے۔ اس میں سے دوسروں کو بھی کچھ کھلانا۔ آپ نے یہ بات منظور کی۔ بعد ازاں جب کبھی کھانا کھاتے۔ اسمیں سے تھوڑا سا للہ بھی دیتے۔ ایک روز تین درویش اس گاؤں میں آئے۔ جو بغیر ٹھہرے چلے گئے۔ آپ کے دل میں خیال آیا۔ کہ مجھے ان کی خدمت کرنی چاہیئے۔ اسی وقت تین روٹیاں لیکر دوڑے۔ اور پیچھے سے بلا کر نہ دیں۔ کیونکہ ایسا کرنے میں بے ادبی تھی۔ آگے سے آکر روٹیاں دیں۔ وہ تینوں اہل دل تھے۔ روٹیاں لیکر کھائیں۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ کہ اس چھوٹے نے اپنا کام تو کیا اب ہمیں اپنا کام کرنا چاہیئے۔ ایک نے کہا۔ اسے دُنیا دینی چاہیئے۔ دوسرے نے کہا

نہیں دنیا موجب فساد ہے۔ اسے آخرت دینی چاہیئے تیسرے نے کہا۔ درویش جوانمرد ہوتے ہیں اسے دین اور دنیا دونو بخشنی چاہئیں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ابو اسحاق کامل حال شیخ گذرے ہیں جنکی صفت نہیں ہوسکتی جب سے آپ فوت ہوئے۔ اب تک آپ کے روضہ میں اسقدر نعمت اور راحت ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں جمعیت بھی ہے اور طرح طرح کی نعمتیں اور سونا چاندی بھی ۔

حکایت شیخ احمد معشوق

پھر شیخ احمد معشوق رحہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ آپ ایک مرتبہ موسم سرما میں چلہ کرتے وقت آدھی رات کو اپنے مقام سے باہر نکلے۔ اور بہتے پانی میں جہاں ہلاکت کا ڈر تھا۔ کھڑے ہو گئے۔ اور جناب الٰہی میں عرض کی۔ کہ میں جب تک یہ معلوم نہ کرلونگا کہ میں کون ہوں۔ باہر نہ نکلوں گا۔ آواز آئی۔ کہ تو وہ شخص ہے۔ کہ جسکی شفاعت سے اسقدر آدمی دوزخ سے نجات پائینگے۔ آپ نے کہا میں اس پر راضی نہیں۔ پھر آواز آئی۔ کہ تو وہ ہے جس کی عنایت سے اسقدر آدمی بہشت میں داخل ہونگے۔ شیخ صاحب نے عرض کی۔ کہ میں اسپر بھی راضی نہیں۔ میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میں کون ہوں۔ آواز آئی۔ کہ ہم نے حکم کیا ہے۔ کہ درویش اور عارف ہمارے عاشق ہوتے ہیں۔ لیکن ہم تمہارے عاشق ہیں۔ اور تو ہمارا معشوق ہے۔ جب خواجہ احمد صاحب اس مقام سے باہر نکلے۔ اور شہر گئے۔ تو جو کوئی ملتا۔ وہ یہی کہتا۔ اسلام علیک یا شیخ احمد معشوق۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو بہت روئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہ خواجہ احمد نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ فرمایا۔ نماز پڑھوں گا۔ لیکن سورہ فاتحہ نہیں پڑھونگا۔ لوگوں نے کہا۔ وہ نماز کیسی ہوئی جسمیں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ جب بہت منت وسماجت کی تو فرمایا کہ اچھا فاتحہ پڑھونگا۔ لیکن ایاک نعبد وایاک نستعین نہیں پڑھونگا۔ لوگوں نے کہا یہ بھی ضرور پڑھنا آخر جب نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور فاتحہ پڑھنی شروع کی۔ تو ایاک نعبد وایاک نستعین تک پہنچکر آپ کے اعضا مبارک اور ہر رونگٹے سے خون بہ نکلا۔ پھر حاضرین کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں حائض عورت ہوں۔ میرے لئے نماز جائز نہیں ۔

حکایت شیخ نظام الدین ابوالمؤید

منگل کے روز گیارہویں ماہ رجب سن مذکور کو پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ اتفاق دنوں بارش کی قلت تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دفعہ دہلی میں قحط پڑا۔ تو لوگوں نے متفق ہو کر شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحہ کو دعائے باراں پڑھنے کیلئے کہا۔ تمام خلقت باہر نکلی۔ شیخ نظام الدین رحہ نے منبر پر چڑھکر اثنائے وعظ میں آستین سے کپڑا نکالا۔ اور

آسمان کیطرف منہ کرکے لب ہلانے شروع کئے - تو بارش کے قطرے گرنے لگے - پھر وعظ ونصیحت شروع کی - تو بارش بند ہوگئی - پھر کپڑا نکال کر آسمان کیطرف منہ کیا - تو سخت بارش ہونے لگی - جب گھر آئے - تو آپ سے پوچھا گیا - کہ وہ کپڑا کیسا تھا - فرمایا میری والدہ بزرگوار کا دامن تھا - پھر آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ ایک اور حکایت بیان فرمائی - کہ آپ کے چچازاد یا دور نزدیک کے رشتے کے بھائی بامزاح تھے - آپ کبھی کبھی صلہ رحم کی نگہداشت کے طور پر ان کے پاس جایا کرتے - وہ ہر کسی سے ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے - ایک مرتبہ آپ سے ٹھٹھے مخول کی باتیں کرنے لگے - تو فرمایا - کہ یا تو مجھے اپنے پاس نہ بیٹھنے دو - ورنہ میں پر مزاح اور روسیاہ ہوکر جاؤنگا - یہ کلمات آپ نے ایسی عاجزی سے کہے - کہ سب کے سب رونے لگے *

بدھ کے روز انیسویں ماہ شعبان سن مذکور کو پائبوسی کی دولت نصیب ہوئی - آپ سے ایک مرتبہ شیخ احمد معشوق کی حکایت سنی ہوئی تھی - بہت سے لوگوں سے سنا گیا تھا - کہ احمد معشوق کو محمد معشوق بھی کہتے ہیں - سو اس دن پوچھا - کہ آیا محمد معشوق ٹھیک ہے یا احمد معشوق - فرمایا احمد محمد معشوق - اسواسطے کہ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد تھا - اور آپ کا احمد *

یہ تھی روحانیوں کی مشک مشام جو تین سال کے عرصہ میں جمع کی گئی ہے - پہلے فوائد الفوائد جو بارہ سال کے عرصہ میں جمع کئے - ان سے ملا کر کل پندرہ سال کے فوائد ہیں - اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ اس دریائے رحمت سے اور موتی حاصل کرکے اس لڑی میں پروؤنگا - اور میں ان موتیوں کی بدولت دولتمند ہوجاؤں گا - قطعہ

چوں بہفت صد فزود بیست و دو سال — ہشتم روز از مہ شعبان
از اشارات خواجہ جمع آمد — ایں بشارت رہ فتوح جنان
شیخ ما چوں محمد آمد نام — سن اندر ثنائے او حسان

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اُردو ترجمہ مقاصدُ السّالکین

یہ کتاب طالبعٔ لے کیلئے بینظیر رہنما ہے حضرت ضیاء اللہ علیہ الرّحمۃ نقشبندی کی تصنیف لطیف میں سے ہے - اسکا ایک ایک لفظ اخلاق محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت کی تابعداری سے پُر ہے - یہ کتاب فارسی زبان میں عجیب و دلکش پیرایہ میں بعبارت مقفّےٰ لکھی ہوئی ہے - اور یہ وہی کتاب ہے جسکو جناب خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نور محمد صاحب تیراہی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ ہر وقت اپنے مطالعہ میں رکھتے - بلکہ یہانتک جناب کو اس کتاب سے محبت تھی - کہ حضور علیہ الرّحمۃ رات کو وقت خواب اپنے سینۂ مبارک پر رکھکر آرام فرمایا کرتے تھے - چونکہ نیاز مند کو حضور علیہ الرّحمۃ کے سلسلہ میں دعوےٰ غلامی ہے اور یہ نعمتِ عظمےٰ نہایت تلاش اور تجسّس سے ملی - لہٰذا فائدہ عام کیلئے اسکو عام فہم اردو میں ترجمہ کر دیا گیا ہے مصنّف علیہ الرّحمۃ نے اس کتاب میں پانچ مقصد مقرر کئے ہیں - جنکو نمبروار ملاحظہ ناظرین کیلئے درج کرکے یہ دکھانا ہے - کہ اس کتاب کے کیسے عالی مضامین ہیں ؞

مقصد اوّل شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقیم رہنا حضرت رسول مقبولؐ کی تابعداری - نماز کی حقیقت حضرت رسالت پناہ کے اخلاق - درود شریف کی برکتیاں کئی ایک اور فائدے مقاصد دوم - نفس کُشی نفس سے لڑائی - اپنی صلاحیت کو پہچاننا - تقسیم اوقات - قرآن مجید پڑھنے کے فضائل - تہذیب اخلاق نفس کُشی اور اس کے ساتھ لڑائی کے علاوہ کئی ایک اور فائدے مقصد سوم - ذکر کے فضائل - حق سبحانہ تعالے کو یاد کرنا - دُنیا کی حقیقت - کلمہ طیّبہ - نفی و اثبات - مقصد چہارم خدا کی درگاہ کا حضور علم کی حقیقت - اولیاء اللہ کی صحبت کے فائدے - آداب مراقبہ کی حقیقت - کشف و کرامات کے حالات خداوند تعالےٰ کی درگاہ میں گریہ و زاری کرنے اور اپنی ہستی کو نیست کرنے کی فضیلت - اولیاء اللہ کو پہچاننے اور دلوں کو تمیز کرنے کے علاوہ اور بہت سی مفید باتیں مقصد پنجم - حق سبحانہ تعالیٰ کا عشق و محبّت - مناجات بدرگاہ باریتعالےٰ چند اور کار آمد باتیں - اور کتاب کا خاتمہ - یہ بے نظیر کتاب نہایت خوش قلم عمدہ کاغذ پر بڑی صفائی سے چھاپی گئی ہے - بہت بڑا حجم قیمت ...... ۱۲؍

اُردو ترجمہ رسالہ نقشبندیہ

اس رسالہ میں نقشبندیہ طریقہ کے ذکر اور لطائف قلبی و مراقبہ وغیرہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ طریق مراقبہ بھی بتایا گیا ہے اور دل کا نقشہ دکھلا کر ہر ایک لطیفہ کا مقام دکھلایا گیا ہے طالبعٔ لے کیلئے نعمت غیر مترقبہ ہے ۴؍

المشتہران
ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین تاجران کتب قومی کوچہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور

القمر اسٹیم پریس لاہور بیرون موری گیٹ میں باہتمام میاں محمد حسین پرنٹر چھپی

اردو ترجمہ ہر سہ دفتر
مکتوبات شریف
امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
مع مفصل سوانح عمری
کون شخص ہے جو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی و اسم گرامی سے واقف ہو
مجموعہ مکتوبات ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے پیر دستگیر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس
کی خدمت اقدس میں اور دیگر احباب کی طرف ارقام فرمائے تھے اور جن کی تلاش اور جستجو میں
مدید اور عرصہ بعید سے طالبان مولیٰ عموماً اور حلقہ بگوشان سرکار عالیہ نقشبندیہ خصو
حیران و سرگرداں پھرتے تھے۔ چونکہ یہ گنجینہ اسرار معانی نہایت دقیق فارسی
ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی فہمید سے باہر تھا۔ لہذا خادمان فقراء نے بپاس خاطر ہر
عالیہ اور حلقہ بگوشان سرکار نقشبندیہ کے لئے بصرف زر کثیر اردو ترجمہ
کرا کر نہایت خوشخط اعلیٰ درجے کے کاغذ پر طبع کرلئے ہیں۔ جن خرید کر
طالب مولیٰ بیساختہ یہ شعر اپنی زبان سے ورد کریگا
جملہ چند دادم جاں خریدم
بنامیزد عجب ارزاں خریدم
قیمت دفتر اول
قیمت دفتر دوم
قیمت دفتر سوم
سوانح عمری حضرت مجدد صاحب علیحدہ بھی مل سکتی ہے قیمت
المشتہر
اللہ والے کی قومی دکان لاہور
بازار کشمیری